بسلسلہ مشکوٰۃ نبوت
جلد نہم
اصلاحی دروس
افادات
پیر طریقت رہبر شریعت
حضرۃ مولانا عبدالواحد صاحب نور اللہ مرقدہ
توکل کے برکات و ثمرات
نماز کی حفاظت کیجیے
زکوٰۃ کے فضائل و احکام
حج کے فضائل و احکام
جنت کے دلکش مناظر
جہنم کی تباہ کاریاں
ترتیب و تزئین
عاصم عبداللہ
کرمی دار الکتب کراچی

اصلاحی دروس

اللهم

بارك على محمد وعلى آل محمد

كما باركت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم

انك حميد مجيد

بسلسلہ مشکوٰۃ نبوت

اصلاحی دروس

جلد نہم

افادات

پیر طریقت رہبر شریعت

حضرۃ مولانا عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تلمیذ رشید

شیخ الاسلام حضرۃ مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ مجاز

مرشد الموحدین قطب الاقطاب حضرۃ مولانا حماد اللہ ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب و تزئین

عاصم عبداللہ

کرملی دار الکتب کراچی
جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی 2 کراچی 75230
0333-2124384

نام کتاب :۔ اصلاحی دروس جلد نہم

افادات: حضرۃ مولانا عبد الواحد صاحب رحمہ اللہ

ترتیب وتزئین: حضرت مولانا مفتی عاصم عبد اللہ صاحب

باہتمام :۔ عاصم برادران سلمہم الرحمٰن

صفحات :۔ 352

سن طباعت :۔ دسمبر 2023

تعداد :۔ 1,100

قیمت :۔

کمپوزنگ : کبیر احمد نور
0342-3009302

کرامی دار الکتب کراچی

جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی 2 کراچی 75230

0333-2124384

asim@JamiaHammadia.com

www.JamiaHammadia.com

اجمالی فہرست

اصلاحی دروس

اظہار تشکر

میں سب سے پہلے شکر گزار ہوں اپنے پروردگار کا کہ جس نے اپنے فضل وکرم سے والد ماجد حضرت مولانا عبدالواحد صاحب قدس اللہ سرہ (خلیفہ مجاز حضرت مولانا حماد اللہ صاحب قدس اللہ سرہ وبانی ومہتمم جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی) کے بیانات جو مختلف موضوعات پر مشتمل ہیں، رسائل کی شکل میں شائع ہورہے ہیں۔اب ان رسائل کو کتابی شکل میں شائع کرنے کی توفیق عطا فرمائی اس کی **جلد نہم** آپ کے ہاتھوں میں ہے، اللہ تعالیٰ اسے اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور نافع بنائے۔

پھر میں خصوصی شکر گزار ہوں استاد العلماء، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب دامت برکاتہم (خلیفہ مجاز پیر طریقت حضرت مولانا عبدالواحد صاحب قدس سرہ) کا جنہوں نے اس کام میں میری بہت حوصلہ افزائی فرمائی اور ہر موقع پر مفید مشوروں سے نوازا، اللہ تعالیٰ حضرت کے سایہ کو تادیر ہمارے اوپر قائم رکھے آمین۔

آخر میں میں اپنے ان محبین ومخلصین دوستوں کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت میں کسی بھی طور پر شریک ہوئے اور میرے ساتھی ومعاون بنے، اللہ تعالیٰ ان کے علم وعمل اوران کے اموال میں برکت عطا فرمائے۔

محتاج دعا: عاصم عبداللہ

تفصیلی فہرست

توکّل کے برکات وثمرات

نماز کی حفاظت کیجیے

زکوٰۃ کے فضائل واحکام

حج کے فضائل و احکام

جنت کے دلکش مناظر اور اس میں پہنچانے والے اعمال

جہنّم کی تباہ کاریاں اور اس میں لے جانیوالے اعمال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دل کی بات

عاصم عبداللہ بن حضرت مولانا عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

میرے والد ماجد حضرت مولانا عبدالواحد صاحب قدس اللہ سرہ ملک اور بیرون ملک کی ایک جانی پہچانی علمی اور روحانی شخصیت تھے، اور ملک کی مشہور دینی درسگاہ ''جامعہ حمادیہ'' شاہ فیصل کالونی کراچی کے بانی ومہتمم کے علاوہ کئی مدارس ومساجد کے سرپرست بھی رہے بحمد للہ اہل علم میں ایک خاص مقام تھا۔

حضرت والد صاحب ؒ کا شمار شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی ؒ کے شاگرد خاص اور قطب الاقطاب حضرت حماد اللہ ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ کے ممتاز اور اخص الخاص خلفاء میں ہوتا ہے۔

حضرت والد صاحبؒ جب تک اس دنیاء فانی میں رہے تواضع اور اخفاء کے ساتھ رہے لیکن اس کے باوجود کھلی آنکھوں سے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے عزت، شہرت اور مقبولیت کی بلندیوں پر فائز فرمایا ہوا تھا، اللہ تعالیٰ نے

آپ کو درس قرآن اور درس حدیث اور دیگر اصلاحی موضوعات پر بیان کا ایک خاص ملکہ عطا فرمایا ہوا تھا، آپ کا یہ بیان جامعہ حمادیہ میں ہو یا جامع مسجد حفیظیہ میں یا علاقے اور شہر کی کسی مسجد میں ہو، یا کسی عام جگہ پر ہو لوگ دور دور سے ان بیانات کو سننے کیلئے آتے تھے۔

آپ کے یہ بیانات عوام اور خواص دونوں کے لئے تریاق ثابت ہوا ہے اور اس سے سینکڑوں لوگوں کی زندگی میں نمایاں تبدیلیاں آئیں جن کے چہروں پر داڑھیاں نہ تھیں انہوں نے سنت کے مطابق داڑھی رکھ لی اور حرام آمدن والوں نے حلال ذرائع آمدن اپنا لئے' جن کا گھریلو ماحول بے دینی کا تھا، انہوں نے اپنے گھروں میں دینی ماحول پیدا کرنے کی کوشش شروع کردی اور اپنے بچوں کو دینی تعلیم وتربیت دینی شروع کردی۔

حضرت والد صاحب نوّر اللہ مرقدہ کی بات سننے والوں کے دل میں اترتی چلی جاتی تھی سننے والا اپنے اندر ایمانی حلاوت محسوس کرتا تھا حضرت والد صاحبؒ کے بیانات میں جو تاثیر تھی اور جو خیر وبرکت تھی اسکی ایک وجہ تو حضرت والد صاحبؒ کی للّٰہیت اور خلوص تھا اور دوسری وجہ الفاظ میں نہ کوئی تصنع اور نہ کوئی بناوٹ سہل ترین الفاظ آپکے بیانات کا حصہ ہوتے تھے۔

بعض احباب حضرتؒ کی ان تقاریر کو کیسٹ میں محفوظ کر کے مستفید ہوتے رہے الحمد للہ ان کیسٹوں کا خاطر خواہ ذخیرہ محفوظ ہے، جسے کمپیوٹر میں

بھی محفوظ کیا جاچکا ہے، اوراب بحمداللہ اصلاح وتربیت کا یہ عظیم خزانہ کاغذوں پر بھی منتقل کیا جارہا ہے۔

جب یہ تحریری افادات سینکڑوں صفحات میں محفوظ ہوگئے تو حضرت والد صاحب نوراللہ مرقدہ کے بہت سے قریبی احباب نے بااصرار مشورہ دیا کہ ان افادات کو جو مختلف موضوعات پر ہیں عنوانات کے تحت مرتب کر کے رسائل کی صورت میں شائع کیا جائے، تاکہ ان کا فائدہ عوام الناس کو پہنچے، مجھے انکی رائے بہت پسند آئی، پھر اس پر دلجمعی کے ساتھ کام شروع کردیا گیا۔

بحمداللہ ہر سال تقریباً پانچ سے چھ کتابچے تیار ہوکر چھپ کر منظرعام پر آجاتے ہیں، متعدد کتابچے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حیات میں اول تا آخر خود ملاحظہ فرمائے، خوشی اور مسرت کا اظہار فرمایا، دل سے پرخلوص دعاؤں سے نوازا، وہی دعائیں آج میری زندگی کا اثاثہ ہیں۔

فی الحال حضرت نوراللہ مرقدہ کے درسِ حدیث کے سلسلے ''مشکوٰۃ نبوت'' کو جو ماہنامہ الحماد میں ہر ماہ شائع ہوتا رہا موضوع کی مناسبت سے ''کریمی دارالکتب'' کی طرف سے اِسے کتابچے شکل میں پیش کیا جارہا ہے۔

بحمداللہ اب تک تین درجن سے زائد کتابچے شائع ہو چکے ہیں جو لوگوں کی اصلاح کا ذریعہ بن رہے ہیں۔

اب محبین ومخلصین کے اصرار پر ان مطبوعہ رسائل کے مجموعہ کو کتابی شکل میں بنام ''اصلاحی دروس'' شائع کر رہے ہیں، جس کی جلد ہفتم پیش خدمت ہے۔ آٹھویں جلد کیلئے بھی کام شروع کر دیا گیا ہے جس کی تکمیل کیلئے خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے۔

اللہ تعالیٰ امت کو اس مفید سلسلے سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہونیکی توفیق عطا فرمائے، اور ہماری مغفرت ونجات اور حضرت والد صاحب قدس اللہ سرہ کے بلندیٔ درجات کا ذریعہ بنائے اور صدق واخلاص کے ساتھ اس سلسلے کو آگے بڑھانے کی ہمت اور توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

عاصم عبداللہ

استاد ومفتی جامعہ حمادیہ کراچی

۱۵/ جمادی الثانی ۱۴۴۵ھ

بمطابق ۲۹/ دسمبر 2023ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ تحریر

استاد العلما والمشائخ، شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب دامت برکاتہم

مہتمم جامعہ باب الاسلام ٹھٹہ سندھ

خلیفہ مجاز

حضرت اقدس، ولی کامل، پیر طریقت حضرت مولانا عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حامداً و مصلیاً و مسلماً

امابعد!

ہمارے شیخ، مرشد الامہ، مصلح الکل، فنافی اللہ پیر طریقت رہبر شریعت حضرت اقدس مولانا عبدالواحد رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃ ونور اللہ مرقدہ کی پوری زندگی اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق ومحبت، کتاب وسنت کی اتباع واطاعت علوم دینیہ کی نشرواشاعت اور اصلاح امت کے لیے

وقف تھی۔ سفر میں، حضر میں، مسجد میں، دفتر میں، گھر میں، عوام میں، خواص میں، خلوت میں، جلوت میں الغرض ہر حال و ہر مقام پر کتاب وسنت پر عمل اور خلقت الٰہی کی کتاب وسنت کی طرف رہنمائی دین کی نشر واشاعت اور قرآن وحدیث کی تفسیر تشریح وتوضیح آپؒ کا محبوب وحسین شغل تھا، شہرت جاہ، ریا اور دکھلاوے سے شدید نفرت اور گمنامی تواضع، انکساری سے رغبت کی وجہ سے آپؒ کے فیض ومعرفت کو عام کرنا اور مشہور کرنا آپؒ کی حیات طیبہ میں محال وناممکن اقدام تھا۔

آپؒ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے حضرت مولانا مفتی عاصم عبداللہ صاحب زید مجدہم وبورک فی عِلمہم وعَملہم استاذ ومفتی جامعہ حمادیہ (جو علم وعمل میں آپؒ کی ہو بہو تصویر اور آپؒ کی حسن تربیت کے حسین شگوفے ونمونے ہیں۔ آپؒ کے شرعی وقانونی وارث وجانشین ہیں) نے 1995ء سے آپؒ کی مشروط ومحدود اجازت کے ساتھ آپؒ کے درسِ قرآن ودرسِ حدیث، جمعے کے بیانات اور اصلاحی مجالس کے مواعظ وتقاریر کو محفوظ کرنے اور مضامین کے شکل میں ماہنامہ الحماد، اور مستقل رسائل کی زینت بنانے کے کارخیر کا آغاز فرمایا۔ حضرتؒ نے محتاط طریقہ سے بذاتِ خود نظر ثانی فرمانے کے بعد شہرت سے نفرت اور ریا کے خوف

سے محدود حد میں اجازت عنایت فرمائی، حضرتؒ کے وصال کے بعد مکمل اتفاق ومشاورت اور میرے شدید اصرار کے تحت حضرت مفتی صاحب زیدھم کو آپؒ کی مسند خلافت تفویض ہوئی، اس کے بعد سے بعد سے ہر ملاقات میں حضرت مفتی صاحب پر یہ بارگراں اور یہ ذمہ داری ان کے دوش پر ڈالنے کی تاکید کرتا رہا ہوں کہ آپ نے حضرتؒ کے علوم وفیوض کو جاری وساری رکھنا ہے اور جو سلسلہ 1995ء میں سنبھالا اور شروع کیا اسے کما حقہ حیاً ومیتاً باقی رکھنا ہے۔

سلسلے کے تمام معمولات اور حضرتؒ کی حیات کے تمام مشاغل وفیوضات کی بھاری ذمہ داری کے ساتھ آپؒ کے فیوض وعلوم کی امت میں نشر واشاعت میں پہلے سے بھی بڑھ چڑھ کر قدم اٹھانا ہے اور آگے بڑھتے جانا ہے۔ ہماری دعائیں، محنتیں، وسائل اور مشورے آپ کے ہمقدم ہونگے۔ان شاء اللہ تعالیٰ

انتہائی خوشی ومسرت اور حمد وشکر کا مقام ہے کہ حضرت مفتی صاحب زید فضلہم نے سلسلے کے معمولات کو کما حقہ جاری رکھنے کے ساتھ ساتھ حضرت اقدسؒ کے علوم وفیوض کے سلسلہ درسِ حدیث بعنوان ''مشکوٰۃ نبوت'' کے متعدد کتب ورسائل کو حتمی طباعتی مراحل میں لے آئے ہیں۔الحمد للہ! اس وقت تک سلسلہ مشکوٰۃ نبوت کی متعدد کتابچے چھپ کر منظر عام پر آچکے ہیں۔

اب حضرت مفتی صاحب زید فضلہم انہیں مطبوعہ رسائل مجموعہ کو کتابی شکل میں ''اصلاحی دروس'' کے نام سے شائع کررہے ہیں۔ بحمداللہ گذشتہ اصلاحی دروس کی پہلی، دوسری، تیسری، چوتھی، پانچویں اور چھٹی جلد شائع ہوچکی ہے، جو عوام وخواص کے حلقوں میں بہت مقبول ہوئیں۔

پہلی جلد میں حضرت قدس سرہٗ کے درج ذیل دروس حدیث شامل ہیں۔

(۱) ایمان، زندگی کے لئے ناگزیر ضرورت

(۲) ایمان کامل کے تقاضے

(۳) رمضان المبارک کی اہمیت، آداب ومعمولات

(۴) تجلیاتِ ذکر

(۵) دُعا، دنیا وآخرت کی کامیابی کا زینہ ہے۔

دوسری جلد میں درج ذیل دروسِ حدیث ہیں۔

(۱) معاشرتی زندگی کے سنہرے اصول

(۲) بدامنی اور خون ریزی اسلام کی روشنی میں

(۳) اسلام اور عدل وانصاف

(۴) دنیا کی حقیقت اور اعمال کی ضرورت

(۵) اسلام کے معاشرتی حقوق

(۶) درود شریف کے فضائل و برکات

تیسری جلد میں درج ذیل دروسِ حدیث ہیں۔

(۱) اتباع سنت اور راہ نجات

(۲) اتبّاع سنت اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

(۳) اسلامی آدابِ زندگی

(۴) معاشرتی زندگی کے اسلامی آداب

(۵) عظمتِ قرآن اور آدابِ تلاوت

چوتھی جلد حضرت والاؒ کے درج ذیل دروس پر مشتمل ہے۔

(۱) گناہوں سے توبہ کیجئے

(۲) استغفار کے فوائد و برکات

(۳) اچھے اخلاق اپنائیے

(۴) جمعہ کی اہمیت، فضیلت آدابِ اور معمولات

(۵) تواضع وانکساری کے فوائد و برکات

پانچویں جلد حضرت والاؒ کے درج ذیل دروس پر مشتمل ہے۔

(۱) تکبر وغرور کا خوفناک انجام

(۲) تقویٰ کی برکات وثمرات

(۳) وعدہ خلافی ایک سنگین گناہ

(۴) امانت کی اہمیت اور ہماری کوتاہیاں

(۵) صدقہ کے فضائل و برکات

(۶) عشرۂ ذی الحجہ کے فضائل واحکام

چھٹی جلد میں حضرت والاؒ کے درج ذیل دروس پر مشتمل ہے

(۱) قربانی کے فضائل ومسائل

(۲) صبر کے فوائد وبرکات

(۳) شکر کی اہمیت وفضیلت

(۴) نکاح کی اہمیت، فضیلت اور احکام

(۵) بیوی کے حقوق یعنی شوہر کی ذمہ داریاں

(۶) شوہر کے حقوق یعنی بیوی کی ذمہ داریاں

ساتویں جلد میں حضرت والاؒ کے درج ذیل دروس پر مشتمل ہے

(۱) طلباء دین کا مقام وفضیلت

(۲) علماء دین کا مقام وفضیلت

(۳) مشروبات کے آداب اور احکام

(۴) سلام اور مصافحہ کے آداب

(۵) حسد ایک مہلک گناہ، اس سے بچنے کا طریقہ

آٹھویں جلد میں حضرت والاؒ کے درج ذیل دروس پر مشتمل ہے

(۱) غیبت ایک سنگین گناہ اور اس کا علاج

(۲) جھوٹ اور اس کی مروجہ صورتیں

(۳) گانے بجانے کی حرمت

(۴) زُہد کا حصول اور اس کے ثمرات

(۵) حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا زُہد

اللہ تعالیٰ حضرت والا قدس اللہ سرہ کے قیمتی دروس سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

اور اب حضرت مفتی صاحب زید فضلہم بحمد اللہ اصلاحی دروس کی نویں جلد ہدیہ قارئین کررہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب کو خوب خوب جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

ہماری دعا یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت کے جانشین وخلیفہ مجاز کی حیثیت سے حضرت مفتی صاحب کے علم وعمل اور صلاحیتوں میں ترقی نصیب فرمائے۔ آمین

اللهم وفقه لماتحب وترضىٰ من القول

والفعل والعمل والنية والاخلاص.

محمد ابراہیم عفی اللہ عنہ

(حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب دامت برکاتہم)

شیخ الحدیث ومہتمم

جامعہ باب الاسلام ٹھٹھہ

۱۳رجمادی الثانی ۱۴۴۵ھ

بمطابق 27 دسمبر 2023ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض احوال وتاثرات

پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت حضرت مولانا عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
بانی ومہتمم جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی کراچی
(جو حضرتؒ نے اپنی زندگی میں تحریر فرمایا تھا)

اللہ جل شانہٗ کا فضل وکرم، انعام اور احسانِ عظیم ہے کہ اُس ذات عالی نے بچپن سے دینی ماحول، اور ایمانی مراکز سے میرا رشتہ ناطہ جوڑا، غربت میں رکھا، غریب الوطنی میں پھینکا، تن من دھن کی آسائشوں سے دور رہا مگر علمِ دین اور دولت ایمان سے آباد جھونپڑی نما خانقاہوں اور مراکز تعلیم سے وابستہ رکھا۔ جہاں مادّی وسائل اور آسائشیں نہ ہونے کے باوجود روحانی خوشحالی، سکون اور طمانینت کی وہ دولت میسر تھی جس کے لئے دنیا کے عظیم بادشاہ بھی ترستے اور تڑپتے چلے گئے۔ (والحمدللہ علی ذالک)

دارالعلوم دیوبند سے علمی سفر طے کرتے ہوئے جب ارضِ پاک میں داخل ہوا تو صوبہ سندھ کے ایک دور افتادہ، پسماندہ، گمنام بلکہ بے نام علاقہ

ھالیجی شریف کے مقام پر قطب الاقطاب ولی کامل، جنید دوران حضرت مولانا حماد اللہ ھالیجوی قدس اللہ سرّہ العزیز کی قدموں میں جگہ ملی۔ جہاں کے چشمۂ فیض سے سیرابی کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس قابل بنادیا کہ اپنی اور اپنی اولاد کی زندگی دین کی خدمت اور دینی تعلیمات کی اشاعت کے لئے وقف ہوگئی۔

الحمدللہ زندگی کے اس دورانیئے میں جامع مسجد حفیظیہ میں درسِ قرآن ودرسِ حدیث اور اصلاحی مجلسوں اور نماز جمعہ سے قبل بیان کا سلسلہ اس کے علاوہ جامعہ حمادیہ اور علاقے کی دیگر مساجد میں بھی یہ تمام سلسلے جاری رہے، جسے بعض مخلص احباب نے اسے ٹیپ کیا اور پھر ان ٹیپ شدہ تقریروں اور بیانات کو قلم بند کروایا، اور پھر جب سے جامعہ حمادیہ کا ترجمان ''ماہنامہ الحماد '' کا اجرا ہوا تقریباً دوعشروں سے ماہنامہ الحماد کے کے صفحات پر ان دروس کو مستقل طور پر درسِ قرآن کو (نور ہدایت) اور درسِ حدیث کو (مشکوٰۃ نبوت) کے عنوان سے شائع کیا جارہا ہے۔

اوراب ضرورت اوراسکی افادیت کو محسوس کرتے ہوئے برخوردار مفتی عاصم عبداللہ سلمہ استاذ ومفتی جامعہ حمادیہ ودیگر متعلقین نے ''الحماد'' کے صفحات پر شائع شدہ ان مضامین کو کتابچے کی شکل میں شائع کرنے کا سلسلہ شروع کیا ہے کئی کتابچے شائع ہوکر لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچ چکے ہیں جو میری نظروں

سے بھی گزرے ہیں دیکھ کر بہت خوشی ہوئی کہ ماشاء اللہ برخوردار اور انکے معاونین نے بڑی محنت کی ہے اور ان مضامین میں ذیلی عنوانات لگا کر اسکی افادیت کو بڑھا دیا ہے مقصود فائدہ اور استفادہ ہے، مجھے اور شائع کنندگان کو دین کی تبلیغ اور نشر واشاعت کا فائدہ ملے گا اور پڑھنے اور مستفید ہونے والوں کو اپنی زندگی دین وشریعت کے مطابق ڈھالنے اور اللہ کی رضا حاصل کرنے کا عظیم ثمرہ حاصل ہوگا!

دعا ہے کہ جیسا کہا ہے اور نیت کی ہے اللہ تعالیٰ ایسا ہی معاملہ فرمادیں اور ہم سب کو اپنی رضا اور اخروی سرخروئی کی دولت مرحمت فرمادیں، اور اللہ تعالیٰ اسے پوری امت کیلئے نافع بنادیں اور اسے شرف قبولیت سے نوازیں۔ (آمین یارب العالمین)

وصلى الله على نبيه خاتم النبين

عبد الواحد

انتساب

اُن عظیم مشفق و مُربی ہستیوں کے نام جو تصوف وسلوک، طریقت وراہ معرفت، عبدیت وانابت، اہتمام سنت واطاعت، اصلاح ظاہر وباطن، بے نفسی وفنائیت، اخلاص کامل وللّٰہیت، تفویض وتوکل، عشق رسول ﷺ کے پیکرِ مجسّم اور اکابرین علماء دیوبند کے مسلک اعتدال اعتدال کی زبانِ ترجمان تھے۔ یعنی

شیخ العرب والعجم، سیدی وسندی

حضرت مولانا حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہٗ

اور مرشدی ومولائی ولی کامل

قطبُ الاقطاب حضرت مولانا

حمّادُاللہ ہالیجوی

رحمهم الله رحمةً واسعةً

توکّل کے برکات وثمرات

افادات

پیرِ طریقت رہبرِ شریعت

حضرۃ مولانا عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تلمیذ رشید

شیخ الاسلام حضرۃ مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفۂ مجاز

مرشد الموحدین قطب الاقطاب حضرۃ مولانا حماد اللہ ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب وتزئین

عاصم عبداللہ

کرمی دارالکتب کراچی

جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی 2 کراچی 75230

0333-2124384

انسان کی نیک بختی اور بدبختی

عَنْ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ سَعَادَةِ ابْنِ آدَمَ رِضَاهُ بِمَا قَضَى اللّٰہُ لَہٗ وَمِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ آدَمَ تَرْكُہٗ اسْتِخَارَةَ اللّٰہِ وَمِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ آدَمَ سَخَطُہٗ بِمَا قَضَى اللّٰہُ لَہٗ.

(الترمذی)

''حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: آدمی کی نیک بختی اور خوش نصیبی میں سے (یہ) بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لیے جو فیصلہ ہو وہ اس پر راضی رہے، اور آدمی کی بدبختی اور بدنصیبی میں سے یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے خیر اور بھلائی کا طالب نہ ہو اور اس کی بدنصیبی اور بدبختی یہ بھی ہے کہ وہ اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ کے فیصلہ سے ناخوش ہو۔''

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ علی ماانعم وعلمنامالم نعلم والصلوٰۃ علی افضل الرسل واکرم وعلیٰ الہ وصحبہ وبارک وسلّم، امّابعد!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمَ.
وَ تَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ وَ کَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیْلاً.

(سورۃ الاحزاب:۳)

''اور اللہ پر بھروسہ رکھو، اور کام بنانے کے لئے اللہ بالکل کافی ہے۔''

وَ مَنْ یَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ، اِنَّ اللّٰہَ بَالِغُ اَمْرِہٖ، قَدْجَعَلَ اللّٰہُ لِکُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا. (سورۃ الطلاق:۳)

''اور جو کوئی اللہ پر بھروسہ کرے، تو اللہ اُس (کا کام بنانے) کے لئے کافی ہے۔ یقین رکھو کہ اللہ اپنا کام پورا کر کے رہتا ہے۔ (البتہ اللہ نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔''

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مِنْ أُمَّتِیْ سَبْعُوْنَ أَلْفًا بِغَیْرِ حِسَابٍ ھُمُ الَّذِیْنَ لَایَسْتَرْقُوْنَ وَلَایَتَطَیَّرُوْنَ وَعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ.

(بخاری ومسلم)

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: میری امت میں ستر ہزار بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے یہ وہ بندگان خدا ہوں گے جو منتر نہیں کراتے اور شگون بد نہیں لیتے، اور اپنے پروردگار پر (صرف) توکل کرتے ہیں۔''

توکّل کا معنیٰ اور اس کی حقیقت

توکل جس کے معنی ہیں سونپ دینا، سپرد کرنا، کسی پر بھروسہ کر کے کام چھوڑ دینا۔

اصطلاح شریعت میں توکل اس کو کہتے ہیں کہ بندہ اپنے کام کے لیے سعی وتدابیر کو اختیار کر کے پھر اپنی ذاتی طاقت وقدرت سے بے پرواہ ہوکر تقدیر اور رضائے الٰہی پر کامل اعتماد کرے۔ یعنی اس بات پر یقین رکھے کہ اپنی تدبیر وسعی اور ذاتی طاقت وقدرت اللہ کی مشیت اور اس کے فیصلے کو بدل نہیں سکتی۔ قسمت کا لکھا مٹ نہیں سکتا، اگر اس کام میں بھلائی ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں ضرور کامیاب فرمائیے گا۔ اور جو تقدیر میں لکھا ہی نہیں وہ رونما نہیں ہوسکتا۔

توکل قرآن پاک کی اصطلاح کا اہم لفظ ہے، عام لوگ اس کے معنی یہ سمجھتے ہیں کہ کسی کام کے لئے جدوجہد اور کوشش نہ کی جائے، بلکہ چپ چاپ ہاتھ پاؤں توڑے کسی حجرے یا خانقاہ میں بیٹھ رہا جائے اور یہ سمجھا جائے کہ خدا کو جو کچھ کرنا ہے وہ کردیگا یعنی تقدیر میں جو کچھ ہے وہ ہوکر رہے گا، اسباب اور تدبیر کی ضرورت نہیں، لیکن یہ سراسر وہم ہے اور مذہبی، اپاہجوں کا دل خوش کن فلسفہ ہے، جس کو اسلام سے ذرّہ بھر بھی تعلق نہیں۔

اگر تدبیر اور جدوجہد کوشش کا ترک ہی توکل ہوتا تو دنیا میں لوگوں کو سمجھانے کے لئے اللہ تعالیٰ پیغمبروں کو مبعوث نہ کرتا اور نہ ان کو اپنی تبلیغ رسالت کے لئے جدوجہد اور سعی وسرگرمی کی تاکید فرماتا اور نہ اس راہ میں جان ومال کی قربانی کا حکم دیتا، نہ غزوۂ بدر واحد اور خندق وحنین میں سواروں، تیراندازوں، زرہ پوشوں اور تیغ آزماؤں کی ضرورت پڑتی اور نہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ایک قبیلہ کے پاس جاجاکر حق کی دعوت کا پیغام سنانے کی حاجت ہوتی۔

توکّل سے متعلق جس قدر آیات ہیں ان میں سے ہر ایک کا مفہوم یہی ہے کہ مشکلات کے ہجوم میں پرزور مخالفتوں کی تدبیروں سے نڈر ہوکر استقلال وہمت کے ساتھ اپنے کام میں لگے رہیں۔ اللہ پر اعتماد بھروسہ رکھیں اور اس کی مدد سے اچھے نتیجے کی کامل یقین بھی رکھیں۔

اللہ تعالیٰ دینے میں اسباب کا محتاج نہیں

ہم انسانوں کو جو حقیقتیں حضرات انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ معلوم ہوئی

ہیں، اُن میں سے ایک اہم حقیقت یہ بھی ہے کہ اس کارخانہ ہستی میں جو کچھ ہوتا ہے اور جس کو جو کچھ ملتا ہے یا نہیں ملتا ہے، سب براہ راست اللہ تعالیٰ کے حکم اور فیصلہ سے ہوتا ہے، اور ظاہری اسباب کی حیثیت اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ جو چیزوں کے ہم تک پہنچنے کے لیے اللہ ہی کے مقرر کیے ہوئے صرف ذریعے اور راستے ہیں، جس طرح کہ گھروں میں پانی جن نلوں کے ذریعہ پہنچتا ہے، وہ پانی پہنچانے کے صرف راستے ہیں، پانی کی تقسیم میں اُن کا اپنا کوئی دخل اور کوئی حصہ نہیں ہے، اسی طرح اس عالم وجود میں کارفرمائی اسباب کی بالکل نہیں ہے، بلکہ کارفرما اور مؤثر صرف اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کا حکم ہے۔

اس حقیقت پر دل سے یقین کر کے اپنے تمام مقاصد اور کاموں میں صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر اعتماد اور بھروسہ کرنا، اسی سے لو لگانا، اسی کی قدرت اور اسی کے کرم پر نظر رکھنا، اسی سے اُمید یا خوف ہونا، اور اسی سے دعا کرنا، بس اسی طرزِ عمل کا نام دین کی اصطلاح میں توکُّل ہے۔ توکُّل کی اصل حقیقت بس اتنی ہی ہے۔ ظاہری اسباب وتدابیر کا ترک کردینا، یہ توکل کے لیے لازم نہیں ہے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام خاص کر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام اور ہر دور کے عارفین کاملین کا توکل یہی تھا، یہ سب حضرات اس کارخانۂ ہستی کے اسبابی سلسلے کو اللہ کے امر وحکم کے ماتحت اور اس کی حکمت کا تقاضا جانتے ہوئے عام حالات میں اسباب کا بھی استعمال کرتے تھے، لیکن دل کا اعتماد اور بھروسہ صرف اللہ ہی کے حکم پر ہوتا تھا، اور جیسا کہ عرض کیا گیا وہ اسباب کو پانی کے

نلوں کی طرح صرف ایک راستہ اور ذریعہ ہی جانتے تھے، اور اسی واسطے وہ ان اسباب کے استعمال میں بھی اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے احکام کی تعمیل کا پورا پورا لحاظ رکھتے تھے، نیز یہ بھی یقین رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ان اسباب کی پابند نہیں ہے، وہ اگر چاہے تو ان کے بغیر بھی سب کچھ کرسکتا ہے، اور کبھی کبھی وہ اللہ تعالیٰ کی اس قدرت کا مشاہدہ اور تجربہ بھی کرتے تھے۔

ترکِ اسباب توکّل کے لیے شرط نہیں

الغرض! ترک اسباب نہ توکل کی حقیقت میں داخل ہے نہ اس کے لیے شرط ہے، ہاں اگر غلبہ حال سے اللہ کا کوئی صاحب یقین بندہ ترک اسباب کردے تو قابلِ اعتراض بھی نہیں، بلکہ ان کے حق میں یہ کمال ہی ہوگا، اسی طرح اگر اسباب سے دل کا تعلق توڑنے کے لیے اور بجائے اسباب کے اللہ پر یقین پیدا کرنے کے لیے یا دوسروں کو اس کا مشاہدہ اور تجربہ کرانے کے لیے کوئی بندہ خدا ترک اسباب کا رویہ اختیار کرلے، تو یہ بھی بالکل درست ہوگا، لیکن توکل کی اصل حقیقت صرف اسی قدر ہے جو اوپر عرض کی گئی، اور قرآن وحدیث میں اسی کی ترغیب ودعوت دی گئی ہے اور اسی کے حاملین کی مدح وثنا کی گئی ہے، اور بلاشبہ یہ توکل، ایمان اور توحید کے کمال کا لازمی ثمرہ ہے، جس کو توکل نصیب نہیں، یقیناً اس کا ایمان اور اس کی توحید کامل نہیں ہے۔

پھر توکل سے بھی آگے رضا بالقضا کا مقام ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ بندے پر جو بھی اچھے یا برے احوال آئیں وہ یقین کرتے ہوئے کہ ہر حال کا بھیجنے

والا میرا مالک ہی ہے، اس کے حکم اور فیصلہ پر دل سے راضی اور شاد رہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو توکل اختیار کرنے کا حکم

آل عمران میں فرمایا:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ، إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ. إِنْ يَنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَاغَالِبَ لَكُمْ وَ إِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهِ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ.

(سورۂ آل عمران: ۱۵۹، ۱۶۰)

"(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) اور کام (یا لڑائی) میں اُن سے مشورہ لیتے رہا کیجئے، پھر جب پکا ارادہ کرلیں تو اللہ پر بھروسہ رکھیئے، بیشک اللہ (اللہ پر) بھروسہ رکھنے والوں سے محبت فرماتے ہیں، اگر اللہ تمہارا مددگار ہو تو کوئی تم پر غالب نہ آسکے گا، اور اگر وہ تم کو چھوڑ دے تو پھر کون ہے جو اس کے بعد تمہاری مدد کرسکے، اور اللہ ہی پر چاہیے کہ ایمان والے بھروسہ رکھیں۔"

ان آیات نے توکل کی پوری اہمیت اور حقیقت ظاہر کردی کہ توکل بے دست وپائی اور ترک عمل کا نہیں، بلکہ اس کا نام ہے کہ پورے عزم وارادہ اور مستعدی سے کام کو انجام دینے کے ساتھ اثر اور نتیجہ کو خدا کے بھروسہ پر چھوڑ دیا

جائے اور یہ سمجھا جائے کہ خدا مددگار ہے تو کوئی ہم کو ناکام نہیں کرسکتا، اور اگر وہی نہ چاہے تو کسی کی کوشش و مددگار کارآمد نہیں ہوسکتی، اس لیے ہر مومن کا فرض ہے کہ وہ اپنے کام میں خدا پر بھروسہ رکھے۔

منافق اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں اور راتوں کو جوڑ توڑ کرتے ہیں، حکم ہوتا ہے کہ ان کی ان مخالفانہ چالوں کی پروانہ کرو، اور خدا پر بھروسہ رکھو، وہی تمہارے کاموں کو بنائے گا۔

فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا.

(سورۂ نساء: ۸۱)

''سو آپ ان منافقوں سے درگذر کیجئے اور اللہ پر بھروسہ رکھیئے اور اللہ کام بنانے والا ہے۔''

آغازِ اسلام کے شروع میں تین برس کی مخفی دعوت کے بعد جب اسلام کی علانیہ دعوت کا حکم ہوتا ہے، تو مخالفوں کی کثرت اور دشمنوں کی قوت سے بے خوف ہونے کی تعلیم دیجاتی ہے اور فرمایا جاتا ہے کہ ان مشکلات کی پروا کیے بغیر خدا پر توکل اور بھروسہ کر کے کام شروع کردو۔

وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ. وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ. فَإِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ إِنِّي بَرِيْءٌ مِمَّا تَعْمَلُوْنَ. وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ. الَّذِيْ يَرَاكَ حِيْنَ تَقُوْمُ. وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ.

(سورہ شعراء: ۲۱۴ تا ۲۱۹)

''اور آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے اور ان لوگوں کے
ساتھ تواضع کے ساتھ پیش آیئے، جو اہل ایمان آپ کی اتباع
کرنے والے ہیں، سو اگر وہ آپ کہا نہ مانیں تو کہہ دیجئے کہ
میں تمہارے کاموں سے الگ ہوں اور آپ اس غالب رحمت
والے پر بھروسہ رکھیئے جو آپ کو دیکھتا ہے، جب آپ کھڑے
ہوتے ہیں اور سجدہ کرنے والوں میں اٹھتے بیٹھتے ہیں۔''

دشمنوں کے نرغہ میں ہونے کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تنہائی میں راتوں کو اٹھ اٹھ کر عبادت گذار مسلمانوں کو دیکھتے پھرتے تھے، یہ جرأت اور بے خوفی اسی توکل کا نتیجہ تھا، مشکلات میں اسی توکل اور اللہ پر اعتماد کی تعلیم مسلمانون کو دی گئی ہے، غزوۂ احزاب میں منافقوں اور کافروں کی مخالفانہ کوششوں سے بے پرواہ ہوکر اپنے کام میں لگے رہنے کا جہاں حکم دیا گیا ہے، وہاں اسی توکل کا سبق بھی پڑھایا گیا ہے۔

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ، اِنَّ
اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰى اِلَيْكَ مِنْ
رَّبِّكَ، اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا وَّ تَوَكَّلْ
عَلَى اللّٰهِ، وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا. (سورۃ احزاب: ۳)

''اے پیغمبر! اللہ سے ڈرتے رہیے اور منافقوں اور کافروں کا
کہا نہ مانیئے، بیشک اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے، اور جو

آپ پر آپ کے پروردگار کی طرف سے وحی کی جاتی ہے، اس کے پیچھے چلئے، بیشک اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے اور اللہ پر بھروسہ رکھیئے اور اللہ کام بنانے کو کافی ہے۔"

اللہ تعالیٰ کی رحمت اور کرم پر ہمیشہ ایک مسلمان کو بھروسہ رکھنا چاہئے اور گمراہیوں کی ہدایت کا فرض ادا کرنے کے بعد اُن کی شرارتوں سے پراگندہ خاطر نہ ہونا چاہئے، کفار کو یہ آیت سنادینی چاہئے۔

قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ. (سورہ الملک:۲۸)

"(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیجئے کہ وہی رحم والا ہے، ہم اُس پر ایمان لائے اور اسی پر بھروسہ کیا سو تم عنقریب جان لوگے، کون کھلی گمراہی میں ہے۔"

جس طرح ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اور عام مسلمانوں کو ہر قسم کی مصیبتوں، مخالفتوں، اور مشکلوں میں خدا پر توکل اور اعتماد رکھنے کی ہدایت بار بار ہوئی ہے، آپ سے پہلے پیغمبروں کو بھی اس قسم کے موقعوں پر اسی کی تعلیم دی گئی ہے۔ پورا قرآن اس طرح کی تعلیمات سے بھرا پڑا ہے۔

توکل کرنے والا بغیر حساب جنت میں داخل ہوگا

عَنْ ابْنِ عَبَّاس رضی اللہ تعالیٰ عنهما قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ

مِنْ اُمَّتِیْ سَبْعُوْنَ اَلْفًا بِغَیْرِ حِسَابٍ هُمُ الَّذِیْنَ لَایَسْتَرْقُوْنَ وَلَایَتَطَیَّرُوْنَ وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ.

(رواه البخاری ومسلم)

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: میری امت میں سے ستر ہزار بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے، یہ وہ بندگانِ خدا ہوں گے جو منتر نہیں کراتے، اور شگونِ بد نہیں لیتے، اور اپنے پروردگار پر توکل کرتے ہیں۔''

فائدہ

اس حدیث کا مطلب صحیح طور پر سمجھنے کے لیے پہلے یہ جان لینا چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت مبعوث ہوئے اس وقت اہلِ عرب میں دوسری بہت سی چھوٹی بڑی قابلِ اصلاح برائیوں کے علاوہ یہ دو برائیاں بھی عام طور پر رائج تھیں۔ ایک یہ کہ جب وہ خود یا اُن کے بچے کسی بیماری اور دکھ درد میں مبتلا ہوتے، تو اس وقت کے منتر کرنے والوں سے منتر کراتے اور سمجھتے کہ یہ جنتر منتر دکھ اور بیماری کو بھگانے کی ایک آسان تدبیر ہے (اور یہ منتر عموماً جاہلیت کے زمانہ ہی کے تھے) اور دوسرے یہ کہ جب وہ کوئی ایسا کام کرنے کا ارادہ کرتے جس میں نفع اور نقصان، ہار اور جیت دونوں کا احتمال ہوتا تو شگون لیتے اور اگر شگون بُرا نکلتا تو سمجھتے کہ یہ کام ہم کو راست نہیں آئے گا، اس لیے

پھر اس کو نہیں کرتے تھے، الغرض شگون کو بھی وہ نقصان سے بچنے کی ایک آسان تدبیر جانتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں چیزوں کی مختلف موقعوں پر مذمت فرمائی اور تعلیم دی کہ بیماری دور کرنے کے لیے منتر نہ کرائے جائیں، شگون بد لینے اور اس کا اثر قبول کرنے کا یہ طریقہ بھی چھوڑا جائے، اور یقین رکھا جائے کہ بیماری اور تندرستی اور نفع نقصان سب کچھ اللہ ہی کے اختیار میں ہے، لہٰذا اس پر بھروسہ کیا جائے اور اپنے مقاصد اور ضروریات کے لیے صرف وہی اسباب اور تدابیر استعمال کی جائیں جو اس کی مرضی کے خلاف نہیں ہیں، کیونکہ اصل کارفرما اور موثر اسباب نہیں ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کا حکم ہے، لہٰذا کسی مقصد کے لیے ایسے اسباب استعمال کرنا جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں سخت حماقت کی بات ہے۔

پس اس حدیث کا مطلب یہی ہے کہ جنت میں بے حساب جانے والے یہ بندگانِ خدا وہ ہوں گے جنہوں نے اللہ پر اعتماد اور بھروسہ کر کے منتر اور شگونِ بد کے ان غلط طریقوں کو چھوڑ دیا۔

ان حدیث میں جنت میں بے حساب داخل ہونے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امتیوں کی تعداد ستر ہزار بتلائی گئی ہے، یہ تعداد صرف اُن کی ہے جو اس فضیلت کے درجہ اول میں مستحق ہوں گے، ورنہ ایک دوسری حدیث میں یہ اضافہ بھی آیا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ستر ستر ہزار

اور بھی بے حساب ہی جنت میں داخل کئے جائیں گے۔علاوہ ازیں یہ بات کئی دفعہ ذکر کی جا چکی ہے کہ عربی زبان اور محاورات میں یہ عدد صرف کثرت اور غیر معمولی بہتات کے اظہار کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے اور اس حدیث میں غالباً ایسا ہی ہے۔ واللہ اعلم

توکل ذریعہ اطمینان

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رضی اللّٰہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِقَلْبِ ابْنِ آدَمَ بِکُلِّ وَادٍ شُعْبَۃً فَمَنْ اتَّبَعَ قَلْبَہُ الشُّعَبَ کُلَّھَا لَمْ یُبَالِ اللّٰہُ بِاَیِّ وَادٍ اَھْلَکَہُ وَمَنْ تَوَکَّلَ عَلَی اللّٰہِ کَفَاہُ الشُّعَبَ . (رواہ ابن ماجہ)

”حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کے دل کے لیے ہر میدان میں ایک شاخ ہے (یعنی ہر میدان میں آدمی کے دل کی خواہش پھیلی ہوئی ہیں) پس جو آدمی اپنے دل کو ان سب شاخوں اور خواہشوں میں لگا دے گا، اور فکر کے گھوڑے ہر طرف دوڑائے گا تو اللہ کو پرواہ نہ ہوگی کہ کونسی وادی اور کس میدان میں اس کی ہلاکت ہو، اور جو آدمی اللہ پر بھروسہ کرے (اور اپنی حاجتیں اس کے سپرد کردے اور

اپنی زندگی کو اس کا تابع فرماں بنادے) تو اللہ تعالیٰ اس کی
ساری ضرورتوں کے لیے کفایت کرے گا (اور اس کو دل
کے اطمینان سکون کی وہ دولت نصیب ہوگی جو اس دنیا کی
سب سے بڑی دولت ونعمت ہے)۔"

فائدہ

حاصل اور اصل پیغام اس حدیث کا یہ ہے کہ بندہ اپنی ساری ضروریات کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردے، اور اس پر توکل اور اعتماد کرے، اور اس کے احکام کا پابند ہوکر زندگی گذارے، اور دنیوی ضرورتوں کے سلسلہ میں اپنی جدوجہد کو بھی اس کے احکام کے تحت کردے، پھر اللہ اس کے لیے کافی ہوگا اور وہی اس کی ضرورتیں پوری کرتا رہے گا۔

الٰہیات کی بعض کتابوں میں بیان کیا گیا ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ "قسم ہے اپنی عزت وجلال کی۔" یقیناً میں اس شخص سے انقطاع کرلیتا ہوں جو میرے علاہ کسی اور سے اپنی امید وابستہ کرتا ہے اور لوگوں کی نظر میں اس کو ذلت کی پوشاک پہنا دیتا ہوں، یعنی لوگوں کے سامنے اس کو ذلیل وخوار کردیتا ہوں، اس کو اپنے قرب سے محروم کردیتا ہوں اور اپنے وصل سے دور کردیتا ہوں، پس یقینی بات یہ ہے کہ میں اس کو حیرانی وپریشانی اور تفکرات کے اندھیروں میں پھینک دیتا ہوں! کیا وہ شخص اپنی مشکلات اور پریشانیوں کے وقت میرے علاوہ کسی اور سے امید رکھتا ہے جبکہ پریشانیاں اور مشکلات میرے

ہاتھ میں ہیں؟ میں الحی القیوم ہوں، وہ شخص فکر و پریشانی کے عالم میں دوسروں کے دروازوں کو کھٹکھٹاتا پھرتا ہے، جبکہ تمام دروازوں کی کنجیاں میرے ہاتھ میں ہیں اور دروازے بند ہیں۔ میرا دروازہ ہر اس شخص کے لیے کھلا ہوا ہے جو میری طرف آئے اور مجھ سے دعا مانگے۔

نفع ونقصان اللہ کے ہاتھ میں

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِی اللّٰہ تعالیٰ عنہما قَالَ کُنْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا فَقَالَ یَا غُلَامُ إِنِّیْ أُعَلِّمُکَ کَلِمَاتٍ احْفَظِ اللّٰہَ یَحْفَظْکَ احْفَظْ اللّٰہَ تَجِدْہُ تِجَاھَکَ إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰہَ وَ إِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰہِ وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّۃَ لَوْ اِجْتَمَعَتْ عَلَی أَنْ یَنْفَعُوْکَ بِشَیْءٍ لَمْ یَنْفَعُوْکَ إِلَّا بَشَیْءٍ قَدْ کَتَبَہُ اللّٰہُ لَکَ وَلَوْ اجْتَمَعُوْا عَلَی أَنْ یَضُرُّوْکَ بَشِیْءٍ لَمْ یَضُرُّوْکَ إِلَّا بَشَیْءٍ قَدْ کَتَبَہُ اللّٰہُ عَلَیْکَ رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ.

(رواہ احمد والترمذی)

”حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک ہی سواری پر آپ کے پیچھے سوار تھا کہ آپ نے مجھے مخاطب

کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے لڑکے تو اللہ تعالیٰ کا خیال رکھ (یعنی اس کے احکام کی تعمیل اور اس کے حقوق کی ادائیگی سے غافل نہ ہو) اللہ تعالیٰ تیرا خیال فرمائے گا، اور دنیا وآخرت کی آفات وبلیات سے تیری حفاظت کرے گا، تو اللہ کو یاد رکھ، جیسا کہ یاد رکھنا چاہیے، (پھر) اس کو تو اپنے سامنے پائے گا، اور جب تو کسی چیز کو مانگنا چاہے تو بس اللہ سے مانگ، اور جب کسی ضرورت اور مہم میں تو مدد کا محتاج اور طالب ہو تو اللہ ہی سے امداد واعانت طلب کر، اور اس بات کو دل میں بٹھالے کہ اگر ساری انسانی برداری بھی باہم متفق ہوکر اور جُڑ کر چاہے کہ تجھ کو کسی چیز سے نفع پہنچائے تو صرف اسی چیز سے تجھ کو نفع پہنچا سکے گی، جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے مقدر کردی ہے، اس کے سوا کسی چیز سے نہیں، اور اسی طرح اگر ساری انسانی دنیا تجھ کو کسی چیز سے نقصان پہنچانا چاہے تو صرف اُسی چیز سے نقصان پہنچا سکے گی جس سے نقصان پہنچنا اللہ تعالیٰ نے پہلے سے ہی تیرے لیے مقدر کردیا ہے، اس کے سوا کسی چیز سے تجھے کوئی نقصان نہیں پہنچایا جاسکے گی، اُٹھ چکے قلم اور خشک بھی ہوچکے صحیفے۔“

فائدہ

حدیث کا مطلب ومنشاء اوراس کی روح یہی ہے کہ ہر قسم کا نفع ونقصان اور دکھ آرام صرف اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے، اس کے سوا کسی کے بس میں کچھ بھی نہیں، حتیٰ کہ اگر ساری دنیا کے انسان مل کر کسی بندہ کو کوئی نفع یا نقصان، یا دکھ یا آرام پہنچانا چاہیں تب بھی اللہ کے حکم اوراس کے فیصلے کے خلاف کچھ نہیں کر سکتے، وجود میں وہی آئے گا اور وہی ہوگا جس کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلے ہی فیصلہ ہو چکا ہے اور قلم تقدیر جس کو اب سے بہت پہلے لکھ کر فارغ ہو چکا ہے، اوراس کی تحریر خشک بھی ہو چکی ہے۔ایسی صورت میں اپنی حاجات کے لیے کسی مخلوق سے سوال کرنا اوراس سے مدد مانگنا صرف نادانی اور گمراہی ہے، لہٰذا جو مانگنا ہو اللہ سے مانگو اور اپنی حاجات کے لیے اُسی کے آگے ہاتھ پھیلاؤ۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے:

اللّٰہ یغضب اَنْ ترکت سوالہ

و ابناء آدم حین تسأل تغضب

”اللہ تعالیٰ تو اس وقت خفا ہوتا ہے جب تم اس سے سوال نہ کرو، اور آدم کے بیٹے اس وقت خفا ہوتے ہیں جب کوئی ان سے سوال کرے۔“

اللہ سے سوال اللہ کے فضل کا سبب ہے، وہ بندوں کو محروم نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے درکا رسوالی بنائے۔ (آمین)

رزق مقدر ضرور مل کر رہے گا

عن ابن مسعود رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم لیس من شیئٍ یقربکم الی الجنة ویباعدکم من النار الاقد امرتکم به ولیس شیئٌ یقربکم من النار ویباعدکم من الجنة الا قد نهیتکم عنهُ وان الروح الامین (وفی روایة وان روح القدس) نفث فی روعی ان نفساً لن تموت حتّٰی تستکمل رزقها الا فاتقوا اللّٰہ واجمعوا فی الطلب ، ولایحملنکم استبطاء الرزق ان تطلبوه بمعاصی اللّٰہ فانهٗ لایدرک ما عنداللّٰہ الابطاعته.

(البیهقی فی شعب الایمان)

’’حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اے لوگو! نہیں ہے کوئی چیز ایسی جو جنت سے تم کو قریب اور دوزخ سے تم کو بعید کرے مگر اس کا حکم میں تم کو دے چکا ہوں، اور اسی طرح نہیں ہے کوئی چیز ایسی دوزخ سے تم کو قریب اور جنت سے بعید کرے، مگر میں تم کو اس سے منع

کر چکا ہوں (یعنی کوئی نیکی اور ثواب کی بات ایسی باقی نہیں رہی جس کی تعلیم میں نے تم کو نہ دے دی ہو، اور کوئی بدی اور گناہ کی بات ایسی نہیں رہی جس کی میں نے تم کو ممانعت نہ کر دی ہو، اس طرح اوامر ونواہی کی پوری تعلیم میں تم کو دے چکا ہوں، اور اللہ کے تمام مثبت ومنفی احکام جو مجھے ملے تھے وہ میں تم کو پہنچا چکا ہوں) اور الروح الامین نے اور ایک روایت میں ہے کہ روح القدس نے (اور دونوں سے مراد جبرائیل امین ہیں) ابھی میرے دل میں یہ بات ڈالی ہے (یعنی اللہ کی طرف سے یہ وحی پہنچائی ہے کہ کوئی متنفس اس وقت تک نہیں مرتا جب تک کہ اپنا رزق پورا نہ کرلے (یعنی اس کو اس کے مرنے سے پہلے اس کا مقدر رزق ضرور بالضرور مل جاتا ہے، اور جب تک رزق پورا نہ ہو جائے اس کو موت آ ہی نہیں سکتی ہے، لہٰذا اے لوگو! خدا سے ڈرو اور تلاش رزق کے سلسلہ میں نیکی اور پرہیزگاری کا رویہ اختیار کرو، اور روزی میں کچھ تاخیر ہو جانا تمہیں اس پر آمادہ نہ کردے کہ تم اللہ کی نافرمانیوں اور نامشروع طریقوں سے اس کے حاصل کرنے کی فکر

وکوشش کرنے لگو، کیونکہ جو کچھ اللہ کے قبضہ میں ہے وہ اس
کی فرمانبرداری اور طاعت گذاری ہی کے ذریعہ اس کو
حاصل کیا جاسکتا ہے۔"

فائدہ

حدیث کا ابتدائی حصہ صرف تمہید ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس موقع پر دراصل وہی خاص بات اپنے مخاطبین کو بتلانا اور پہنچانا چاہتے تھے جو جبرئیل امین علیہ السلام نے اُس وقت آپ کے دل میں ڈالی تھی، لیکن مخاطبین کے ذہنوں کو پوری طرح متوجہ کرنے کے لیے آپ نے پہلے ارشاد فرمایا کہ لوگو! حلال حرام اور گناہ وثواب کی پوری تعلیم میں تم کو دے چکا ہوں، اب ایک اہم تکمیلی بات جو ابھی جبرئیل امین نے مجھے پہنچائی ہے، میں تم کو بتانا چاہتا ہوں۔

اس تمہید کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے مخاطبین کے ذہنوں کو بیدار اور متوجہ کیا، اور اس کے بعد وہ خاص بات ارشاد فرمائی جس کا حاصل یہ ہے کہ ہر شخص کا رزق مکتوب اور مقدر ہو چکا ہے، وہ مرنے سے پہلے پہلے اس کو مل کر رہے گا، اور جب معاملہ یہ ہے تو آدمی کو چاہئے کہ اگر روزی میں کچھ تنگی اور تاخیر بھی ہو جب بھی وہ اس کے حاصل کرنے کے لیے کوئی ایسا قدم نہ اُٹھائے جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہو، اور جس میں اس کی نافرمانی ہوتی ہو، بلکہ اللہ تعالیٰ کی رزاقیت پر یقین رکھتے ہوئے صرف حلال اور مشروع طریقوں ہی سے اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرے، کیونکہ اللہ کا

فضل وانعام، اس کی فرمانبرداری اوراطاعت شعاری ہی کے راستہ سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

اللہ پر توکل کا ایک حیرت انگیز واقعہ

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں) اللہ کا ایک بندہ اپنے اہل وعیال کے پاس پہنچا جب اس نے ان کو فقر وفاقہ کی حالت میں دیکھا (الحاح کے ساتھ اللہ سے دعا کرنے کے لیے) جنگل کی طرف چل دیا، جب اس کی نیک بی بی نے دیکھا (شوہر اللہ تعالیٰ سے مانگنے کے لیے گئے ہیں، تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم پر بھروسہ کر کے اس نے تیاری شروع کردی) وہ اٹھ کر چکی کے پاس آئی اور اس کو تیار کیا (تاکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کہیں سے کچھ غلہ آئے تو جلدی سے اس کو پیسا جاسکے) پھر وہ تنور کے پاس گئی اور اس کو گرم کیا (تاکہ آٹا پس جانے کے بعد پھر روٹی پکانے میں دیر نہ لگے) پھر اس نے خود بھی دعا کی اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا اے مالک! ہمیں رزق دے، اب اس کے بعد اس نے دیکھا کہ چکی کے اردگرد آٹے کے لیے جو جگہ بنی ہوتی ہے (جس کو چکی کا گراؤنڈ اور کہیں کہیں چکی بھر بھی

کہتے ہیں) وہ آٹے سے بھری ہوئی ہے، پھر وہ تنور کے پاس گئی تو دیکھا کہ تنور بھی روٹیوں سے بھرا ہوا ہے (اور جتنی روٹیاں اس میں لگ سکتی ہیں، لگی ہوئی ہیں) اس کے بعد اس بیوی کے شوہر واپس آئے اور بیوی سے پوچھا کہ میرے جانے کے بعد تم نے کچھ پایا؟ بیوی نے بتایا کہ ہاں ہمیں اپنے پروردگار کی طرف سے ملا ہے (یعنی براہ راست خزانہ غیب سے اس طرح ملا ہے) یہ سن کر یہ بھی چکی کے پاس گئے (اور اس کو اٹھا کر دیکھا یعنی تعجب اور شوق میں غالباً اس کا پاٹ اٹھا کر دیکھا) پھر جب یہ ماجرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ معلوم ہونا چاہیے کہ اگر یہ اس کو اُٹھا کر نہ دیکھتے تو چکی قیامت تک یوں ہی چلتی رہتی، اور اس سے ہمیشہ آٹا نکلتا رہتا۔"

فائدہ

اس روایت میں جو واقعہ نقل کیا گیا ہے وہ خوارق کے قبیل سے ہے، اس دنیا میں عام طور سے اللہ تعالیٰ کی عطائیں اسباب ہی کے سلسلہ سے ملتی ہیں، لیکن کبھی کبھی اللہ کی قدرت کا یہ تماشا بھی ظہور میں آتا ہے کہ عالمِ اسباب کے عام دستور کے خلاف براہ راست اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ایسے واقعات

ظاہر ہوتے ہیں، بیشک اللہ تعالیٰ جو زمین وآسمان کا پیدا کرنے والا ہے، اس کے لیے یہ کچھ بھی مشکل نہیں۔ پھر اس قسم کے واقعات اگر اللہ کے کسی پیغمبر کے ہاتھ پہ ایسے واقعہ کا ظہور ہو تو اس کو کرامت کہا جاتا ہے۔

ان دونوں میاں بیوی نے اللہ تعالیٰ پر پوری طرح یقین کر کے اس سے روزی مانگی تھی، اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو اس طرح قبول کیا کہ خارق عادت طریقہ سے ان کے لیے روزی کا سامان بھیجا، غیب سے چکی میں آٹا آگیا اور تنور میں روٹیاں لگ گئیں۔

جو لوگ یقین اور توکل کی دولت سے محروم اور اللہ کی قدرت کی وسعتوں سے نا آشنا ہیں، ان کے دلوں میں شاید اس قسم کی روایات پر شبہات اور وساوس پیدا ہوتے ہوں، لیکن اللہ کے جن بندوں کو یقین و توکل اور اللہ تعالیٰ کی صفات معرفت کا کچھ حصہ ملا ہے، اُن کے لیے تو ایسے واقعات میں کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا اعلان:

وَ مَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ. (الطلاق)

"اور جو کوئی اللہ پر توکل کرے (جیسا کہ توکل کا حق ہے) تو اس کے لیے اور اس کے کام بنانے کے لیے کافی ہے۔"

انسان کی نیک بختی اور بدبختی

عَنْ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ سَعَادَةِ ابْنِ آدَمَ رِضَاهُ بِمَا قَضَى اللّٰهُ لَهٗ وَمِنْ

شَقَاوَةِ ابْنِ آدَمَ تَرْكُهُ اسْتِخَارَةَ اللّٰهِ وَمِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ آدَمَ سَخَطُهُ بِمَا قَضَى اللّٰهُ لَهُ. (الترمذی)

''حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: آدمی کی نیک بختی اور خوش نصیبی میں سے (یہ) بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لیے جو فیصلہ ہو وہ اس پر راضی رہے، اور آدمی کی بدبختی اور بدنصیبی میں سے یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے خیر اور بھلائی کا طالب نہ ہو اور اس کی بدنصیبی اور بدبختی یہ بھی ہے کہ وہ اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ کے فیصلہ سے ناخوش ہو۔''

فائدہ

اللہ کے فیصلے اور اس کی تقدیر سے بعض اوقات بندہ پر ایسے حالات آتے ہیں جو اُس کی طبیعت اور چاہت کے خلاف ہوتے ہیں، ایسے موقع پر بندہ کی سعادت اور نیک بختی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو علیم کل اور حکیم مطلق اور روف بالعباد یقین کرتے ہوئے اس کے فیصلے پر راضی رہے۔

جو شخص قضائے الٰہی پر راضی رہتا ہے، اس کو سکون قلب، ذہنی فراغت واطمینان اور خاطر جمعی کی دولت نصیب ہو جاتی ہے اور یہ چیز ایسی ہے کہ اس کی وجہ سے انسان اپنے معاملات وکاروبار اور خاص طور پر حق تعالیٰ کی طاعت وعبادت میں نہایت سکون واطمینان کے ساتھ مشغول رہتا ہے۔ اس کے برعکس

جو شخص تقدیر پر اعتقاد نہیں رکھتا یا قسمت کے لکھے پر راضی نہیں ہوتا وہ ذرا ذرا سی مصیبت اور حادثات پر متفکر اور پراگندہ خاطر رہتا ہے، اور یہ اُدھیڑ بُن اس کو اپنے مقاصد ومعاملات اور طاعات وعبادات میں دل ودماغ کے سکون واطمینان سے محروم رکھتی ہے کہ یہ مصیبت کیوں آ گئی ، فلاں حادثہ کیسے رونما ہو گیا اور یہ بات اس طرح کیوں نہ ہو گئی؟

تقدیر کے خلاف انسان کی ناراضگی وغصہ یہی ہے کہ وہ اس بات کا ذکر کرے اور اس چیز کو اپنے حق میں بہتر قرار دے دے، جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کے مقدر میں نہیں لکھا ہے اور ظاہر ہے کہ جو چیز خدا نے اس کے مقدر میں لکھ دی ہے وہ یقینی طور پر اس چیز سے بہتر اور اولیٰ ہے جس کا اچھا اور برا ہونا سرے سے یقینی ہی نہیں ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا:

عَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ. (سورۂ بقرہ: ۲۱۶)

’’یہ بالکل بعید نہیں ہے کہ تم کسی چیز کو (اپنے حق میں) بری سمجھو مگر حقیقت میں وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور یہ بھی بعید نہیں ہے کہ کسی چیز کو تم (اپنے حق میں) اچھی سمجھو مگر (حقیقت میں وہ تمہارے لیے بری ہو، یہ صرف اللہ ہی جانتا ہے تم نہیں جانتے (کہ تمہارے حق میں کونسی چیز اچھی ہے اور کونسی چیز بُری)۔‘‘

جب یہ یقین واعتقاد پختہ ہوجائے تو پھر اس یقین واعتقاد کے ذریعہ آگے کا درجہ اختیار کرے کہ اس دنیا میں اور ہماری زندگی میں جو کچھ بھی وقوع پذیر ہوتا ہے وہ سب اللہ کی طرف سے اور اس کے حکم وفیصلہ کے مطابق ہے اور جو بھی چیز اللہ کے حکم وفیصلہ کے مطابق ہوتی ہے وہ حقیقت اور انجام کے اعتبار سے خیر وبھلائی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوسکتی۔

مؤمن کو اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین ہونا چاہئے

مومن کی زندگی کا ایک خاص امتیاز یہ ہے کہ وہ اللہ رب العزت کو فاعل حقیقی سمجھتا ہے۔ وہ یہ جانتا ہے کہ کائنات میں جو کچھ ہورہا ہے، اللہ کی مرضی سے ہورہا ہے، لہٰذا ہر معاملے میں اس کی توجہ اللہ رب العزت کی ذات کی طرف رہتی ہے۔ مومن کو اللہ کے وعدوں پر بھروسہ ہوتا ہے، یقین ہوتا ہے، اعتماد ہوتا ہے، اس کے دل میں یہ بات ہوتی ہے کہ اگر میں اللہ رب العزت کے حکم کے مطابق زندگی گزاروں گا تو اللہ میری مدد فرمائیں گے اور وہ مجھے کامیاب زندگی عطا کریں گے۔

چوں کہ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں فرمایا:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً. وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ. (سورة النحل:۹۷)

''جس شخص نے بھی مؤمن ہونے کی حالت میں نیک عمل کیا ہوگا، چاہے وہ مرد ہو یا عورت، ہم اُسے پاکیزہ زندگی

بسر کرائیں گے، اور ایسے لوگوں کو اُن کے بہترین اعمال کے
مطابق اُن کا اجر ضرور عطا کریں گے۔‘‘

جب اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ زندگی عطا کرنے کا وعدہ فرمایا تو مومن کو اس کے اوپر سو فیصد یقین ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت مدد فرمائیں گے اور میری زندگی ایک کامیاب زندگی ہوگی۔ اس لیے کہ وہ اسباب میں قدم تو بڑھاتا ہے، اسباب اختیار کرتا ہے، اپنی طرف سے محنت تو کرتا ہے لیکن وہ نتائج اللہ کے حوالے کر دیتا ہے۔ یہ جو ایک خاص نکتہ ہے کہ محنت تو کرنا، مگر نتیجہ اللہ کے حوالے کر دینا، جو بھی ہو اس کے اوپر راضی رہنا، اس کو ’’توکل‘‘ کہتے ہیں۔ یہی ایک مؤمن کی شان ہے۔

توکل نہ ہونے کا نقصان

ہم نے دیکھا ہے کہ جن لوگوں کی زندگیوں میں توکل نہیں ہوتا وہ بہت پریشانیوں کا وقت گزارتے ہیں۔ چنانچہ کتنے لوگ ہیں جو کاروباری ہوتے ہیں مگر ان کے دماغ پر اثر ہو جاتا ہے، دماغی مریض بن جاتے ہیں اور اس کی بنیادی وجہ کیا ہوتی ہے؟ جب ان کے کاروبار کا نقصان ہوتا ہے، ان کا پلانٹ بند ہوتا ہے اور وہ سوچتے ہیں کہ ایسا کیوں ہوا؟ تو وہ نتیجہ یہ نکالتے ہیں:

......اوہو! میں نے اپنی تشہیر ٹھیک نہ کی۔

......اوہو! میں نے منصوبہ بندی ٹھیک نہ کی۔

......اوہو! میں نے اپنے مقاصد کا صحیح تعین نہ کیا۔

......اوہو! میں نے فلاں چیز کا ٹھیک سے جائزہ نہ لیا۔

اس لیے یہ ہوگیا۔ اب چونکہ وہ ان چیزوں کو سامنے رکھتے ہیں کہ میں نے یہ نہ کیا، وہ نہ کیا اور اس وجہ سے میں نقصان اٹھا بیٹھا، لہٰذا ان کے دماغ پر اثر ہو جاتا ہے اور دماغی مریض بن جاتے ہیں۔

لہٰذا ہر مومن کو چاہیے کہ وہ دنیا، دنیا کے مال واسباب اور کسب وعمل کو محض حصول رزق کا ایک ظاہری وسیلہ وبہانہ اور سبب سمجھے، اس سے زیادہ اور کچھ نہ جانے۔

توکل کا فائدہ

توکل بذات خود وہ واحد قوی ذریعہ ہے جس پر اگر انسان صدق واخلاص کے ساتھ عامل ہو جائے تو خدا کی طرف سے ضروریات زندگی کی تکمیل خود بخود ہونے لگتی ہے اور اس راہ کو اختیار کرنے کی وجہ سے نہ صرف نفس کی تشویش رفع ہو جاتی ہے بلکہ کمالِ ایمان کا درجہ بھی نصیب ہو جاتا ہے، اس کے برخلاف توکل کو ترک کر دینے والا نہایت سخت تفکرات واوہام میں مبتلا ہو جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نہ اس کو سکون واطمینان کے ساتھ طاعت وعبادات کا موقع نصیب ہوتا ہے اور نہ اس اطاعت وعبادت میں حلاوت ولذت نصیب ہوتی ہے، اور روزی کی فکر وغم اس کو اس طرح پراگندۂ خاطر اور پریشان حال بنا دیتا ہے کہ وہ کوئی بھی نیک عمل یقینی قوت وحلاوت کے ساتھ انجام نہیں دے سکتا، لہٰذا توکل کی راہ اختیار کرنا ہر شخص کے لیے لازمی امر ہے کہ اس کے بغیر وہ

اعلیٰ مراتب تک پہونچنے کی طاقت نہیں رکھ سکتا، جیسا کہ ایک طویل حدیث میں جو آگے آئے گی، فرمایا گیا ہے کہ جو شخص اس بات کو پسند کرے کہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ قوی ہو تو اس کو چاہئے کہ توکل کی راہ اختیار کرے۔

توکل کے تین درجے

علماء نے لکھا ہے کہ توکل کے تین درجے ہیں۔

پہلا درجہ...... فرض کے درجے میں اسباب اختیار کرنا

ایک درجہ یہ ہے کہ انسان اسباب کو اختیار کرے۔ ذہن میں رکھے کہ اسباب کو اختیار کرنے پر یقینی نتیجہ ملے گا۔ مثال کے طور پر بھوک لگی ہے تو مجھے پتہ ہے کہ میں روٹی کھاؤں گا تو میری بھوک یقیناً اتر جائے گی۔ پیاس لگی ہے، میں پانی پیوں گا تو یقیناً پیاس بجھ جائے گی۔ مجھے نیند آرہی ہے، پتہ ہے کہ اگر میں پانچ چھ گھنٹے سو جاؤں گا تو طبیعت فریش ہو جائے گی۔ تو یہ یقینی نتائج دینے والے اسباب کہلاتے ہیں، ان اسباب کو اختیار کرنا بندے کے اوپر فرض ہوتا ہے۔ چنانچہ جب بھوک لگے تو کھانا کھائے، جب اس کو پیاس لگے تو پانی پیے، یہ نہیں کہ سست ہو کر بیٹھا رہے اور کہے جی! خود بخود میری پیاس ختم ہو جائے گی، ایسا نہیں ہے، وہ اسباب اختیار کرے گا تو پھر اللہ تعالیٰ پیاس اتاریں گے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ سبب اختیار کرنے کے باوجود بھی پیاس نہیں اترتی۔ ایک بیماری ہے، جس کو کہتے ہیں استسقا کی بیماری۔ اس بیماری میں

انسان اتنا پانی پیتا ہے، اتنا پانی پیتا ہے کہ پانی پی پی کر پیٹ پھٹنے کو آتا ہے لیکن پیاس ختم نہیں ہوتی۔ یا اللہ! اتنی پیاس! اتنی پیاس کہ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتی۔ تو معلوم ہوا کہ ہم اگر ایک گلاس پانی پیتے ہیں تو وہ ایک گلاس پانی پیاس کو نہیں بجھاتا۔ پیاس کو کون بجھاتا ہے؟ اللہ رب العزت بجھاتے ہیں۔ فرمایا:

تو پہلا درجہ یہ ہے کہ وہ اسباب اختیار کرنا جو یقینی طور پر انسان کو فائدہ دیتے ہیں، ان کو اختیار کرنا فرض ہوتا ہے۔ یعنی پیاس لگی ہے تو بدن کو پانی دو، بھوک لگی ہے تو کھانا دو اور نیند آئی ہے تو نیند دو۔ اس لیے نبی نے فرمایا:

لِنَفْسِکَ عَلَیْکَ حَقٌّ. (مسند احمد بن حنبل: ۷۸۶۸)

''تمہارے نفس کا بھی تمہارے اوپر حق ہے۔''

جو اس کی ضروریات ہیں تم وہ ضروریات اس کو فراہم کرو۔ تو یہ پہلا درجہ ہے جو فرض ہے۔

دوسرا درجہ...... ظنی اسباب کو اختیار کرنا

ایک دوسرا درجہ یہ ہے کہ جس میں نتیجہ ظن کے درجے میں ہوتا ہے، یقین کے درجہ میں نہیں۔ ظن کہتے ہیں گمان کو۔ انسان کو گمان ہوتا ہے کہ ہاں! یہ سبب فائدہ دے گا۔ مثال کے طور پر سر میں درد ہے تو درد کی گولی کھالو۔ یہ ایک ظن ہے۔ ظن کا کیا معنی کہ گولی کھانے سے وہ درد ختم ہو جائے گا۔ بخار ہے تو بخار کی دوا شروع کر دیں تو بخار ختم ہو جائے گا۔ بیمار بندے کے لیے علاج

کروانا ایک سنت عمل ہے۔تو توکل کا یہ درجہ جو ہے اس کو سنت کہتے ہیں۔اس کو اختیار کرنا چاہیے اور اس کے مطابق زندگی گزارنا چاہیے۔

تیسرا درجہ......وہمی اسباب کو اختیار کرنا

یہ ایک تیسرا درجہ ہے جس کو وہمی درجہ کہتے ہیں۔وہ کیا ہے کہ انسان کے دل میں ایک وہم آجاتا ہے کہ فلاں مسئلہ ہوگیا ہے اور اس کا علاج فلاں عامل سے ہوگا۔تو وہمی چیزوں کو اختیار کرنا درست نہیں۔اس کی مثال سن لیجیے!

ایک آدمی کا کاروبار نہیں چلتا، اب جب کاروبار نہیں چلتا تو وہ پہنچ جاتا ہے کسی عملیات والے کے پاس۔تو عملیات والے بندہ کو مان لیتا ہے تو اس کا ایمان ضائع ہوجاتا ہے۔اس لیے کہ کاروبار کو کوئی بندہ نہیں باندھتا، کاروبار کو اللہ تعالی باندھتے ہیں، جب چاہتے ہیں۔ان عملیات والوں کی طرف نظر نہ ہو۔اس لیے کہ عملیات کی لائن کے جتنے لوگ ہوتے ہیں وہ ایک دوسرے کے خلاف دلوں میں نفرت ڈال دیتے ہیں۔بندے کو کوئی پریشانی ہے تو کہتے ہیں: لگتا ہے کہ جی کسی نے پڑھ کے پلادیا ہے۔کس نے پڑھا؟ او جی! میری پھوپھی بڑی نمازی ہے، لہٰذا اسی نے پڑھ کے کچھ پلایا ہے۔میں اب پھوپھی کے ہاتھ کا کھانا نہیں کھاؤں گا۔میں اس سے بولوں گا بھی نہیں۔تو اس کا مطلب ہے کہ اس نے دلوں کو آپس میں متنفر کردیا۔تو بندہ اس وہم میں نہ پڑے۔انسان عملیات پر غور نہ کرے، بلکہ اللہ کی ذات پر توکل کرے کہ جب اللہ چاہیں گے تو میرا یہ کام ٹھیک ہوجائے گا۔

اس لیے انسان کو ان معاملات میں بہت پختہ رہنا چاہیے اور جیسے بھی حالات ہوں کبھی بھی کوئی وہمی چیز ذہن میں نہیں رکھنی چاہیے، بلکہ معاملات کو اللہ کے سپرد کر دینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ جو چاہیں گے وہی ہوگا۔

اللہ تعالیٰ پر پرندوں کا توکل

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی الله عنه قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَوْأَنَّكُمْ تَتَوَكَّلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ تَغْدُوْ خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا. (رواه ابن ماجه)

”حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ ارشاد فرماتے تھے کہ اگر تم لوگ اللہ پر ایسا توکل اور اعتماد کرو جیسا کہ اس پر توکل کا حق ہے، تو تم کو وہ اس طرح روزی دے جس طرح کہ پرندوں کو دیتا ہے، وہ صبح کو بھوکے اپنے آشیانوں سے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے واپس آتے ہیں۔“

فائدہ

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر بنی آدمی روزی کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ پر ایسا اعتماد اور بھروسہ کریں، جیسا کہ انہیں کرنا چاہیے تو اللہ کا معاملہ اُن کے ساتھ یہ ہو کہ

جس طرح وہ چڑیوں کو سہولت سے رزق دیتا ہے کہ انہیں آدمیوں کی سی محنت ومشقت کے بغیر معمولی نقل وحرکت سے روزی مل جاتی ہے، صبح کو وہ خالی پیٹ نکلتی ہیں اور شام کو پیٹ بھری اپنے آشیانوں میں واپس آتی ہیں، اسی طرح پھر اللہ تعالیٰ آدمیوں کو بھی سہولت سے رزق پہنچائے اور انہیں زیادہ کدوکاوش نہ اُٹھانی پڑے جیسا کہ اب اُٹھانی پڑتی ہے۔

کتابوں میں لکھا کہ جب کوّے کے بچے انڈے سے باہر آتے ہیں تو بالکل سفید ہوتے ہیں اور کوا ان بچوں کو دیکھتا ہے تو وہ اسے بہت بُرے لگتے ہیں، چنانچہ ان بچوں کو چھوڑ کر کوّا چلا جاتا ہے، اور وہ تنہا پڑے رہ جاتے ہیں، تب اللہ تعالیٰ ان کے پاس مکھی اور چیونٹیاں بھیجتا ہے جن کو وہ بچے چن چن کر کھاتے ہیں، اور پرورش پاتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ جب وہ بڑے ہوجاتے ہیں تو اپنا رنگ بدل دیتے ہیں اور بالکل سیاہ ہوجاتے ہیں، پھر جب کچھ عرصہ کے بعد کوّا ان بچوں کے پاس آتا ہے اور ان کو سیاہ رنگ کا دیکھتا ہے تو ان کو لے کر بیٹھ جاتا ہے اور ان کی پرورش کرنے لگتا ہے۔

اس سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ بغیر حرکت وسعی کے بھی کسی طرح رزق پہنونچاتا ہے، اس سلسلے میں کافی حکایتیں بیان کی جاتی ہیں، لیکن یہ حکایت تو بہت ہی عجیب وغریب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روح قبض کرنے والے فرشتے عزرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا کسی کی روح نکالتے وقت تجھے رحم بھی کبھی آیا ہے؟ عزرائیل علیہ السلام نے کہا کہ ہاں اے میرے پروردگار! ایک موقع

پر تو مجھے بہت ہی رحم آیا تھا، اور یہ اس وقت کا قصہ ہے جب کہ ایک کشتی ٹوٹ گئی تھی اور اس کے لوگ پانی میں غرق ہو گئے تھے لیکن کچھ لوگ ڈوبنے سے بچ گئے تھے اور کشتی کے باقی ماندہ تختوں پر تیر رہے تھے، انہی میں ایک عورت بھی تھی جو ایک تیرتے ہوئے تختے پر بیٹھی ہوئی اپنے شیر خوار بچے کو دودھ پلا رہی تھی، جبھی تیرا حکم ہوا کہ اس عورت کی روح قبض کر لی جائے، چنانچہ میں نے اس عورت کی روح قبض کر لی، لیکن اس کے بچے پر بہت رحم آیا جو اس دریا میں ایک ٹوٹے ہوئے تختے پر تنہا رہ گیا تھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہیں معلوم ہے، اس بچے کا انجام کیا ہوا؟ میں نے اس تیرتے ہوئے تختے کو ایک جزیرہ کے کنارے لگ جانے کا حکم دیا، جہاں اس نے بچہ کو ساحل پر ڈال دیا، پھر میں نے ایک شیرنی اس بچے کے پاس بھیجی جس نے اس کو اپنا دودھ پلا پلا کر پرورش کی، جب وہ کچھ بڑا ہو گیا تو میں نے کچھ جنّات متعین کر دیئے تا کہ وہ اس بچے کو آدمیوں کی بول چال اور رہن سہن کی تعلیم دیں، یہاں تک کہ وہ ایک مضبوط جوان ہو گیا اور پھر علم وفضل میں کمال حاصل کرتا ہوا علماء کی صف میں داخل ہو گیا، دولت وامارات سے بہرہ مند ہوا اور آخر کار سلطنت کے مرتبہ کو پہنچ کر تمام روئے زمین کا بادشاہ وحکمران بن گیا، تب وہ اپنی اصل حقیقت کو بھول گیا، روئے زمین پر چلنے والی اس کی مطلق العنانی اس کی انسانیت وعبودیت کی سب سے بڑی دشمن بن گئی، اس نے عبودیت کے مرتبہ اور ربوبیت کے حقوق کو فراموش کر دیا اس کو یہ یاد نہ رہا کہ خدا تو وہ ذات ہے

جس نے اس کو دریا کی لہروں سے زندہ بچا کر اپنی قدرت کے ذریعہ پرورش وتربیت کے مراحل سے گزارا، اور پھر اس مرتبہ تک پہونچایا کہ آج وہ تمام روئے زمین کا بادشاہ اور مطلق العنان حکمران بن بیٹھا، جانتے ہو وہ کون شخص تھا؟ وہ اس دنیا میں شدّاد کے نام سے مشہور ہوا ہے۔

بہرحال اہل ایمان کو یہ فراموش نہ کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ بہت رحیم وکریم ہے، وہ اپنے بندوں پر نہایت مہربان ہے، جب وہ اپنے دشمنوں کو رزق دیتا ہے تو یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے ان بندوں کو بھول جائے جو اس کے دوست اور محبوب ہیں۔

نرا جاہل

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ جس شخص کا گمان یہ ہو کہ ''توکل'' نام ہے کسب وعمل کے ترک کردینے کا اور ہاتھ پاؤں کو معطل کردینے اور اپاہج بن کر، پڑے رہنے کا کہ جس طرح کسی کپڑے کو زمین پر ڈال دیا جائے تو وہ شخص نرا جاہل ہے۔

حضرت امام قیشریؒ کا قول یہ ہے کہ ''توکل'' کا اصل مقام قلب ہے، اور حصولِ معاش کے لیے، حرکت وعمل ایک ظاہری فعل ہے جو توکل کے منافی نہیں ہے، بشرطیکہ اصل اعتماد (اپنے کسب وعمل کے بجائے) محض اللہ تعالیٰ پر ہو، اسی لیے حدیث میں پرندہ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور وہ اگرچہ اپنی روزی کی تلاش میں نکلتا ہے، اور سارے جہاں میں مارا مارا پھرتا ہے لیکن اس کا اصل

اعتماد اللہ تعالیٰ ہی پر ہوتا ہے، نہ کہ اپنی طلب اور جدو جہد اور اپنی تدبیر وقوت پر، لہٰذا اس سے واضح ہوا کہ انسان کا حصول معاش کے لیے معقول اور مناسب طریقہ پر جدو جہد اور سعی کرنا، اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کے منافی نہیں ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ كَاَيِّنْ مِنْ دَابَّةٍ لَاتَحْمِلُ رِزْقَهَا اللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَ اِيَّاكُمْ.

''اور کوئی جانور اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتا بلکہ اللہ تعالیٰ ہی اس کو بھی اور تمہیں بھی رزق عطا کرتا ہے۔''

سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا توکل

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ نجد میں گیا، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے واپس ہوئے تو دوپہر کے وقت ایک ایسی وادی میں پہنچے، جس میں کانٹے دار درخت بہت تھے، وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آرام کیا اور صحابہؓ درختوں کے سائے میں ادھر ادھر پھیل گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک درخت کے سایہ میں آرام فرمانے لگے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار اس درخت کے اوپر لٹکا دی۔ ہم سب سو گئے کہ اچانک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بلایا ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ ایک دیہاتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ میں سویا ہوا تھا، اس نے آکر میری تلوار درخت سے اتاری اور اسے نیام میں سے نکال لیا، میں نے اٹھا تو اس کے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی، اس نے مجھ سے کہا آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ میں نے کہا: اللہ۔ اس نے پھر کہا آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ میں نے کہا: اللہ۔ پھر اس نے تلوار کو نیام میں رکھ دیا اور بیٹھ گیا اور حلانکہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا ارادہ کرلیا تھا۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کوئی سزا نہ دی۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ محارب اور غطفان سے نخلہ مقام پر جنگ کررہے تھے۔ جب ان لوگوں نے مسلمانوں کو غفلت میں دیکھا تو ان میں سے ایک آدمی جس کا نام غوث بن حارث تھا وہ آیا اور تلوار لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر کھڑے ہوکر کہنے لگا، آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ! یہ سنتے ہی اس کے ہاتھ سے تلوار نیچے گرگئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار اٹھا کر اس سے پوچھا کہ اب تم کو مجھ سے کون بچائے گا؟ اس نے کہا آپ تلوار کے بہترین لینے والے بن جایئے یعنی مجھے معاف کردیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اس کی گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اس نے کہا: نہیں۔ البتہ میں آپ سے یہ عہد کرتا ہوں کہ میں کبھی بھی آپ سے نہیں لڑوں گا اور جو لوگ آپ سے لڑیں گے، ان کا بھی ساتھ نہیں دوں گا، چنانچہ حضور صلی

اللہ علیہ وسلم نے اسے چھوڑ دیا اس نے اپنے ساتھیوں کو جا کر کہا میں تمہارے پاس ایسے آدمی کے پاس سے آرہا ہوں جو لوگوں میں سے بہترین ہیں پھر حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگے نماز خوف کا ذکر کیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا توکل

حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں تشریف لے گئے اور وہاں وہ نفل نماز پڑھنے لگے، ہم نے وہاں جا کر پہرہ دینا شروع کر دیا جب علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز سے فارغ ہوگئے تو وہ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا تم لوگ یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ ہم نے کہا ہم آپ کا پہرہ دے رہے ہیں، انہوں نے فرمایا آسمان میں اس کے ہونے کا فیصلہ نہ ہو جائے جب تک کچھ نہیں ہوگا اور ہر انسان پر دو فرشتے مقرر ہیں جو ہر بلا کو اس سے دور کرتے رہتے ہیں اور اس کی حفاظت کرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کی تقدیر کا لکھا آجائے اور جب تقدیر کا کوئی فیصلہ آجاتا ہے تو یہ دونوں فرشتے اس کے اور تقدیر کے درمیان سے ہٹ جاتے ہیں اور اللہ کی طرف سے میری حفاظت کا بڑا مضبوط انتظام ہے جب میری موت کا وقت آجائے گا تو انتظام مجھ سے ہٹ جائے گا اور آدمی کو ایمان کی حلاوت اس وقت تک نہیں مل سکتی جب تک اس کو یہ یقین نہ ہو جائے کہ جو کچھ اچھا برا اسے پہنچا ہے وہ اس سے خطا کرنے والا نہیں تھا اور جو اس سے خطا کر گیا وہ اسے پہنچنے والا نہیں تھا۔ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہ فرماتے ہیں جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کی آخری رات آئی تو انہیں قرار نہیں تھا (کبھی اندر جاتے کبھی باہر) گھر والوں کو خطرہ محسوس ہوا (کہ ان کے ساتھ کچھ ہو نہ جائے) تو انہوں نے آپس میں چپکے سے مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو باہر نہیں جانا چاہیے اور انہوں نے یہ بات ان کی خدمت میں خدا کا واسطہ دے کر عرض کی، انہوں نے فرمایا ہر بندے کے ساتھ دو فرشتے مقرر ہیں کہ جب تک تقدیر کے لکھے ہوئے کا وقت نہ آجائے، اس وقت تک وہ ہر بلا اس بندے سے دور کرتے رہتے ہیں اور جب تقدیر کا وقت آجاتا ہے تو پھر وہ دونوں فرشتے اس کے اور تقدیر کے درمیان سے ہٹ جاتا ہیں پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد تشریف لے گئے جہاں انہیں شہید کر دیا گیا۔

حضرت جعفرؒ کے والد حضرت محمدؒ کہتے ہیں کہ دو آدمی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنے جھگڑے کا فیصلہ کروانے آئے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دونوں کو لے کر ایک دیوار کے نیچے بیٹھ گئے تو ایک آدمی نے کہا اے امیر المؤمنین ! یہ دیوار گرنے والی ہے، انہوں نے فرمایا اپنا کام کرو اللہ ہماری حفاظت کے لئے کافی ہے پھر ان دونوں کی بات سن کر فیصلہ فرمایا اور وہاں سے کھڑے ہوئے پھر وہ دیوار گر گئی۔

حضرت ابوطبیہؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرض الوفات میں مبتلا ہوئے تو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی

عیادت کے لئے تشریف لائے اور فرمایا آپ کو کیا شکایت ہے؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اپنے گناہوں کی شکایت ہے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں اپنے رب کی رحمت چاہتا ہوں۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: کیا میں آپ کے لئے طبیب کو نہ بلا لاؤں؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا طبیب نے ہی (یعنی اللہ ہی نے) تو مجھے بیمار کیا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کیا میں آپ کے لئے بیت المال میں سے عطیہ نہ مقرر کر دوں؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا وہ عطیہ آپ کے بعد آپ کی بیٹیوں کو مل جائے گا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: کیا آپ کو میری بیٹیوں پر فقر کا ڈر ہے؟ میں نے اپنی بیٹیوں کو کہہ رکھا ہے کہ جو آدمی ہر رات کو سورۂ واقعہ پڑھے گا، اس پر کبھی فاقہ نہیں آئے گا (لہٰذا عطیہ کی ضرورت نہیں)۔

تقدیر پر اور اللہ کے فیصلے پر راضی رہنا

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہے کہ میری صبح کسی حالت پر ہوتی ہے۔ میری پسندیدہ حالت پر ہوتی ہے یا ناپسندیدہ حالت پر کیوں کہ مجھے معلوم نہیں ہے کہ جو میں پسند کر رہا ہوں اس میں خیر ہے یا جو مجھے پسند نہیں ہے، اس میں خیر ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے فقر مالداری سے اور بیماری صحت سے زیادہ محبوب ہے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رحم فرمائے، میں تو یہ کہتا ہوں کہ جو آدمی بھی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے اور یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ جو حالت بھی اس کے لئے پسند فرماتے ہیں۔ وہ خیر ہی ہے تو وہ اللہ کی طرف سے بھیجی ہوئی حالت کے علاوہ کسی اور حالت کی کبھی تمنا نہ کرے گا اور یہ کیفیت رضا بالقضا کے مقام کا آخری درجہ ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو اللہ کے فیصلہ پر راضی ہوگا تو اللہ نے جو فیصلہ کیا ہے وہ تو ہو کر رہے گا لیکن اسے (اس پر راضی ہونے کی وجہ سے) اجر ملے گا اور جو اس پر راضی نہ ہوگا تو بھی اللہ کا فیصلہ ہو کر رہے گا لیکن اس کے نیک عمل ضائع ہو جائیں گے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن ہر آدمی اس بات کی تمنا کرے گا کہ کاش وہ دنیا میں گزارے کے قابل ہی کھانا کھاتا اور دنیا میں صبح وشام پیش آنے والے حالات میں انسان کا نقصان تب ہوتا ہے جب ان حالات پر دل میں غصہ اور رنج ہو اور تم میں سے ایک آدمی اپنے منہ میں انگارہ اتنی دیر رکھے کہ وہ بجھ جائے یہ اس کے لیے اس سے بہتر

ہے کہ جس کام کے لیے اللہ نے ہونے کا فیصلہ کر رکھا ہے، اس کے بارے میں وہ کہے کہ کاش! یہ نہ ہوتا۔

پرندے کے دلوں کے مانند دل

اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ میرے بندے میری ہی ذات پر نظر رکھیں اور مجھے ہی مانیں۔ چنانچہ حدیثِ پاک کا مفہوم ہے کہ جنت میں وہ لوگ جائیں گے کہ جن کے دل پرندوں کے دلوں کے مانند ہوں گے۔ شارحینِ حدیث نے اس کا یوں ترجمہ کیا کہ جیسے پرندوں کے دلوں میں اللہ کی ذات پر توکل کامل ہوتا ہے۔ وہ گھر سے خالی پیٹ نکلتے ہیں کہ اللہ انہیں رزق دے گا اور اللہ انہیں کھلا کے ہی واپس بھیجتا ہے۔ اسی طرح ان کے دل کی بھی کیفیت ہوگی۔

"پرندے اور درویش اپنا رزق اپنے ساتھ نہیں لیے پھرتے ہیں بلکہ جو اللہ پر توکل کرتے ہیں، انہیں ہمیشہ رزق ملتا ہے۔"

جب اللہ کی رحمت اترتی ہے تو بندے کے تمام کاموں کو سنوار دیتی ہے، اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی ذات پر خوب بھروسہ اور توکل کریں۔

شیطان کا دھوکہ

یہاں پر شیطان بھی انسان کو دھوکا دیتا ہے۔

پہلا دھوکہ تو وہ یہ بات دل میں ڈالتا ہے کہ کام کوئی نہ کرو، بس یہی سوچو کہ جو اللہ چاہے گا وہ ہو جائے گا۔ نہیں! چوں کہ کام کرنا سنت ہے، رزق

حلاق کے لیے قدم اٹھانا فرض ہے تو ہم جو بھی کام کریں اس کو بھرپور ہمت کے ساتھ کریں، اس کے نتائج کے معاملہ کو اللہ کے سپرد کردیں۔

چنانچہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اے اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اونٹ کو توکل پر اسی طرح چھوڑ دوں یا پہلے گھٹنا باندھوں، پھر اللہ پر بھروسہ کروں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا! تم پہلے اونٹ کے گھٹنا باندھو اور اس کے بعد توکل کرو! تو ہمیں اسباب بھی اختیار کرنے ہیں مگر اسباب کو اختیار کر کے اسباب پر نظر نہیں رکھنی، نظر مسبب الاسباب پر رکھنی ہے۔ دوائی تو تم پیوسنت سمجھ کے مگر توجہ رکھو کہ جب اللہ چاہیں گے اس وقت اللہ تعالیٰ اس بیماری سے شفا عطا فرمادیں گے۔ تو یہ توکل کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَ مَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ. (سورة الطلاق:۳)

”جو اللہ پر توکل کرتا ہے تو اللہ اس کے لیے کافی ہوجاتا ہے۔“

جب اللہ خود فرماتے ہیں کہ میں کافی ہوجاتا ہوں تو پھر کسی بات کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔

دوسری جگہ فرمایا:

وَ تَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِىْ لَا يَمُوْتُ.

”اور تم توکل کرو اس زندہ پروردگار پر جس کو کبھی موت نہیں آسکتی۔“

میدوں اور چاہتوں کا محور فقط اللہ کی ذات ہو

کتنی اعلیٰ بات کہ انسان بندوں پر بھروسہ کرنے کے بجائے بندوں سے
میدیں لگانے کے بجائے، اپنے پروردگار سے امیدیں لگائے۔ وہ پروردگار
جس کو کبھی موت نہیں آسکتی، وہ پروردگار جو زمین وآسمان کے خزانوں کا مالک
ہے، وہ پروردگار جو اپنی مخلوق کی خود تربیت فرماتا ہے اور ان کا رازق ہے، ان کو
زق پہنچا دیتا ہے۔ ایسا پروردگار اگر ہمارا وکیل بن جائے اور ہم اللہ کی ذات
پ نظر رکھیں تو پھر دیکھیں کہ ہمارے کام کیسے سنورتے ہیں۔ ہم نیکی کی طرف تو
تے نہیں اور چاہتے ہیں کہ کام ہمارے ہو جائیں۔

ایک حدیث قدسی ہے:

"اے میرے بندے! ایک تیری مرضی ہے ایک میری
مرضی ہے، اے بندے! اگر تو چاہے کہ وہ پورا ہو جو تیری
مرضی ہے تو میرے بندے! میں تجھے تھکا بھی دوں گا اور
تیرے کاموں کو بھی سنورنے نہیں دوں گا۔ اگر تو چاہے کہ
وہ پورا ہو جو میری مرضی ہے تو میں تیرے کاموں کو بھی
سنوار دوں گا اور سارا دن تیری زندگی میں برکتیں بھی
عطا فرما دوں گا۔"

تو ہمیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر نظر رکھیں، اسی کی طرف دھیان رکھیں

، دعائیں بھی اسی سے مانگیں۔ نمازیں پڑھیں تو حضور والی نمازیں پڑھیں، ذکر میں بیٹھیں تو اللہ کے سامنے ہوں۔ جب یہ ایسا درجہ حاصل ہو جائے گا تو انسان پھر توکل کرنے والوں میں شامل ہو جائے گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ایک نمونہ

آج کے اس درس میں ہم نے ایک نئے لفظ کو سیکھا، جس کو توکل کہتے ہیں۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی میں بہت زیادہ تھا۔ اللہ نے آپ ذات کو امت کے لئے نمونہ بنایا۔ جب طائف کے لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شہر سے نکالا اور پتھر مروائے تو آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے جو پاؤں مبارک تھے، وہ تھک چکے تھے، بلکہ بعض جگہوں سے پتھر لگنے کی وجہ سے خون بھی بہہ رہا تھا۔ تو آپ طائف شہر سے نکل کر باہر ایک جگہ پر تشریف لائے۔ تھکے ہوئے تھے اور اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا صدمہ تھا، کیوں کہ دل میں اُمید لے کر آئے تھے کہ طائف والے میرے ماموں لگتے ہیں، چوں کہ ماں کے گھرانے کے ننھیال کے لوگ ہیں، اس لیے یہ میری بات مان لیں گے، لیکن انہوں نے بھی بات ماننے سے انکار کر دیا تو اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم بہت غمزدہ حالت میں ایک جگہ جا کر بیٹھے اور وہاں جا کر دعا کی:

اللّٰھم الیک اشکو ضعف قوتی وقلة حیلتی

وھوانی علی الناس یا ارحمن الرّحمین انت رب

المستضعفين وانت ربى الٰى من تكلنى الى بعيد يتجهمنى ام الى عدو ملكتهٗ امرى ان لم يكن بك على غضبٌ فلا اُبالى ولٰكن عافيتك هى اوسع لى اعوذ بنور وجهك الذى اشرقت له الظلمت وصلح عليه امر الدنيا والاٰخرة من ان تنزل بى غضبك او يحل على سخطك لك العتبىٰ حتّٰى ترضٰى ولا حول ولا قوة الا بك. (مرقاة)

''اے اللہ! میں اپنی کمزوری کی اور اسباب کی کمی کی شکایت آپ ہی کے سامنے کرتا ہوں اور لوگوں میں ذلت اور رسوائی کی۔ اے ارحم الراحمین! تو ہی ضعفا کا رب ہے اور تو ہی میرا پروردگار ہے۔ تو مجھے کس کے حوالے کرتا ہے؟ کسی اجنبی بیگانہ کے جو مجھے دیکھ کر ترش رو ہوتا ہے اور منہ چڑاتا ہے یا کسی دشمن کے جس کو تو نے مجھ پر قابو دے دیا؟ اے اللہ! اگر تو مجھ سے ناراض نہیں تو مجھے کسی کی بھی پروانہیں ہے، تیری حفاظت مجھے کافی ہے۔ میں تیرے چہرے کے اس نور کے طفیل جس سے تمام اندھیریاں روشن ہوگئیں اور جس سے دنیا اور آخرت کے سارے کام درست ہوجاتے ہیں، اس بات سے پناہ مانگتا کہ مجھ پر تیرا غصہ ہو یا تو مجھ سے ناراض ہو۔ تیری ناراضگی

کو اس وقت تک دور کرنا ضروری ہے جب تک تو راضی نہ

ہو۔ نہ تیرے سوا کوئی طاقت ہے نہ قوت۔''

یہ توکل ہوتا ہے کہ انسان اپنے ہر معاملے میں اللہ کی طرف رجوع کرے اور اللہ سے مانگے۔

اللہ کے در سے لو لگا لیں

اللہ رب العزت ہمیں بھی اپنی ذات کے ساتھ ایسا توکل، ایسا یقین اور ایسا اعتماد عطا فرمادے کہ ہم ہر وقت اسباب کے پیچھے بھاگنے کے بجائے، اسباب اختیار تو کریں مگر نتائج اللہ کی ذات پر چھوڑ دیں، اور اللہ سے دعا مانگیں کہ اے اللہ! اس میں ہمارے لیے خیر رکھ دیجیے، ہمارے لیے بہتری رکھ دیجیے، اے اللہ تعالیٰ! ہمارے لیے خیر کا معاملہ فرما دیجیے۔

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ.

نماز کی حفاظت کیجیے

افادات

پیر طریقت رہبر شریعت

حضرۃ مولانا عبد الواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تلمیذ رشید

شیخ الاسلام حضرۃ مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ مجاز

مرشد الموحدین قطب الاقطاب حضرۃ مولانا حماد اللہ ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب وتزئین

عاصم عبد اللہ

کرمی دار الکتب کراچی

جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی 2 کراچی 75230

0333-2124384

نماز پر جنت کا وعدہ

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَتَوَضَّأُ فَيُحْسِنُ وُضُوْءَهٗ ثُمَّ يَقُوْمُ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ مُقْبِلاً عَلَيْهِمَا بِقَلْبِهٖ وَوَجْهِهٖ اِلَّا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ. (رواہ مسلم)

''حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان بندہ اچھی طرح وضو کرے، پھر اللہ کے حضور میں کھڑے ہو کر پوری قلبی توجہ اور یکسوئی کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھے تو جنت اس کے لئے ضرور واجب ہو جائے گی۔''

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ علیٰ ماانعم وعلمنامالم نعلم
والصلوٰۃ علی افضل الرسل واکرم وعلیٰ الہ وصحبہ
وبارک وسلّم ، امّابعد !
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.
قال اللہ تبارک وتعالیٰ: وَ اَقِمِ الصَّلاۃَ طَرَفَیِ النَّھَار
وَ زُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّئَاتِ
ذٰلِکَ ذِکْرٰی لِلذَّاکِرِیْنَ.(سورۂ ھود: آیت/۱۱۴)
"اور (اے پیغمبر) دن کے دونوں سروں پر اور رات کے کچھ
حصوں میں نماز قائم کرو، یقیناً نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں اور
یہ ایک نصیحت ہے ان لوگوں کے لئے جو نصیحت قبول کریں۔"

قرآن کریم کی جو آیت مبارکہ تلاوت کی گئی ہے سورہ ہود کی آیت
ہے۔ اور (اے پیغمبر) دن کے دونوں سروں پر اور رات کے کچھ حصوں

میں نماز قائم کرو، یقیناً نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں اور یہ ایک نصیحت ہے، ان لوگوں کے لیے جو نصیحت قبول کریں۔

آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز قائم کرنے کا حکم فرمایا، نماز قائم کرنے کا مطلب یہ ہے نماز کے فرائض، واجبات، سنن اور مستحبات کی رعایت کرتے ہوئے پورے آداب بجا لاتے ہوئے محض اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی نیت سے پانچ وقت نمازیں ادا کی جائیں، اللہ تعالی ہم سب کو بھی نماز کا پابند بنا دے۔ آج کی نشست میں نماز کی اہمیت، فضلیت اور اس کے آداب کو بیان کرنا ہے۔

اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر

واقعی اور حقیقی بات یہ ہے کہ نماز اسلام کا اہم ترین ستون ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الصلوٰۃ عماد الدین.

''نماز دین کا ستون ہے۔''

اور ایک حدیث میں فرمایا کہ:

بنی الاسلام علی خمس شهادة ان لا اله الا الله وان محمدا عبده و رسوله واقام الصلوٰة وایتاء الزکوٰة والحج وصوم رمضان.

(بخاری: رقم: ۸۰، ومسلم: ۱۱۳)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے (وہ یہ ہیں) اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اور نماز قائم کرنا (یعنی ہمیشہ پابندی کے ساتھ پڑھنا) زکوٰۃ دینا، حج کرنا اور رمضان شریف کے روزے رکھنا۔''

ہر پریشانی کا علاج نماز میں ہے

آج جب ہم کسی معاملہ میں پریشان ہوتے ہیں تو ہماری نظر نماز کی طرف نہیں جاتی، بلکہ دنیوں اسباب پر نظر جاتی ہے، جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پریشانی کے وقت بلکہ ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع فرماتے تھے۔ چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

''جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی کوئی سخت معاملہ پیش آتا تو فوراً نماز کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔''

یعنی دو رکعت صلوٰۃ الحاجت پڑھ کر اللہ سے مانگتے تھے۔ اللہ ہی کے پاس سب کچھ ہے۔

اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنے کا حکم

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلَاةِ. إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ. (سورة البقرة: آیت/ ۱۵۳)

''اے مسلمانو! مدد حاصل کرو صبر اور نماز کے ذریعہ، بلاشبہ
حق تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم تو مسائل حل کروانے کے لئے اللہ تعالیٰ کا دروازہ کھٹکھٹا رہے ہیں اور ہم مخلوق کے دروازوں کی خاک چھان رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں جب تم کو غم اور پریشانی لاحق ہو، اس پر صبر کرو، نمازیں پڑھو، اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہو۔ آج معاملہ اس کے بالکل خلاف ہو رہا ہے تو ہماری پریشانیاں کیسے زائل ہوں گی۔

سات سال کی عمر سے نماز کی پابندی

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: مروا اولادکم بالصلوٰۃ وھم ابناء سبع سنین واضربوھم علیھا وھم ابناء عشر سنین، وفرقوا بینھم فی المضاجع. (مشکوٰۃ بحوالہ ابو داؤد)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی اولاد کو نماز کا حکم کرو جب وہ سات سال کے ہو جائیں اور جب دس سال کے ہو جائیں (اور نماز کے پابند نہ ہوں تو انہیں نماز کا پابند بنانے کے لئے تادیباً) ان کی پٹائی کرو اور اسی عمر سے ان کے بستر الگ کردو (یعنی بیٹا ماں کے ساتھ، بیٹی باپ کے ساتھ اور بھائی بہن کے ساتھ ایک بستر پر نہ سوئیں۔''

فائدہ

ہمیں جس طرح اپنی اولاد کی دنیا کی فکر ہوتی ہے کہ ان کی دنیا کی زندگی خوش حال ہو، بلکہ یہاں تک فکر ہوتی ہے کہ جب ہم دنیا میں نہ ہوں، اس وقت بھی وہ کسی کے دست نگر نہ ہوں، بلکہ خوشی کی زندگی گزار سکیں اور اولاد کے لئے جائز طریقہ سے کمانا، بیوی بچوں کو حلال غذا کھلانا اچھی بات ہے، اس میں کوئی قباحت نہیں بلکہ شریعت کا حکم ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ آپ اللہ کے عائد کردہ فرائض ادا کریں، نمازیں وقت پر ادا کریں اور اپنی اولاد کو دین سکھانے کی پوری کوشش کریں کہ وہ دیندار بن جائیں، ان میں خوف خدا پیدا ہو، فکر آخرت پیدا ہو، ان کی نمازوں کا دھیان رکھیں کہ وہ وقت پر نمازیں پڑھ رہے ہیں یا غفلت کی زندگی گزار رہے ہیں، جب ہم نماز کے لئے مسجد آئیں تو اپنے سمجھ دار بچوں کو بھی ساتھ لائیں۔ پھر ان کی نگرانی بھی رکھیں کہ مسجد میں شرارت نہ کرنے پائیں، اگر آپ کے نکلتے وقت گھر میں نہ ہوں تو دوسرے وقت میں پوچھ لیں کہ نماز پڑھی یا نہیں؟ اگر پڑھی ہے تو کہاں پڑھی؟ اس طرح وہ نماز کے پابند ہو جائیں گے۔

گھر والوں کو نماز کا حکم کرنا

قال اللہ تبارک وتعالیٰ: وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ

وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَانَسْأَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَ الْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى. (سورہ طٰہٰ: آیت/ ۱۳۲)

''اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ: اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور خود بھی اس پر ثابت قدم رہو، ہم تم سے رزق کموانا نہیں چاہتے، رزق تو ہم تمہیں دیں گے اور بہتر انجام تقویٰ ہی کا ہے۔''

فائدہ

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے دو باتوں کا حکم دیا ہے کہ آدمی خود بھی نماز کی پابندی کرے اور گھر والوں سے بھی پابندی کروائے۔ یہ بہت اہم بات ہے، آج کے دور میں عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی خود تو دین پر چلنے کی کوشش کرتا ہے لیکن گھر والوں کی فکر نہیں ہوتی کہ وہ بھی دین پر چلنے والے بن جائیں۔ یہ غفلت اور کوتاہی ہے، اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا بھی مواخذہ ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الا كلكم راع و كلكم مسئول عن رعيته.

''سن لو تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور ہر ایک سے اپنے ماتحت افراد کے متعلق سوال ہوگا۔ یعنی ان کو دین پر چلانے کی کس قدر کوشش کی، کی بھی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں کی تو اس پر سزا ہوگی۔''

نماز پنجگانہ کی فرضیت اور ان پر وعدۂ مغفرت

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَمْسُ صَلَوَاتٍ اِفْتَرَضَھُنَّ اللّٰہُ تَعَالٰی مَنْ اَحْسَنَ وُضُوْءَ ھُنَّ وَ صَلَّاھُنَّ لِوَقْتِھِنَّ وَ اَتَمَّ رُکُوْعَھُنَّ وَخُشُوْعَھُنَّ کَانَ لَہٗ عَلَی اللّٰہِ عَھْدٌ اَنْ یَّغْفِرَ لَہٗ وَمَنْ لَّمْ یَفْعَلْ فَلَیْسَ لَہٗ عَلَی اللّٰہِ عَھْدٌ اِنْ شَاءَ غَفَرَ لَہٗ وَ اِنْ شَاءَ عَذَّبَہٗ.

(رواہ احمد وابوداؤد)

''حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ نمازیں اللہ تعالیٰ نے فرض کی ہیں، جس نے ان کے لئے اچھی طرح وضو کیا اور ٹھیک وقت پر ان کو پڑھا اور رکوع وسجود بھی جیسے کرنے چاہئیں ویسے ہی کئے اور خشوع کی صفت کے ساتھ ان کو ادا کیا تو ایسے شخص کے لئے اللہ تعالیٰ کا پکا وعدہ ہے کہ وہ اس کو بخش دے گا اور جس نے ایسا نہیں کیا (اور نماز کے بارے میں اس نے کوتاہی کی) تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا کوئی وعدہ نہیں ہے چاہے گا تو اس کو بخش دے گا اور چاہے گا تو سزا دے گا۔''

فائدہ

مطلب یہ ہے کہ جو صاحب ایمان بندہ اہتمام اور فکر کے ساتھ نماز اچھی طرح ادا کرے گا تو اولاً تو وہ خود ہی گناہوں سے پرہیز کرنے والا ہوگا اور اگر شیطان یا نفس کے فریب سے کبھی اس سے گناہ سرزد ہوں گے تو نماز کی برکت سے اس کو توبہ واستغفار کی توفیق ملتی رہے گی۔ جیسا کہ عام تجربات ومشاہدہ بھی ہے) اور اس سب کے علاوہ نماز اس کے لئے کفارۂ سیئات بھی بنتی رہے گی اور پھر نماز بذات خود گناہوں کے میل کچیل کو صاف کرنے والی اور بندہ کو اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت وعنایت کا مستحق بنانے والی وہ عبادت ہے جو فرشتوں کے لئے بھی باعث رشک ہے، اس لئے جو بندے نماز کے شرائط وآداب کا پورا اہتمام کرتے ہوئے خشوع کے ساتھ نماز ادا کرنے کے عادی ہوں گے، ان کی مغفرت بالکل یقینی ہے ، اور جو لوگ دعویٰ اسلام کے باوجود نماز کے بارے میں کوتاہی کریں گے (ان کے حالات کے مطابق) اللہ تعالیٰ جو فیصلہ چاہے گا، کرے گا، چاہے ان کو سزا دے یا اپنی رحمت سے معاف فرمادے اور بخش دے۔ بہرحال وہ سخت خطرہ میں ہیں اور ان کی مغفرت اور بخشش کی کوئی گارنٹی نہیں۔

نماز گناہوں کی معافی اور تطہیر کا ذریعہ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ اَرَئَیۡتُمۡ لَوۡ اَنَّ نَھۡرًا بِبَابِ اَحَدِکُمۡ یَغۡتَسِلُ فِیۡہِ کُلَّ یَوۡمٍ خَمۡسًا ھَلۡ یَبۡقٰی مِنۡ دَرَنِہٖ شَیۡءٌ. قَالُوۡا لَا یَبۡقٰی مِنۡ دَرَنِہٖ شَیۡئٌ قَالَ فَذَالِکَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الۡخَمۡسِ یَمۡحُوۡا اللّٰہُ بِھِنَّ الۡخَطَایَا.

(رواہ البخاری)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ارشاد فرمایا: بتلاؤ اگر تم میں سے کسی کے دروازہ پر نہر جاری ہو، جس میں روزانہ پانچ دفعہ وہ نہاتا ہو تو کیا اس کے جسم پر کچھ میل کچیل باقی رہے گا؟ صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے عرض کیا کہ کچھ بھی نہیں باقی رہے گا، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: بالکل یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے، اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ سے خطاؤں کو دھوتا اور مٹاتا ہے۔''

فائدہ

صاحب ایمان بندہ جس کو نماز کی حقیقت نصیب ہو۔ جب نماز میں مشغول ہوتا ہے تو اس کی روح گویا اللہ تعالیٰ کے بحر جلال و جمال میں غوطہ زن ہوتی ہے، اور جس طرح کوئی میلا کچیلا اور گندہ کپڑا دریا کی موجوں میں پڑ کر پاک وصاف اور اجلا ہو جاتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے جلال و جمال کے

انوار کی موجیں اس بندہ کے سارے میل کچیل کو صاف کر دیتی ہیں، اور جب دن میں پانچ دفعہ یہ عمل ہو تو ظاہر ہے کہ اس بندہ میں میل کچیل کا نام ونشان بھی نہ رہ سکے گا، پس یہی حقیقت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مثال کے ذریعہ سمجھائی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی بات ایک دوسرے انداز میں اور دوسری مثال کے ذریعہ سمجھانے کی کوشش فرمائی ہے۔

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ زَمَنَ الشِّتَاءِ، وَ الْوَرَقُ یَتَھَافَتُ فَاَخَذَ بِغُصْنَیْنِ مِنْ شَجَرَۃٍ قَالَ فَجَعَلَ ذَالِکَ الْوَرَقُ یَتَھَافَتُ قَالَ فَقَالَ یَا اَبَا ذَرٍّ قُلْتُ لَبَّیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اِنَّ الْعَبْدَ الْمُسْلِمَ لَیُصَلِّی الصَّلٰوۃَ یُرِیْدُ بِھَا وَجْہَ اللّٰہِ فَتَھَافَتُ عَنْہُ ذُنُوْبُہٗ کَمَا یَتَھَافَتُ ھٰذَا الْوَرَقُ عَنْ ھٰذِہٖ الشَّجَرَۃِ. (رواہ احمد)

''حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن سردی کے ایام میں باہر تشریف لے گئے اور درختوں کے پتے (خزاں کے سبب سے) از خود جھڑ رہے تھے۔ آپ نے ایک درخت کی دو ٹہنیوں کو پکڑا (اور ہلایا) تو ایک دم اس کے پتے جھڑنے

لگے، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا:
اے ابوذر! میں نے عرض کیا، حاضر ہوں یارسول اللہ!
آپ نے ارشاد فرمایا: جب مؤمن بندہ خالص اللہ کے
لئے نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ ان پتوں کی طرح
جھڑ جاتے ہیں۔''

فائدہ

یعنی جس طرح آفتاب کی شعاعوں اور موسم کی خاص ہواؤں نے ان پتوں کو خشک کر دیا ہے اور اب یہ ہوا کہ معمولی جھونکوں سے اور ذرا حرکت دینے سے اس طرح جھڑتے ہیں، اسی طرح جب بندۂ مومن پوری طرح اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر صرف اس کی رضا جوئی کے لئے نماز پڑھتا ہے تو انوار الٰہی کی شعاعیں اور رحمت الٰہی کے جھونکے اس کے گناہوں کی گندگی کو فنا اور اس کے قصوروں کے خس وخاشاک کو اس سے جدا کر کے اس کو پاک صاف کر دیتے ہیں۔

نماز پر جنت کا وعدہ

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قَالَ قَالَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ
يَتَوَضَّأُ فَيُحْسِنُ وُضُوْءَهُ ثُمَّ يَقُوْمُ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ
مُقْبِلاً عَلَيْهِمَا بِقَلْبِهٖ وَوَجْهِهٖ اِلَّا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ.

(رواہ مسلم)

''حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان بندہ اچھی طرح وضو کرے، پھر اللہ کے حضور میں کھڑے ہو کر پوری قلبی توجہ اور یکسوئی کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھے تو جنت اس کے لئے ضرور واجب ہو جائے گی۔''

فائدہ

یعنی نماز اگر صرف دو رکعت بھی قلبی توجہ اور یکسوئی کے ساتھ پڑھی جائے، اور اس کے لئے وضو بھی تعلیم نبوی کے مطابق اہتمام سے کیا جائے، تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی اتنی قیمت ہے کہ اس کا پڑھنے والا لازمی طور پر جنت پالے گا۔

افسوس کیسی بدبختی ہے

نماز کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ترغیبی اور ترہیبی ارشادات کے باوجود امت کی بڑی تعداد آج نماز سے غافل اور بے پروا ہو کر اپنے کو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے الطاف وعنایات سے محروم، اور اپنی دنیا وآخرت کو برباد کر رہی ہے۔

وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ.

''اللہ نے ان کے اوپر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنے اوپر ظلم کر رہے ہیں۔''

نماز محبوب ترین عمل

عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ قَالَ الصَّلٰوۃُ لِوَقْتِھَا قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ بِرُّ الْوَالِدَیْنِ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ الْجِھَادُ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ.

(رواہ البخاری ومسلم)

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ دینی اعمال میں سے کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ٹھیک وقت پر نماز پڑھنا، پھر میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد کون سا عمل زیادہ محبوب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ماں باپ کی خدمت کرنا، میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد کون سا عمل زیادہ محبوب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: راہ خدا میں جہاد کرنا۔''

فائدہ

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے والدین کی خدمت اور جہاد سے بھی افضل اور محبوب ترین ''نماز'' کو بتلایا ہے، اور بلاشبہ نماز کا مقام یہی ہے۔

نماز مؤمن کی معراج ہے

دیکھئے! اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کا ایسا عظیم مرتبہ عطا فرمایا جو کائنات میں کسی اور کو عطا نہیں ہوا۔ آپ اس مقام پر پہنچے جہاں جبرئیل امین علیہ السلام بھی نہیں پہنچ سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا قرب خاص عطا فرمایا، جس کا ہم اور آپ تصور بھی نہیں کر سکتے، معراج کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان حال سے یہ عرض کیا کہ یا اللہ! آپ نے مجھے تو قرب کا اتنا بڑا مقام عطا فرمادیا، میرے امتیوں کو یہ مقام کیسے حاصل ہو؟ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جواب میں نماز کا تحفہ دے دیا، اور فرمایا کہ جاؤ اپنی امت سے کہنا کہ پانچ نمازیں پڑھا کرے اور جب نماز پڑھے گی تو اس میں سجدہ بھی کرے گی اور جب سجدہ کرے گی تو ان کو میرا قرب حاصل ہو جائے گا اسی لئے فرمایا گیا کہ:

اَلصَّلَاۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ.

"نماز مؤمنین کی معراج ہے۔"

کیونکہ ہمارے اور آپ کے بس میں یہ تو نہیں ہے کہ ساتوں آسمانوں کو عبور کر کے ملأ اعلیٰ میں پہنچ جائیں اور سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچ جائیں۔ لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں ہر مؤمن کو یہ

معراج عطا فرما گئی کہ سجدے میں جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے قریب آجاؤ، لہٰذا یہ سجدہ معمولی چیز نہیں، اس لئے اس کو قدر سے کرو۔

نماز میں خشوع وخضوع بہت ضروری ہے

عَنْ اَنَسٍ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلی اللّٰہ علیہ وسلم فَمَنْ صَلَّی الصَّلٰوات لِوَقْتِھَا وَ اَسْبَغَ لَھَا وَضُوْءَ ھَا وَ اَتَمَّ لَھَا قِیَامَھَا وَ خُشُوْعَھَا وَ رُکُوْعَھَا وَسُجُوْدَھَا خَرَجَتْ وَھِیَ بَیْضَآءُ مُسْفِرَۃٌ تَقُوْلُ حَفِظَکَ اللّٰہُ کَمَا حَفِظْتَنِیْ وَ مَنْ صَلّٰھَا لِغَیْرِ وَقْتِھَا وَلَمْ یَسْبِغْ لَھَا وَضُوْئَھَا وَلَمْ یُتِمَّ لَھَا خُشُوْعَھَا وَ لَارُکُوْعَھَا وَلَاسُجُوْدَھَا خَرَجَتْ وَھِیَ سَوْدَآءُ مُظْلِمَۃٌ تَقُوْلُ ضَیَّعَکَ اللّٰہَ کَمَا ضَیَّعْتَنِیْ حَتّٰی اِذَا کَانَتْ حَیْثُ شَآءَ اللّٰہُ لُفَّتْ کَمَا یُلَفُّ الثَّوْبُ الْخَلِقُ ثُمَّ ضُرِبَ بِھَا وَجْھُہٗ.

''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نمازوں کو اپنے وقت پر پڑھے، وضو بھی اچھی طرح کرے، خشوع وخضوع سے بھی پڑھے، کھڑا بھی پورے وقار سے ہو، پھر اسی طرح رکوع وسجدہ بھی اچھی طرح اطمینان سے کرے، غرض ہر چیز

کو اچھی طرح ادا کرے تو وہ نماز نہایت روشن چمکدار بن جاتی ہے، اور نمازی کو دعا دیتی ہے کہ اللہ رب العزت تیری بھی ایسی ہی حفاظت کرے جیسے تو نے میری حفاظت کی۔ اور جو شخص نماز کو بری طرح پڑھے، وقت کو بھی ٹال دے، وضو بھی اچھی طرح نہ کرے، رکوع وسجود بھی اچھی طرح نہ کرے تو وہ نماز بری صورت سے سیاہ رنگ میں بددعا دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے بھی ایسا ہی برباد کرے جیسا تو نے مجھے ضائع کیا۔ اس کے بعد وہ نماز پرانے کپڑے میں لپیٹ کر نمازی کے منہ پر ماردی جاتی ہے۔''

فائدہ

یہ بات یاد رہے کہ نماز سے دنیوی اور اخروی دونوں طرح کی برکتیں اسی وقت حاصل ہوتی ہیں، جب نماز کا اہتمام ہو اور پوری توجہ کے ساتھ ادا کی جائے اور اس کے تمام ظاہری اور باطنی آداب کو بجالایا جائے۔

لیکن اگر نماز بے توجہی اور بے دلی سے پڑھی جائے، آداب نماز کا لحاظ نہ کیا جائے اور ارکان نماز کو صحیح طور پر ادا نہ کیا جائے تو وہ نماز مستر د کردی جاتی ہے وہ نمازی کے منہ پر ماردی جاتی ہے۔ ایسی نماز سے نہ تو نورانیت پیدا ہوتی ہے اور نہ ہی اس پر دوسرے بہتر اثرات مرتب ہوتے ہیں بلکہ فوائد وبرکات کے لحاظ سے ایسی نماز کا وجود اور عدم برابر ہوتا ہے۔

خشوع اور خضوع کا مفہوم

اللہ تعالیٰ نے سورۂ مومنوں میں اہل ایمان کی پہلی صفت یہ بیان فرمائی کہ فلاح پانے والے مؤمن بندے وہ ہیں جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں، مؤمن کے تمام کاموں میں سب سے زیادہ اہم کام نماز کی ادائیگی ہے، اسی لئے یہاں پر اللہ تعالیٰ نے مؤمن کی صفات میں سب سے پہلے ''نماز میں خشوع'' کی صفت ذکر فرمائی ہے۔ عام طور پر دو لفظ نماز کے اوصاف کے سلسلے میں بولے جاتے ہیں۔ ایک خضوع اور دوسرا خشوع ''خضوع'' ضاد سے ہے اور ''خشوع'' شین سے ہے۔ خضوع کے معنی ہیں: انسان کا اپنے ظاہری اعضاء کو اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکا دینا اور ''خشوع'' کے معنی ہیں۔ انسان کا اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کر دینا۔ نماز میں دونوں چیزیں مطلوب ہیں یعنی نماز میں خضوع بھی ہونا چاہیے اور خشوع بھی ہونا چاہئے۔

''خضوع'' کی حقیقت

''خضوع'' کے لفظی معنی ہیں ''جھک جانا'' یعنی اپنے آپ کو نماز میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اس طرح کھڑا کرنا کہ تمام اعضاء اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکے ہوئے ہوں، غفلت اور لا پرواہی کا عالم نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے باادب کھڑا ہو۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ نماز میں کھڑے ہونے کا کونسا طریقہ باادب ہے اور کونسا طریقہ بے ادب ہے؟ اس کا فیصلہ ہم اپنی عقل

سے نہیں کر سکتے بلکہ اس کی تفصیل خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرما دی ہے۔ لہٰذا نماز پڑھنے کا ہر وہ طریقہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ہو، وہ باادب ہے اور جو طریقہ آپ کے بتائے ہوئے طریقے کے خلاف ہو، وہ بے ادب ہے۔ اس لئے نماز اس طریقے سے پڑھنی چاہئے جس طریقے سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائی۔ ایک مرتبہ نماز کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے فرمایا:

صَلُّوا کَمَا رَأَیْتُمُوْنِی اُصَلِّیْ.

نماز میں خیالات آنے کی ایک وجہ

آج ہمیں اکثر وبیشتر یہ شکوہ رہتا ہے کہ نماز میں خیالات منتشر رہتے ہیں۔ کبھی کوئی خیال آرہا ہے، کبھی کوئی خیال آرہا ہے اور نماز میں دل نہیں لگتا، اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم نے نماز کا ظاہری طریقہ سنت کے مطابق نہیں بنایا اور نہ ہی اس کا اہتمام کیا، بس جس طرح بچپن میں نماز پڑھنا سیکھ لی تھی، اسی طرح پڑھتے چلے آرہے ہیں، یہ فکر نہیں کہ واقعۃً یہ نماز سنت کے مطابق ہے یا نہیں۔ یہ نماز اتنا اہم فریضہ ہے کہ فقہ کی کتابوں میں اس پر سیکڑوں صفحات لکھے ہوئے ہیں، جن میں نماز کے ایک ایک رکن کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کہ تکبیر تحریمہ کے لئے ہاتھ کیسے اٹھائیں، قیام کس طرح کریں، رکوع کس

طرح کیا جائے، سجدہ کس طرح کیا جائے، قعدہ کس طرح کیا جائے، ان سب کی تفصیلات کتابوں میں موجود ہے، لیکن ان طریقوں کے سیکھنے کی طرف دھیان نہیں، بس جس طرح قیام کرتے چلے آرہے ہیں، اسی طرح رکوع سجدہ کرلیا، لیکن ان کو ٹھیک ٹھیک سنت کے مطابق انجام دینے کی فکر نہیں۔

ہر ایک کی تفصیل آگے بیان کرونگا۔ (ان شاء اللہ)

بے نمازیوں کا حشر قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن خلف جیسوں کے ساتھ

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَمْرِوْ بْنِ الْعَاصِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ ذَکَرَ اَمْرَ الصَّلٰوۃِ یَوْمًا فَقَالَ مَنْ حَافَظَ عَلَیْھَا کَانَتْ لَہٗ نُوْرًا وَ بُرْھَانًا وَ نَجَاۃً یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَ مَنْ لَّمْ یَحْفَظْ عَلَیْھَا لَمْ تَکُنْ لَّہٗ نُوْرًا وَ لَابُرْھَانًا وَ لَانَجَاۃً وَ کَانَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مَعَ قَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَھَامَانَ وَ اُبَیِّ بْنِ خَلْفٍ. (مسند احمد)

''حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بارے میں گفتگو فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جو بندہ نماز اہتمام سے ادا کرے گا تو وہ قیامت کے دن اس کے

واسطے نور ہوگی (جس سے قیامت کے اندھیروں میں اس
کو روشنی ملے گی) اور اس کے ایمان اور اللہ تعالیٰ سے اس
کی وفاداری اور اطاعت شعاری کی نشانی اور دلیل ہوگی
اور اس کے لئے نجات کا ذریعہ بنے گی۔ اور جس شخص نے
نماز کی ادائیگی کا اہتمام نہیں کیا (اور اس سے غفلت اور
بے پروائی برتی) تو وہ اس کے واسطے نہ نور بنے گی نہ
برھان اور نہ ذریعہ نجات اور بد بخت قیامت میں قارون،
فرعون، ہامان اور (مشرکین مکہ کے سرغنہ) ابی بن خلف
کے ساتھ ہوگا۔“

فائدہ

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نماز سے لاپروائی وہ جرم عظیم ہے کہ
دشمنوں کے ساتھ ہوں گے۔

حضرت مولانا محمد ابراہیم دہلویؒ لکھتے ہیں کہ دنیا میں مال حاصل کرنے
کے چار طریقے ہیں۔

(۱) حکومت اور بادشاہت (۲) ملازمت

(۳) زراعت و تجارت (۴) صنعت کاری اور حرفت یعنی دستکاری

پس جو شخص سیاست اور حکومت کی وجہ سے نماز چھوڑ بیٹھا، اس کا
حشر فرعون کے ساتھ ہوگا، جو ملازمت کی وجہ سے نماز چھوڑتا ہے تو اس کا

حشر ہامان (فرعون کے وزیر کے ساتھ) ہوگا، جو شخص تجارت اور کھیتی باڑی وغیرہ کی وجہ سے نماز چھوڑتا ہے، وہ ابی بن خلف کے ساتھ جہنم میں جائے گا، کیونکہ یہ شخص کھیتی بھی کرتا اور تجارت وکاروبار بھی کرتا تھا، جو شخص دستکاری میں لگ کر نماز چھوڑتا ہے وہ قارون کے ساتھ جہنم میں داخل ہوگا، کیونکہ قارون دستکار تھا۔

نمازی پر پانچ انعام

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص نماز کا اہتمام کرتا ہے، اللہ رب العزت پانچ طرح سے اس کا اکرام واعزاز فرماتے ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ اس پر سے رزق کی تنگی ہٹادی جاتی ہے۔

(۲) دوسرے یہ کہ عذابِ قبر ہٹادیا جاتا ہے۔

(۳) تیسرے یہ کہ قیامت کے دن اس کے اعمال نامے اس کے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے (جن کا حال سورۂ الحاقہ میں مفصل مذکور ہے جن لوگوں کے اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں دیئے جائیں گے وہ نہایت خوش وخرم ہر شخص کو دکھاتے پھریں گے۔

(۴) چوتھے یہ کہ پل صراط سے بجلی کی طرح گذر جائیں گے۔

(۵) پانچویں یہ کہ حساب سے محفوظ رہیں گے۔

بے نمازی کو پندرہ قسم کا عذاب

جو شخص نماز میں سستی کرتا ہے، اس کو پندرہ طریقہ سے عذاب ہوتا ہے۔
پانچ طرح دنیا میں اور تین طرح سے موت کے وقت اور تین طرح قبر میں اور تین طرح قبر سے نکلنے کے بعد۔

دنیا کے پانچ عذاب

دنیا کے پانچ عذاب یہ ہیں۔

(۱) اول یہ کہ اس کی زندگی میں برکت نہیں رہتی۔

(۲) تیسرے یہ کہ اس کے نیک کاموں کا اجر ہٹا دیا جاتا ہے۔

(۴) چوتھے یہ کہ اس کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔

(۵) پانچویں یہ کہ نیک بندوں کو دعاؤں میں اس کا استحقاق نہیں رہتا۔

موت کے وقت تین عذاب

موت کے وقت تین عذاب یہ ہیں۔

(۱) اول ذلت سے مرتا ہے۔

(۲) دوسرا یہ کہ بھوکا مرتا ہے۔

(۳) تیسرا یہ کہ پیاس کی شدت میں موت آتی ہے (اگر سمندر بھی پی لے تو پیاس نہیں بجھتی)۔

قبر کے تین عذاب

قبر کے تین عذاب یہ ہیں۔

(۱) اول قبر اس پر اتنی تنگ ہو جاتی ہے کہ پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں۔

(۲) دوسرا یہ کہ اس کی قبر میں آگ جلادی جاتی ہے۔

(۳) تیسرا یہ کہ قبر میں ایک سانپ اس پر ایسی شکل کا مسلط ہوتا ہے جس کی آنکھیں آگ کی ہوتی ہیں اور ناخن لوہے کے۔ اتنے لمبے کہ ایک دن پورا چل کر اس کے اختتام کو پہنچے۔ اس کی آواز بجلی کی کڑک کی طرح ہوتی ہے۔ وہ یہ کہتا ہے کہ مجھے میرے رب نے تجھ پر مسلط کیا ہے کہ نماز ضائع کرنے کی وجہ سے عصر تک مارے جاؤں اور پھر عصر کی نماز ضائع کرنے کی وجہ سے غروب تک اور مغرب کے نماز کی وجہ سے عشاء تک اور عشاء کی نماز کی وجہ سے صبح تک مارے جاؤں، جب وہ ایک دفعہ اس کو مارتا ہے تو اس کی وجہ سے مردہ ستر ہاتھ زمین میں دھنس جاتا ہے۔ اسی طرح قیامت تک اس کو عذاب ہوتا رہے گا۔

قبر سے نکلنے پر تین عذاب

اور قبر سے نکلنے پر تین عذاب یہ ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ حساب سختی سے کیا جائے گا۔

(۲) دوسرا یہ کہ حق تعالیٰ شانہ کا اس پر غصہ ہوگا۔

(۳) تیسرا یہ کہ جہنم میں داخل کر دیا جائے گا۔ یہ کل میزان چودہ سزائیں ہوئیں۔

ممکن ہے کہ پندرہویں بھول سے رہ گئی ہو۔

اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس کے چہرے پر تین سطریں لکھی ہوئی ہوتی ہیں۔ پہلی سطر وہ اللہ کے حق کو ضائع کرنے والے۔ دوسری سطر وہ اللہ کے غصہ کے ساتھ مخصوص۔ تیسری سطر جیسا کہ تو نے دنیا میں اللہ کے حق کو ضائع کیا۔ آج تو اللہ کی رحمت سے مایوس ہے۔

(فضائل نماز از شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ)

مومن اور منافق کی نماز کا فرق

عن انس رضی اللہ عنہ قال قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تِلْکَ صَلٰوۃُ الْمُنَافِقِ یَجْلِسُ یَرْقُبُ الشَّمْسَ حَتّٰی اِذَا اصْفَرَّتْ وَکَانَتْ بَیْنَ قَرْنَیِ الشَّیْطَانِ قَامَ فَنَقَرَ اَرْبَعًا لَایَذْکُرُاللّٰہَ فِیْھَا اِلَّا قَلِیْلاً. (مسلم)

’’حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ منافق کی نماز ہے کہ وہ بیٹھا سورج (کے ڈوبنے) کا انتظار کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ جب اس میں زردی آجاتی ہے (اور مشرکین کی

سورج پوجا کا وقت آجاتا ہے) تب یہ اُٹھتا ہے اور جلدی جلدی میں چار رکعتیں مار لیتا ہے (ایسے جیسے کہ مرغی زمین پر چونچ مارتی ہے اور پھر اٹھا لیتی ہے) یہ شخص اللہ تعالیٰ کو اپنی نماز میں ذرا بھی یاد نہیں کرتا۔"

نماز ترک کرنا ایمان کے منافی اور کافرانہ عمل ہے

عَنْ جَابِرٍ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَ الْعَبْدِ وَ بَیْنَ الْکُفْرِ تَرْکُ الصَّلٰوۃ. (رواہ المسلم)

"حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بندہ کے اور کفر کے درمیان نماز چھوڑ دینے ہی کا فاصلہ ہے۔"

عَنْ بُرَیْدَۃَ رَضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْعَھْدُ الَّذِیْ بَیْنَنَا وَبَیْنَھُمْ تَرْکُ الصَّلٰوۃ فَمَنْ تَرَکَھَا فَقَدْ کَفَرَ. (رواہ الترمذی)

"حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے اور اسلام قبول کرنے والے عام لوگوں کے درمیان نماز کا عہد و میثاق ہے، (یعنی ہر اسلام لانے والے سے ہم نماز کا عہد

لیتے ہیں جو ایمان کی خاص نشانی اور اسلام کا شعار ہے)
پس جو کوئی نماز چھوڑ دے تو گویا اس نے اسلام کی راہ چھوڑ
کے کافرانہ طریقہ اختیار کرلیا۔"

فائدہ

نماز دین کا ایک شعار اور علامت ہے، اس کی ادائیگی ایمان کی علامت ونشانی ہے اور اس کا چھوڑ دینا کفر کی علامت ہے یعنی جو شخص نماز کو دانستہ چھوڑ دیتا ہے تو گویا وہ اپنے اور کفر کے درمیان سے فاصلے اور رکاوٹ کو خود ختم کردیتا ہے اور کفر کی سرحد پر پہنچ جاتا ہے۔

ان حدیثوں سے امام احمد بن حنبلؒ اور بعض دوسرے اکابر امت نے تو یہ سمجھا ہے کہ نماز چھوڑ دینے سے آدمی قطعاً کافر اور مرتد ہوجاتا ہے اور اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں رہتا حتیٰ کہ اگر وہ اسی حال میں مرجائے تو اس کی نماز جنازہ بھی نہیں پڑھی جائے گی اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہونے کی اجازت بھی نہیں دی جائے گی۔ بہرحال اس کے احکام وہی ہوں گے جو مرتد کے ہوتے ہیں، گویا ان حضرات کے نزدیک کسی مسلمان کا نماز چھوڑ دینا بت یا صلیب کے سامنے سجدہ کرنے یا اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول کی شان میں گستاخی کرنے کی طرح کا ایک عمل ہے جس سے آدمی قطعاً کافر ہوجاتا ہے خواہ اس کے عقیدہ میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی ہو۔

لیکن دوسرا اکثر ائمہ حق کی رائے یہ ہے کہ ترک نماز اگرچہ ایک کافرانہ عمل ہے، جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں، لیکن اگر کسی بدبخت نے صرف غفلت سے نماز چھوڑ دی ہے مگر اس کے دل میں نماز سے انکار اور عقیدہ میں کوئی انحراف نہیں پیدا ہوا ہے تو اگرچہ وہ دنیا و آخرت میں سخت سے سخت سزا کا مستحق ہے لیکن اسلام سے اور ملت اسلامیہ سے اس کا تعلق بالکل ٹوٹ نہیں گیا ہے اور اس پر مرتد کے احکام جاری نہیں ہوں گے، ان حضرات کے نزدیک مندرجۂ بالا احادیث میں ترک نماز کو جو جو کفر کہا گیا ہے، اس کا مطلب کافرانہ عمل ہے اور اس گناہ کی انتہائی شدت اور خباثت ظاہر کرنے کے لئے یہ انداز بیان اختیار کیا گیا ہے، جس طرح کسی مضر غذا یا دوا کے لئے کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ بالکل زہر ہے۔

عَنْ مَعَاذِ بْنِ اَنَسٍ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ الْجَفَاءُ کُلُّ الْجَفَآءِ وَالْکُفْرُ وَ النِّفَاقُ مَنْ سَمِعَ مُنَادِیَ اللّٰہِ یُنَادِیْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَلَایُجِیْبُہٗ. (رواہ احمد)

”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سراسر ظلم ہے اور کفر ہے اور نفاق ہے اس شخص کا فعل جو اللہ کے منادی (یعنی مؤذن) کی آواز سنے اور نماز کو نہ جائے۔“

فائدہ

کتنی سخت وعید اور ڈانٹ ہے اس حدیث پاک میں کہ اس کی اس حرکت کو کافروں کا فعل اور منافقوں کی حرکت بتایا ہے کہ گویا مسلمان سے یہ بات ہو ہی نہیں سکتی۔ ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ آدمی کی بدبختی اور بدنصیبی کے لئے یہ کافی ہے کہ مؤذن کی آواز سنے اور نماز کو نہ جائے۔ سلیمان بن ابی حثمہ جلیل القدر لوگوں میں سے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیدا ہوئے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت سننے کی نوبت کم عمری کی وجہ سے نہیں آئی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو بازار کا نگران بنا رکھا تھا۔ ایک دن اتفاق سے صبح کی نماز میں موجود نہ تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ اس طرف تشریف لے گئے تو ان کی والدہ سے پوچھا کہ سلیمان آج صبح کی نماز میں نہیں تھے۔ والدہ نے کہا کہ رات بھر نفلوں میں مشغول رہا، نیند کے غلبہ سے آنکھ لگ گئی۔ آپ نے فرمایا میں صبح کی جماعت میں شریک ہوں یا مجھے اس سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ رات بھر نفلیں پڑھوں۔

نماز باجماعت انفرادی نماز سے بدرجہا افضل ہے

عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ

اَلْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلٰوةُ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّ عِشْرِيْنَ دَرَجَةً.

(بخاری ومسلم)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (بلا عذرِ شرعی) مسلمانوں کی جماعت سے الگ تھلگ اور اکیلے نماز پڑھنے والے کی نماز کے مقابلے میں جماعت کی نماز ستائیس درجے زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔''

فائدہ

اصل حدیث میں فذ کا لفظ آیا ہے، جس کے معنی الگ تھلگ رہنے والے کے ہیں۔ جماعت کی نماز میں ہر طرح کے مسلمان شریک ہوتے ہیں، امیر بھی، غریب بھی، خوش پوشاک بھی اور پھٹے پرانے کپڑے پہننے والے بھی، تو جن لوگوں کے اندر برائی کا غرور ہوتا ہے اور مال داری کے نشے میں بدمست ہوتے ہیں، وہ اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ ان کے ساتھ کوئی اور کھڑا ہو، اس لئے وہ نماز اپنے گھروں میں پڑھتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ذہنی بیماری کا علاج یہ بتایا ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھو۔ اپنے کمروں یا مسجد میں تنہا نماز نہ پڑھو۔

پھر یہ بات بھی ہے کہ بالعموم جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں شیطانی وساوس کم پیدا ہوتے ہیں اور آدمی کا خدا سے تعلق مضبوط ہوتا ہے۔ اس وجہ سے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق نماز باجماعت کا درجہ ستائیس گنا زیادہ ہے۔ یہی حقیقت اگلی حدیث میں بھی بیان ہوئی ہے۔

نماز باجماعت افضل ہے

عن ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ صَلٰوۃَ الرَّجُلِ مَعَ الرَّجُلِ اَزْکٰی مِنْ صَلٰوتِہٖ وَحْدَہٗ وَصَلٰوتُہٗ مَعَ رَجُلَیْنِ اَزْکٰی مِنْ صَلٰوتِہٖ مَعَ الرَّجُلِ وَمَا اَکْثَرَ فَھُوَ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ. (ابوداؤد)

’’حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی کی نماز جو وہ کسی دوسرے آدمی کے ساتھ مل کر پڑھتا ہے، زیادہ ایمانی نشوونما کا باعث بنتی ہے، اس نماز کے مقابلے میں جو وہ اکیلے پڑھتا ہے، اور وہ نماز جو اس نے دو آدمیوں کے ساتھ مل کر پڑھی، وہ ایک آدمی کے ساتھ پڑھی گئی نماز کے مقابلے میں ایمان کی زیادتی کا باعث بنتی ہے، اور پھر جتنی ہی زیادہ تعداد میں لوگ باہم مل کر نماز پڑھیں تو وہ اللہ کے نزدیک پسندیدہ تر ہے (اتنا ہی خدا سے تعلق مضبوط ہوگا)۔‘‘

جماعت کے عدم قیام کا نقصان

عن ابی الدَّرداء رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰه صلی اللّٰہ علیه وسلم مَا مِنْ ثَلاثَةٍ فِیْ قَرْیَةٍ وَّ بَدْوٍ لَاتُقَامُ فِیْهِمُ الصَّلٰوةُ اِلَّا قَدِ اسْتَحْوَذَ عَلَیْهِمُ الشَّیْطَانُ ، فَعَلَیْکُمْ بِالْجَمَاعَةِ فَاِنَّمَا یَأْکُلُ الذِّئْبُ الْقَاصِیَةَ.(ابو داؤد)

''حضرت ابی الدراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا کہ جس کسی بستی یا گاؤں میں یا جنگل میں تین مسلمان ہوں اور وہاں جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھی جائے تو ان پر شیطان غلبہ پالیتا ہے۔ تو (اے مخاطب!) جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کو اپنے اوپر لازم کرلے، کیونکہ بھیڑیا صرف اس بکری کو کھاتا ہے جو اپنے چرواہے سے دور اور اپنے گلّے سے الگ ہو جاتی ہے۔''

فائدہ

اس حدیث میں یہ حقیقت بیان ہوئی ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے والوں پر خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے اور وہ ان کی حفاظت کرتا ہے۔ لیکن اگر کہیں جماعت قائم نہ کی جائے تو اللہ اپنی حفاظت ونگرانی کا ہاتھ ان

سے کھینچ لیتا ہے اور وہ شیطان کے قابو میں چلے جاتے ہیں۔ پھر وہ انہیں جس طرح چاہتا ہے، شکار کر لیتا ہے اور جس راہ پر چاہتا ہے، چلاتا ہے جیسے بکریوں کا ریوڑ، جو اپنے چرواہے کے قریب رہتی ہیں تو دہری حفاظت میں رہتی ہیں۔

(۱) ایک مالک کی حفاظت۔ (۲) دوسری باہمی اتحاد کی۔

ان دونوں صورتوں میں بھیڑیا انہیں شکار نہیں کر پاتا۔ لیکن اگر کوئی بے وقوف بکری اپنے چرواہے کی منشاء کے خلاف گلے سے نکل کر پیچھے رہ جائے یا آگے نکل جائے تو بھیڑیا نہایت آسانی سے اس کا شکار کر لیتا ہے۔ کیونکہ یہ کمزور بھی ہے اور مالک کی حفاظت سے بھی اس نے اپنے آپ کو محروم کر لیا ہے۔

حالانکہ یہ لوگ اگر جنگل میں جماعت سے نماز پڑھیں تو اور بھی زیادہ ثواب کا سبب ہوتا ہے حتیٰ کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ پچاس نمازوں کا ثواب ہو جاتا ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب کوئی بکریاں چرانے والا کسی پہاڑ کی جڑ میں (یا جنگل میں) اذان کہتا ہے اور نماز پڑھنے لگتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ اس سے بے حد خوش ہوتے ہیں اور تعجب و تفاخر سے فرشتوں سے فرماتے ہیں:

''دیکھو! میرا بندہ اذان کہہ کر نماز پڑھنے لگا۔ یہ سب میرے ڈر کی وجہ سے کر رہا ہے، میں نے اس کی مغفرت کر دی اور جنت کا داخلہ طے کر دیا۔''

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم میں نماز باجماعت کا اہتمام

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ رَأَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنِ الصَّلٰوةِ اِلَّا مُنَافِقٌ قَدْ عُلِمَ نِفَاقُهُ اَوْ مَرِيْضٌ اِنْ كَانَ الْمَرِيْضُ لَيَمْشِىْ بَيْنَ رَجُلَيْنِ حَتّٰى يَاْتِىَ الصَّلٰوةَ وَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَنَا سُنَنَ الْهُدٰى وَ اِنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدَى الصَّلٰوة فِىْ الْمَسْجِدِ الَّذِىْ يُؤَذَّنُ فِيْهِ وَ فِىْ رِوَايَةٍ قَالَ مَنْ سَرَّه اَنْ يَلْقَى اللّٰهَ غَدًا مُسْلِمًا فَلْيُحَافِظْ عَلٰى هٰذِهِ الصَّلٰوتِ الْخَمْسِ حَيْثُ يُنَادٰى بِهِنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ شَرَعَ لِنَبِيِّكُمْ سُنَنَ الْهُدٰى وَ اِنَّهُنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدٰى وَ لَو اَنَّكُمْ صَلَّيْتُمْ فِىْ بُيُوْتِكُمْ كَمَا يُصَلِّىْ هٰذَا الْمُخَلِّفُ فِىْ بَيْتِهٖ لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ. (مسلم)

’’حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں) ہمارا حال یہ تھا کہ ہم میں سے کوئی شخص بھی نماز باجماعت سے پیچھے نہیں رہتا تھا، سوائے اس شخص کے جو منافق ہو، اور اس کا نفاق معلوم تھا، اور سوائے مریض کے (بلکہ اس زمانے کے لوگوں کا حال یہ تھا) کہ اگر کسی مرض میں مبتلا ہو جاتے تو

پھر بھی دو آدمیوں کے سہارے مسجد پہنچتے اور جماعت میں
شرکت کرتے۔ نیز عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
اسی سلسلے میں مزید کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے
ہمیں سنن الہدیٰ سکھائی اور سنن ہدی میں سے نماز بھی ہے،
جو اس مسجد میں پڑھی جائے، جس میں اذان ہوتی ہے۔
(سنن الہدیٰ ان سنتوں کو کہا جاتا ہے جنہیں دین اسلام
میں قانونی حیثیت حاصل ہے اور امت کو حکم دیا گیا ہے کہ
ان پر عمل پیرا ہوں)۔"

ایک اور روایت میں یہ ہے کہ انہوں نے فرمایا: جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ وہ مطیع وفرماں بردار بندے کی حیثیت سے کل قیامت میں اللہ سے ملے تو اسے ان پانچوں نمازوں کی دیکھ بھال کرنی چاہئے اور انہیں مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کرنا چاہئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سننِ ہدیٰ کی تعلیم دی ہے اور یہ نمازیں سنن ہدیٰ میں سے ہیں۔ اگر تم اپنے گھروں میں نماز پڑھو گے جیسے کہ یہ منافق لوگ اپنے گھروں میں پڑھتے ہیں تو تم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو چھوڑ دو گے اور اگر تم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو چھوڑا تو صراطِ مستقیم کو گم کر دو گے۔

بلا عذر بغیر جماعت کے پڑھی ہوئی نماز مقبول نہیں

عَنْ ابْنِ عَبَّاس قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْه وَسَلَّمَ مَنْ سَمِعَ النِّدَآءَ فَلَمْ یَمْنَعْهُ مِنِ اتِّبَاعِهٖ عُذْرٌ قَالُوْا وَ مَا الْعُذْرُ قَالَ خَوْفٌ اَوْ مَرَضٌ لَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ الصَّلٰوةُ الَّتِیْ صَلّٰی. (رواہ ابو داؤد)

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اذان کی آواز سنے اور بلا کسی عذر کے نماز کو نہ جائے (وہیں پڑھ لے) تو وہ نماز قبول نہیں ہوتی۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ عذر سے کیا مراد ہے؟ ارشاد ہوا کہ: مرض ہو یا کوئی خوف (''خوف'' سے مراد جان کی ہلاکت کا خوف کسی دشمن کی وجہ، کسی درندے یا سانپ وغیرہ کی وجہ سے ''مرض'' سے مراد وہ حالت ہے جس کی وجہ سے آدمی مسجد تک نہ جا سکتا ہو) ہو۔''

فائدہ

قبول نہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اس نماز پر جو ثواب اور انعام حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے ہوتا ہے وہ نہ ہوگا۔ گو فرض ذمہ سے اتر جائے گا اور یہی مراد ہے ان حدیثوں سے جن میں آیا ہے کہ اس کی نماز نہیں ہوتی۔

یہ ہمارے امام صاحب کے نزدیک ہے، ورنہ صحابہؓ اور تابعینؒ

کی ایک جماعت کے نزدیک ان احادیث کی بناء پر بلا عذر جماعت کا چھوڑنا حرام ہے اور جماعت سے پڑھنا فرض ہے حتی کہ بہت سے علماء کے نزدیک نماز ہوتی ہی نہیں۔

ابوحنیفہ کے نزدیک اگرچہ نماز ہو جاتی ہے مگر جماعت کے چھوڑنے کا مجرم تو ہو ہی جائے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک حدیث میں یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ اس شخص نے اللہ کی نافرمانی کی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جو شخص اذان کی آواز سنے اور جماعت سے نماز نہ پڑھے نہ اس نے بھلائی کا ارادہ کیا نہ اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا گیا۔

> ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اذان کی آواز سنے اور جماعت میں حاضر نہ ہو، اس کے کان پگھلے ہوئے سیسے سے بھر دیئے جاویں یہ بہتر ہے۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰه علیه وسلم لقد هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ فِتْیَتِیْ فَیَجْمَعُوْا لِیْ حُزَمًا مِنْ حَطَبٍ ثُمَّ اٰتِیْ قَوْمًا یُصَلُّوْنَ فِیْ بُیُوْتِهِمْ لَیْسَتْ بِهِمْ عِلَّةٌ فَأُحَرِّقُهَا عَلَیْهِمْ.

(رواہ مسلم)

''حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میرا دل چاہتا ہے کہ چند جوانوں سے کہوں کہ بہت سا ایندھن اکٹھا کر کے لائیں پھر میں ان لوگوں کے پاس جاؤں جو بلاعذر گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں اور جا کر ان کے گھروں کو جلا دوں۔''

فائدہ

نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود اس شفقت اور رحمت کے جوامت کے حال پر تھی اور کسی شخص کی ادنیٰ سے تکلیف بھی گوارا نہ تھی، ان لوگوں پر جو گھروں مین نماز پڑھ لیتے ہیں، اس قدر غصہ ہے کہ ان کے گھروں میں آگ لگا دینے کو بھی آمادہ ہیں۔

نماز کے انتظار کا ثواب

اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسجد کو اپنا گھر بنایا ہے، اس لئے انسان نماز کے انتظار میں جتنی دیر مسجد میں بیٹھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو نماز کا ثواب دیتے رہتے ہیں۔ مثلاً آپ حضرات اس وقت یہاں مسجد میں بیٹھے ہیں، اور اس لئے بیٹھے ہیں کہ نماز کا انتظار ہے، جتنی دیر آپ بیٹھے ہیں، چاہے خاموش ہی بیٹھے ہیں، کوئی کام بھی نہ کر رہے، نہ نماز پڑھے رہے ہیں، نہ تلاوت کر رہے ہیں، نہ ذکر کر رہے ہیں، بلکہ خالی بیٹھے ہیں، لیکن چونکہ نماز

کے انتظار میں بیٹھے ہیں، اس لئے اس پر وہی ثواب ملے گا جو نماز پڑھنے پر ملتا ہے، لہٰذا اگر آدمی پہلے سے مسجد میں پہنچ جائے تو اس کو مسلسل نماز کا ثواب ملتا رہے گا، اس کے نامہ اعمال میں نیکیوں کا اضافہ ہوتا رہے گا۔ بہرحال نماز کی حفاظت میں یہ بات بھی داخل ہے کہ نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کیا جائے۔

صحابہ کا نماز کے وقت فوراً دکانیں بند کرنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک مرتبہ بازار میں تشریف رکھتے تھے کہ جماعت کا وقت ہوگیا۔ دیکھا کہ فوراً سب کے سب اپنی اپنی دکانیں بند کر کے مسجد میں داخل ہوگئے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ انہی لوگوں کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ....الخ

(سورہ نور: ۳۱)

”ترجمہ پوری آیت شریفہ کا یہ ہے کہ ان مسجدوں میں ایسے لوگ ہیں جو صبح اور شام اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں جن کو اللہ کی یاد سے اور بالخصوص نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے نہ خریدنا غفلت میں ڈالتا ہے نہ بیچنا۔ وہ ایسے دن کی پکڑ سے ڈرتے ہیں جس میں بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں الٹ جائیں گی۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ لوگ تجارت وغیرہ اپنے اپنے کاروبار میں مشغول ہوتے تھے لیکن جب اذان کی آواز سنتے تو سب کچھ چھوڑ کر فوراً مسجد میں چلے جاتے۔

ایک جگہ کہتے ہیں: خدا کی قسم یہ لوگ تاجر تھے مگر ان کی تجارت ان کو اللہ کے ذکر سے نہیں روکتی تھی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ بازار میں تشریف رکھتے تھے کہ اذان ہوگئی۔ انہوں نے دیکھا کہ لوگ اپنے اپنے سامان کو چھوڑ کر نماز کی طرف چل دیئے۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

یہی لوگ ہیں جن کو اللہ جل شانہٗ نے

لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ.

سے یاد فرمایا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نماز کی وجہ سے آنکھ نہ بنوانا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی آنکھ میں جب پانی اتر آیا تو آنکھ بنانے والے حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ اجازت ہو تو ہم آنکھ بنا دیں۔ لیکن پانچ دن تک آپ کو احتیاط کرنا پڑے گی کہ سجدہ بجائے زمین کے کسی اونچی لکڑی پر کرنا ہوگا۔

انہوں نے فرمایا یہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ واللہ ایک رکعت بھی مجھے اس طرح پڑھنا منظور نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مجھے معلوم ہے کہ جو شخص ایک نماز بھی جان کر چھوڑے وہ حق تعالیٰ شانہٗ سے اس طرح ملے گا کہ حق سبحانہ وتقدس اس پر ناراض ہوں گے۔

فائدہ

اگر چہ شرعاً نماز اس طرح سے مجبوری کی حالت میں پڑھنا جائز ہے اور یہ صورت نماز چھوڑنے کی وعید میں داخل نہیں ہوتی مگر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ اجمعین کو نماز کے ساتھ جو شغف تھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل کرنے کی جس قدر اہمیت تھی، اس کی وجہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آنکھ بنوانے کو بھی پسند نہ کیا مٹنے والوں کی شان میں منہ سے جو چاہا نکال دیتے ہیں۔ جب کل ان کا سامنا ہوگا اور یہ فدائی میدان حشر کی سیر کے لطف اڑا رہے ہوں گے جب حقیقت معلوم ہوگی کہ یہ کیا تھے اور اہم نے ان کے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوران جنگ ایک تیر لگ گیا جو آپ کی ران میں گھس گیا۔ اس کو نکالنے کی کوشش کی گئی مگر وہ نہ نکلا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ اجمعین نے مشورہ کیا کہ جب آپ نماز پڑھیں گے تو ہم تیر نکالیں گے۔ چنانچہ جب آپ نے نماز شروع کی اور سجدہ میں گئے تو تیر زور سے کھینچ کر نکال لیا گیا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ارد گرد جمع

دیکھ کر فرمایا کیا تم تیر نکالنے آئے ہو؟ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا حضرت! تیر تو ہم نے نکال بھی لیا۔

اللہ رب العزت ہم سب کو پانچ وقت کی نماز با جماعت خشوع وخضوع اور پابندی کے ساتھ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جنت میں معیت کے لئے نماز کی مدد

حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رات گذارتا تھا اور تہجد کے وقت وضو کا پانی اور دوسری ضروریات مثلاً مسواک مصلی وغیرہ رکھتا تھا۔ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میری خدمات سے خوش ہوکر فرمایا: مانگ کیا مانگتا ہے،انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ جنت میں آپ کی رفاقت۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور کچھ، کہا بس یہی چیز مطلوب ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھا میری مدد کرو، سجدوں کی کثرت سے (یعنی نمازیں کثرت سے پڑھو۔)

فائدہ

اس میں تنبیہ ہے اس امر پر کہ صرف دعا پر بھروسہ کر کے نہ بیٹھنا چاہیے بلکہ کچھ طلب اور عمل کی بھی ضرورت ہے اور اعمال میں سب سے

اہم نماز ہے کہ جتنی اس کی کثرت ہوگی، اتنے ہی سجدے زیادہ ہوں گے۔ جو لوگ اس سہارے پر بیٹھے رہتے ہیں کہ فلاں پیر فلاں بزرگ سے دعا کرائیں گے، سخت غلطی ہے۔ اللہ جل شانہ نے اس دنیا کو اسباب کے ساتھ چلایا ہے۔ اگرچہ بے اسباب ہر چیز پر قدرت ہے اور قدرت کے اظہار کے واسطے کبھی ایسا بھی کر دیتے ہیں۔

لیکن عام عادت یہی ہے ہ دنیا کے کاروبار اسباب سے لگا رکھے ہیں۔ حیرت ہے کہ ہم لوگ دنیا کے کاموں میں تو تقدیر پر اور صرف دعا پر بھروسہ کر کے کبھی نہیں بیٹھتے۔ پچاس طرح کی کوشش کرتے ہیں مگر دین کے کاموں میں تقدیر اور دعا بیچ میں آجاتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ والوں کی دعا نہایت اہم ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہ ارشاد فرمایا کہ سجدوں کی کثرت سے میری دعا کی مدد کرنا۔

عَنْ حُذَیْفَةَ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا حَزَبَہٗ اَمْرٌ فَزِعَ اِلَی الصَّلٰوۃِ. (ابوداؤد)

”حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی سخت امر پیش آتا تھا تو نماز کی طرف فوراً متوجہ ہوتے تھے۔“

نماز پڑھنے کا صحیح طریقہ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللّٰه تعالیٰ عنه اَنَّ رَجُلاً دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فِی نَاحِیَةِ الْمَسْجِدِ فَصَلّٰی ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَیْهِ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَیْکَ السَّلَامُ اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّکَ لَمْ تُصَلِّ فَرَجَعَ فَصَلّٰی ثُمَّ جَآءَ فَسَلَّمَ عَلَیْهِ فقَالَ وَعَلَیْکَ السَّلَامَ اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّکَ لَمْ تُصَلِّ فقَالَ فِی الثَّالِثَةِ اَوْ فِی الَّتِیْ بَعْدَهَا عَلِّمْنِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فقَالَ اِذَا قُمْتَ اِلَی الصَّلَاةِ فَأَسْبِغِ الْوَضُوْءَ ثُمَّ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ فَکَبِّر ثُمَّ اقْرَأْ بِمَا تَیَسَّرَ مَعَکَ مِنَ الْقُرْآنِ ثُمَّ ارْکَعْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ رَاکِعًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰی تَسْتَوِیَ قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حتّٰی تَطْمَئِنَّ جَالِسًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ جَالِسًا وَ فی روایةٍ ثم ارْفَعْ حَتّٰی تَسْتَوِیَ قَائِمًا ثُمَّ افْعَلْ ذٰلِکَ فِی مَاجَةَ فَلْیَضَعْ یَدَهٗ عَلیٰ فِیْهِ.

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے ایک گوشہ میں تشریف فرماتھے کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا۔ (پہلے) اس نے نماز پڑھی (اس طرح کہ تعدیل ارکان اور قومہ وجلسہ کی رعایت نہیں کی) پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر اور سلام عرض کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: جاؤ اور پھر نماز پڑھو اس لئے کہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔''

وہ چلا گیا اور جس طرح پہلے نماز پڑھی تھی اسی طرح پھر نماز پڑھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر سلام عرض کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دے کر پھر اس سے فرمایا کہ:

''جاؤ نماز پڑھو اس لئے کہ تم نے نماز پڑھی ہی نہیں۔''

(اس طرح تین مرتبہ ہوا) تیسری مرتبہ یا چوتھی مرتبہ اس شخص نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! مجھے سکھلا دیجئے (کہ میں نماز کس طرح پڑھوں)۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو (پہلے) اچھی طرح وضو کرلو۔ پھر قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو کر تکبیر کہو پھر

قرآن کی جو (سورت وغیرہ) تمہیں آسان معلوم ہو اسے
پڑھو، پھر طمانینت کے ساتھ رکوع کرو پھر سر اٹھاؤ، یہاں
تک کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ، پھر طمانینت کے ساتھ سجدہ
کرو پھر سر اٹھاؤ اور طمانینت کے ساتھ بیٹھ جاؤ پھر طمانینت
کے ساتھ (دوسرا) سجدہ کرو پھر سر اٹھاؤ۔"

ترمذیؒ کی ایک دوسری روایت اور ابن ماجہ کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں (کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ نماز میں جسے جمائی آئے تو اسے اپنا ہاتھ منہ پر رکھ لینا چاہئے۔

ابتداء نماز کا طریقہ بیان نہ کرنے کی وجہ

سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ تو فرمادیا کہ جاؤ نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی، پہلی مرتبہ میں ان کو نماز کا صحیح طریقہ کیوں نہیں بتایا؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ درحقیقت ان صاحب کو خود پوچھنا چاہئے تھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز پڑھ کر آرہا ہوں، آپ فرمارہے ہیں کہ نماز نہیں پڑھی، مجھ سے کیا غلطی ہوئی؟ جب انہوں نے نہیں پوچھا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نہیں بتایا، اس کے ذریعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اصول بتلادیا کہ جب تک انسان کے دل میں خود طلب پیدا نہ ہو، اس کو تعلیم دینا بعض اوقات بیکار ہو جاتا ہے، اس لئے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس انتظار میں تھے کہ ان کے اندر خود طلب پیدا ہو، جب تیسری مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو واپس لوٹا دیا، اس وقت انہوں نے کہا کہ:

يا رسول الله صلى الله عليه وسلم أرني وعلمني.

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مجھے سکھائیے کہ کس طرح نماز پڑھنی چاہیے۔''

اس وقت پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نماز پڑھنا سکھایا۔

اطمینان سے نماز ادا کرو

بہر حال! ایک طرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی طلب کا انتظار تھا کہ جب ان کے اندر طلب پیدا ہو تو ان کو بتایا جائے، دوسری طرف یہ بات تھی کہ آپ نے سوچا کہ جب یہ دو تین مرتبہ نماز دھرائیں گے اور اس کے بعد نماز کا صحیح طریقہ سیکھیں گے تو وہ طریقہ دل میں زیادہ پیوست ہوگا اور اس بتانے کی اہمیت زیادہ ہوگی۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ ان کو نماز پڑھنے دی۔ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ جب تم نماز پڑھو تو ہر رکن کو اس کے صحیح طریقے پر ادا کرو، جب قرأت کرو تو اطمینان سے تلاوت کرو، جب کھڑے ہو تو اطمینان کے ساتھ کھڑے ہو، اور جب رکوع میں جاؤ تو اطمینان کے ساتھ رکوع کرو، یہاں تک کہ تمہاری کمر سیدھی ہو جائے، جب رکوع سے

کھڑے ہو تو اطمینان کے ساتھ اس طرح سیدھے کھڑے ہو جاؤ کہ کمر میں خم باقی نہ رہے، اس کے بعد جب سجدہ میں جاؤ تو اطمینان کے ساتھ سجدہ کرو اور جب سجدہ سے اٹھو تو اطمینان کے ساتھ اٹھو، اس طرح نماز کی پوری تفصیل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بتلائی اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے وہ تفصیل سنی۔ جن صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نماز کے بارے میں یہ تفصیل سنی تو انہوں نے فرمایا کہ ان صاحب کی وجہ سے ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نماز کے شروع سے لے کر آخر تک پورا طریقہ سننا اور سیکھنا نصیب ہو گیا۔

حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور نماز کی تعلیم

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس بات کا اہتمام کرتے تھے کہ جو طریقہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا دیا، اس کو یاد رکھیں، اس کو محفوظ رکھیں اور اس کو دوسروں تک پہنچائیں اور اپنی نمازوں کو اس کے مطابق بنائیں۔ چنانچہ حضرات خلفاء راشدین حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم جن کی آدھی دنیا سے زیادہ پر حکومت تھی، لیکن جہاں کہیں جاتے، وہاں پر لوگوں کو بتاتے کہ نماز اس طرح پڑھا کرو اور خود نماز پڑھ کر بتاتے کہ آؤ، میں تمہیں بتاؤں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح نماز پڑھا کرتے تھے تاکہ تمہارا طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ہو جائے۔

نماز ادا کرنے کا سنت طریقہ

قیام کا صحیح طریقہ

جو آدمی نماز کے لئے کھڑا ہو تو اس میں سنت یہ ہے کہ آدمی کا پورا جسم قبلہ رُخ ہو، لہٰذا جب کھڑے ہوں تو سب سے پہلے قبلہ رُخ ہونے کا اہتمام کرلیں، سینہ بھی قبلہ رخ ہو، اگر کسی وجہ سے سینہ تھوڑی دیر کے لئے قبلہ سے ہٹ گیا تو نماز تو ہو جائے گی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ کرم فرمایا ہے کہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں کی وجہ سے یہ نہیں کہتے کہ جاؤ ہم تمہاری نماز قبول نہیں کرتے، لہٰذا نماز تو ہو جائے گی لیکن اس نماز میں سنت کا نور حاصل نہ ہوگا، سنت کی برکت حاصل نہ ہوگی، کیونکہ اس طرح کھڑا ہونا سنت کے خلاف ہے۔ اسی طرح پاؤں کی انگلیوں کا رُخ اگر قبلہ کی طرف ہو جائے تو جسم کا ایک ایک حصہ قبلہ رُخ ہو جائے گا۔ اب بتائیے کہ اگر انسان اس طرح سنت کے مطابق پاؤں رکھے تو اس میں کیا تکلیف ہو جائے گی؟

کوئی پریشانی لاحق ہو جائے گی یا کوئی بیماری لاحق ہو جائے گی؟ کچھ بھی نہیں، صرف توجہ اور دھیان کی بات ہے، کیونکہ توجہ، دھیان اور اہتمام نہیں ہے، اس لئے یہ غلطی ہوتی ہے، اگر ذرا دھیان کرلیں تو سنت کے مطابق قیام ہو جائے گا اور اس کے نتیجے میں وہ نماز خضوع کے دائرے میں آجائے گی اور اس نماز میں سنت کے انوار و برکات حاصل ہو جائیں گے۔

نیت کرنے کا مطلب

یہاں ایک مسئلہ کی وضاحت کردوں۔ وہ یہ کہ نیت نام ہے دل کے ارادہ کرنے کا، بس آگے زبان سے نیت کرنا کوئی ضروری نہیں۔ چنانچہ آج بہت سے لوگ نیت کے خاص الفاظ زبان سے ادا کرنے کو ضروری سمجھتے ہیں مثلاً چار رکعت نماز فرض، وقت ظہر کا، منہ میرا کعبہ شریف کی طرف، پیچھے پیش امام کے، واسطے اللہ تعالیٰ کے اللہ اکبر۔

زبان سے یہ نیت کرنے کو لوگوں نے فرض و واجب سمجھ لیا ہے، گویا اگر کسی نے یہ الفاظ نہ کہے تو اس کی نماز ہی نہیں ہوئی۔ یہاں تک دیکھا گیا کہ امام صاحب رکوع میں ہیں، مگر وہ صاحب اپنی نیت کے تمام الفاظ ادا کرنے میں مصروف ہیں اور اس کے نتیجے میں رکعت بھی چلی جاتی ہے، حالانکہ یہ الفاظ زبان سے ادا کرنا کوئی ضروری اور فرض واجب نہیں، جب دل میں یہ ارادہ ہے کہ فلاں نماز امام صاحب کے پیچھے پڑھ رہا ہوں، بس یہ ارادہ کافی ہے۔

تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھانے کا طریقہ

اسی طرح جب تکبیر تحریمہ کہتے وقت ہاتھ کانوں تک اٹھاتے ہیں تو اس کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ ان کو سنت کے مطابق اٹھائیں، بلکہ جس طرح چاہتے ہیں ہاتھ اٹھا کر "اللہ اکبر" کہہ کر نماز شروع کر دیتے ہیں۔

سنت طریقہ یہ ہے کہ ہتھیلی کا رُخ قبلہ کی طرف ہو اور انگوٹھوں کے سرے کانوں کی لو کے برابر آجائیں، یہ صحیح طریقہ ہے، اس کے علاوہ جو دوسرے طریقے ہیں مثلاً بعض لوگ ہتھیلیوں کا رُخ کانوں کی طرف کر دیتے ہیں، بعض لوگ آسمان کی طرف کر دیتے ہیں، یہ سنت طریقہ نہیں، اگر اس طریقے سے ہاتھ اٹھا کر نماز شروع کر دی تو نماز تو ادا ہو جائے گی لیکن سنت کی برکت اور سنت کا نور حاصل نہ ہوگا، صرف دھیان اور توجہ کی بات ہے، اس توجہ کی وجہ سے یہ فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔

ہاتھ باندھنے کا صحیح طریقہ

اسی طرح ہاتھ باندھنے کا معاملہ ہے، کوئی سینے پر باندھ لیتا ہے، کوئی بالکل نیچے کر دیتا ہے اور کوئی کلائی پر ہتھیلی رکھ دیتا ہے۔ یہ سب طریقے سنت کے خلاف ہیں، سنت طریقہ یہ ہے کہ آدمی اپنے داہنے ہاتھ کی چھوٹی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنا کر پہنچے کو پکڑ لے اور درمیان کی تین انگلیاں بائیں ہاتھ کی کلائی پر رکھ لے اور ناف کے ذرا نیچے ہاتھ باندھ لے۔ یہ ہے مسنون طریقہ ۔اس طریقے پر عمل کرنے سے سنت کی برکت بھی حاصل ہوگی اور نور بھی حاصل ہوگا، اگر اس طریقے کے خلاف ویسے ہی ہاتھ پر ہاتھ رکھ دو گے تو کوئی مفتی یہ نہیں کہے گا کہ نماز نہیں ہوئی، نماز درست ہو جائے گی، لیکن سنت کے طریقے پر عمل نہ ہوگا، بس ذرا سی توجہ اور دھیان کی بات ہے۔

قرأت کا صحیح طریقہ

ہاتھ باندھنے کے بعد ثناء

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ

پڑھے، پھر سورہ فاتحہ پڑھے اور سورۃ پڑھے۔ ایک نمازی یہ سب چیزیں نماز میں پڑھ تو لیتا ہے لیکن اردو لہجہ میں پڑھتا ہے یعنی اس کا لب ولہجہ اور اس کی ادائیگی سنت کے مطابق نہیں ہوتی اور پڑھنے کا جو صحیح طریقہ ہے وہ حاصل نہیں ہوتا۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ قرآن کریم کو تجوید کے ساتھ اور اس کے ہر حرف کو اس کے صحیح مخرج سے ادا کیا جائے۔ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ تجوید اور قرأت سیکھنا بڑا مشکل کام ہے، حالانکہ اس کا سیکھنا کچھ مشکل نہیں، کیونکہ قرآن کریم میں جو حروف استعمال ہوئے ہیں، وہ کل ۲۹ حروف ہیں اور ان میں سے اکثر حروف ایسے ہیں جو اردو میں بھی استعمال ہوتے ہیں، ان کو صحیح طور پر ادا کرنا تو بہت آسان ہے، البتہ صرف آٹھ دس حروف ایسے ہیں جن کی مشق کرنی ہوگی، مثلاً یہ کہ ''ث'' کس طرح ادا کیا جائے۔ ''ح'' کس طرح ادا کی جائے اور ''ض'' اور ''ظ'' میں کیا فرق ہے۔ اگر آدمی ان چند حروف کی کسی اچھے قاری سے مشق کرلے کہ جب ''ح'' ادا کرے تو ''ہ'' زبان سے نہ نکلے۔ کیونکہ ہمارے یہاں ''ح'' اور ''ہ'' کی ادائیگی میں فرق نہیں کیا جاتا، لیکن عربی زبان میں

دونوں کے درمیان بڑا فرق ہے۔ بعض اوقات ایک کو دوسرے کی جگہ پڑھ لینے معنی بدل جاتے ہیں۔ اس لئے ان حروف کی مشق کرنا ضروری ہے، یہ کوئی مشکل کام نہیں، لیکن چونکہ ہمیں اس کی فکر نہیں ہے، اس لئے اس کی طرف توجہ اور التفات نہیں ہے۔

قیام کا مسنون طریقہ

قیام یعنی نماز میں کھڑے ہونے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ آدمی بالکل سیدھا کھڑا ہو اور نگاہیں سجدے کی جگہ پر ہوں، سجدے کی جگہ کی طرف نظر ہونے کی وجہ سے انسان کے جسم کا اوپر والا تھوڑا سا حصہ آگے کی طرف جھکا ہوا ہوگا، اس سے زیادہ جھکنا پسندیدہ نہیں۔ چنانچہ بعض لوگ نماز میں بہت زیادہ جھک جاتے ہیں اور اس کے نتیجے میں کمر میں خم آجاتا ہے، یہ طریقہ پسندیدہ نہیں بلکہ سنت کے خلاف ہے۔ لہٰذا قیام کے وقت اس طرح سیدھا کھڑا ہونا چاہئے کہ کمر میں خم نہ آئے البتہ سر تھوڑا سا جھکا ہوا ہو تاکہ نظریں سجدے کی جگہ پر ہو جائیں۔ یہ کھڑے ہونے کا مسنون طریقہ ہے۔

نماز میں نظر سجدہ کی جگہ رکھنی چاہئے

عن انسٍ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَا اَنَسِ اِجۡعَلۡ بَصَرَکَ حَیۡثُ تَسۡجُدُ. رواہ البَیۡھَقِیُّ فِی سُنن الکبیر مِنۡ طریقِ

الحسن عن انس یرفعهٗ الجزرِی.

''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ انس! نماز میں تم اپنی نگاہ وہاں رکھو جہاں سجدہ کرتے ہو۔''

اِس روایت کو بیہقی نے سنن کبیر میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بطریق حسن نقل کیا ہے جس کو جزری نے مرفوع کہا ہے۔

فائدہ

اس حدیث سے بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ پوری نماز میں نظر سجدہ کی جگہ رکھنی چاہئے، چنانچہ شوافع کا عمل اسی پر ہے، مگر علامہ طیبیؒ نے فرمایا ہے کہ:

''مستحب یہ ہے کہ حالتِ قیام میں نظر سجدہ کی جگہ، رکوع میں پشت قدم پر، سجدہ میں ناک کی طرف اور بیٹھنے کی حالت میں زانو پر رکھنی چاہئے، یہی مسلک حنیفہ کا بھی اتنے اضافہ کے ساتھ ہے کہ سلام کے وقت نظر کاندھوں پر رکھنی چاہیے۔''

اس حدیث سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ نماز میں آنکھیں بند کرنا مکروہ ہے، اصل مشکوٰۃ میں رواہ کے بعد جگہ خالی ہے، بعد میں کسی شارح نے ''البیہقی'' سے آخر تک کی عبادت کا اضافہ کیا ہے۔

رکوع کا مسنون طریقہ

قیام کے بعد رکوع کا مرحلہ آتا ہے جب آدمی رکوع میں جائے تو اس کی

کمر سیدھی ہو جائے، بعض لوگ رکوع میں اپنی کمر کو بالکل سیدھا نہیں کرتے، یہ سنت کے خلاف ہے، بلکہ بعض فقہاء کے نزدیک اس کی وجہ سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ لہٰذا کمر بالکل سیدھی ہو اور انگلیوں کو کھول کر گھٹنے پکڑ لینے چاہئیں، اور گھٹنے بھی سیدھے ہونے چاہئیں ان میں خم نہ ہو، اور ڈھیلے نہ ہوں، بلکہ کسے ہوئے ہوں، اس طریقے میں جتنی کمی آئے گی، اتنی ہی سنت سے دوری ہوگی، اور نماز کے انوار و برکات میں کمی آئے گی۔

قومہ کا مسنون طریقہ

رکوع کے بعد جب آدمی "سمع اللہ لمن حمدہ" کہتے ہوئے کھڑا ہوتا ہے، اس کو "قومہ" کہا جاتا ہے، اس قومہ کی ایک سنت آج کل متروک ہوگئی ہے، وہ یہ کہ اس قومہ میں بھی آدمی کو کچھ دیر کھڑا ہونا چاہئے، یہ نہیں کہ ابھی پوری طرح کھڑے بھی نہ ہونے پائے تھے کہ سجدے میں چلے گئے۔ ایک حدیث میں ایک صحابہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ جتنی دیر آپ رکوع میں رہتے، اتنی ہی دیر قومہ میں بھی رہتے، مثلاً اگر رکوع میں پانچ مرتبہ:

سبحان ربی العظیم.

کہا تو جتنا وقت پانچ مرتبہ

سبحان ربی العظیم.

کہنے میں لگا اور وہ وقت آپ نے رکوع میں گزارا، تقریباً اتنا ہی وقت آپ قومہ میں گزارتے تھے، اس کے بعد سجدہ میں تشریف لے جاتے، آج ہم لوگ رکوع سے اٹھتے ہوئے ذرا سی دیر میں

سمع اللہ لمن حمدہ.

کہتے ہیں اور پھر فوراً سجدے میں چلے جاتے ہیں، یہ طریقہ سنت کے مطابق نہیں۔

''قومہ'' کی دعائیں

حدیث شریف میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قومہ میں یہ دعائیہ الفاظ پڑھا کرتے تھے۔

رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ، مِلْأَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَمِلْأَ مَا بَیْنَھُمَا وَمِلْأَ مَا شِئْتَ مِنْ شَیْءٍ بَعْدُ.

بعض احادیث میں یہ الفاظ آئے ہیں۔

رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُبَارَکًا فِیْهِ کَمَا یُحِبُّ رَبَّنَا وَیَرْضٰی.

اس سے پتہ چلا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنی دیر قومہ میں کھڑے رہتے جتنی دیر میں یہ الفاظ ادا فرماتے۔ لہٰذا قومہ میں صرف قیام کا ارشارہ کر کے سجدہ میں چلے جانا درست نہیں۔ بلکہ اگر کوئی آدمی سیدھا کھڑا ابھی نہیں ہوا تھا کہ

وہیں سے سجدے میں چلا گیا تو نماز واجب الاعادہ ہو جاتی ہے۔ لہٰذا سیدھا کھڑا ہونا ضروری ہے۔

قومہ کا ایک ادب

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بعض مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے قومہ میں کھڑے ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنی دیر کھڑے رہے کہ ہمیں یہ خیال ہونے لگا کہ کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھول تو نہیں گئے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع لمبا فرمایا تھا، اس لئے قومہ بھی لمبا فرمایا اور اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں تشریف لے گئے۔ یہ قومہ کا ادب ہے۔

سجدہ میں جانے کا طریقہ

قومہ کے بعد آدمی سجدہ کرتا ہے۔ سجدہ میں جانے کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی سیدھا سجدے میں جائے یعنی سجدے میں جاتے وقت کمر کو پہلے سے نہ جھکائے، جب تک گھٹنے زمین پر نہ ٹکیں، اس وقت تک اوپر کا بدن بالکل سیدھا رہے، البتہ جب گھٹنے زمین پر رکھ دے، اس کے بعد اوپر کا بدن آگے کی طرف جھکاتے ہوئے سجدے میں چلا جائے، یہ طریقہ زیادہ بہتر ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص پہلے سے جھک جائے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ لیکن فقہاء کرام نے اس طریقے کو زیادہ پسند فرمایا ہے۔

سجدہ میں جانے کی ترتیب

سجدہ میں جانے کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے گھٹنے زمین پر لگنے چاہئیں، اس کے بعد ہتھیلیاں، اس کے بعد ناک، اس کے بعد پیشانی زمین پر ٹکنی چاہئے اور اس کو آسانی سے یاد رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ جو عضو زمین سے جتنا قریب ہے، وہ اتنا ہی پہلے جائے گا۔ چنانچہ گھٹنے زمین سے زیادہ قریب ہیں، اس لئے پہلے گھٹنے جائیں گے پھر ہاتھ قریب ہیں، تو ہاتھ پہلے ٹکیں گے۔ اس کے بعد ناک قریب ہے، اس کے بعد آخر میں پیشانی زمین پر ٹکے گی۔ سجدہ میں جانے کی یہ ترتیب ہے، اس ترتیب سے سجدے میں جائے۔

پاؤں کی انگلیاں زمین پر ٹیکنا

اور سجدہ کرتے وقت یہ سب اعضاء بھی سجدے میں جاتے ہیں، لہٰذا سجدہ دو ہاتھ، دو گھٹنے، دو پاؤں، ناک اور پیشانی یہ سب اعضاء سجدے میں جانے چاہئیں اور زمین اور زمین پر ٹکنے چاہئیں۔ بکثرت لوگ سجدے میں پاؤں زمین پر نہیں ٹیکتے، پاؤں کی انگلیاں اوپر رہتی ہیں، اگر پورے سجدے میں ایک لمحہ کے لئے بھی انگلیاں زمین پر نہ ٹکیں تو سجدہ ہی نہیں ہوگا اور نماز فاسد ہو جائے گی، البتہ اگر ایک لمحہ کے لئے بھی ''سبحان اللہ'' کہنے کے بقدر انگلیاں زمین پر ٹک گئیں تو سجدہ اور نماز ہو جائے گی، لیکن سنت کے خلاف ہوگی۔ کیونکہ سنت یہ ہے کہ پورے سجدے میں دونوں پاؤں کی

انگلیاں زمین پر ٹکی ہوئی ہوں، اور ان انگلیوں کا رخ بھی قبلہ کی طرف ہونا چاہئے۔ لہٰذا اگر انگلیاں زمین پر ٹک تو گئیں لیکن ان کا رُخ قبلہ کی طرف نہ ہوا تو بھی سنت کے خلاف ہے۔

سجدہ میں کہنیاں کھولنا

لہٰذا جب سجدہ کرو تو اس کو صحیح طریقے سے کرو، سجدہ میں تمہارے اعضاء اسی طرح ہونے چاہئیں جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوا کرتے تھے، وہ اس طرح کہ کہنیاں پہلو سے جدا ہوں۔ البتہ کہنیاں پہلو سے الگ ہونے کے نتیجے میں برابر والے نمازی کو تکلیف نہ ہو، بعض لوگ اپنی کہنیاں اتنی زیادہ دور کر دیتے ہیں کہ دائیں بائیں والے نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے یہ طریقہ بھی سنت کے خلاف ہے، جائز نہیں۔ اس لئے کہ کسی انسان کو تکلیف پہنچانا کبیرہ گناہ ہے۔ اور سجدہ میں کم از کم تین مرتبہ "**سبحان ربی الاعلیٰ**" کہے، زیادہ کی توفیق ہو تو پانچ مرتبہ، سات مرتبہ، گیارہ مرتبہ کہے اور محبت، عظمت اور قدر سے یہ تسبیح پڑھے۔

جلسہ کی کیفیت و دعا

جب پہلا سجدہ کر کے آدمی بیٹھتا ہے تو اس کو جلسہ کہتے ہیں۔ جلسہ میں کچھ دیر اطمینان سے بیٹھنا چاہئے، یہ نہ کریں کہ بیٹھتے ہی فوراً دوبارہ سجدے میں چلے گئے۔ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جلسے میں بھی حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً اتنی دیر بیٹھا کرتے تھے جتنی دیر سجدے میں، یعنی جتنا وقت سجدے میں گزرتا۔ تقریباً اتنا ہی وقت جلسے میں گزرتا تھا، یہ سنت بھی متروک ہوتی جارہی ہے اور جلسے میں آپ سے یہ دعا پڑھنا ثابت ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ ، اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَ اسْتُرْنِیْ وَاجْبُرْنِیْ وَاھْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ.

لہٰذا اتنا وقت جلسے میں گزرنا چاہئے جس میں یہ دعا پڑھی جاسکے اور پھر دوسرے سجدے میں جائے۔

رکوع اور سجدہ میں ہاتھوں کی انگلیاں

ایک بات یہ ہے کہ جب آدمی رکوع میں ہو تو ہاتھ کی انگلیاں کھلی ہونی چاہئیں اور گھٹنوں کو انگلیوں سے پکڑ لینا چاہئے اور سجدہ کی حالت میں مسنون یہ ہے کہ ہاتھوں کی انگلیاں بند ہوں اور ہاتھ اس طرح رکھے جائیں کہ چہرہ ہاتھوں کے درمیان آجائے اور ہتھیلیاں کندھوں کے قریب ہوں، انگوٹھے کانوں کی لو کے سامنے ہوں اور کہنیاں پہلو سے علیحدہ ہوں، ملی ہوئی نہ ہوں۔

التحیات میں بیٹھنے کا طریقہ

جب آدمی التحیات میں بیٹھے تو التحیات میں بیٹھتے وقت دایاں پاؤں کھڑا ہو اور اس پاؤں کی انگلیوں کا رخ قبلے کی طرف ہو، اور بایاں پاؤں بچھا کر آدمی اس کے اوپر بیٹھ جائے۔ اور ہاتھ کی انگلیاں رانوں پر اس

طرح رکھی ہوئی ہوں کہ ان کا آخری سرا گھٹنوں پر آرہا ہو۔ انگلیوں کو گھٹنوں سے نیچے لٹکانا اچھا نہیں ہے۔

سلام پھیرنے کا طریقہ

اور جب سلام پھیرو تو سلام پھیرنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ جب دائیں طرف سلام پھیرے تو پوری گردن دائیں طرف موڑ لی جائے اور اپنے کندھوں کی طرف نظر کی جائے اور بائیں طرف سلام پھیرتے وقت پوری گردن بائیں طرف پھیر دی جائے اور بائیں کندھوں کی طرف نظر کی جائے۔

یہ چند چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں۔ اگر ان باتوں کا خیال کرلیا جائے تو نماز سنت کے مطابق ہوجاتی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع کا نور حاصل ہوجاتا ہے۔ اس کی برکات حاصل ہوتی ہیں اور اس کے ذریعہ نماز کے اندر خشوع حاصل ہونے میں بھی مدد ملتی ہے۔ اور ان باتوں میں نہ زیادہ وقت لگتا ہے نہ زیادہ محنت صرف ہوتی ہے، نہ پیسہ خرچ ہوتا ہے۔ لیکن اس کے نتیجے میں نماز سنت کے مطابق ہوجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمادے۔ آمین

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.

زکوٰۃ کے فضائل و احکام

افادات

پیرِ طریقت رہبرِ شریعت

حضرۃ مولانا عبدالواحدؒ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تلمیذِ رشید

شیخ الاسلام حضرۃ مولانا حسینؒ احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفۂ مجاز

مرشد الموحدین قطب الاقطاب حضرۃ مولانا حماد اللہ ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب و تزئین

عاصم عبداللہ

کرامی دار الکتب کراچی

جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی 2 کراچی 75230

0333-2124384

زکوٰۃ ادا نہ کرنے کا عذاب

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللّٰه تعالٰی عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَا لًافَلَمْ یُوَدِّ زَکٰوتَهٗ مُثِّلَ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ شُجَاعًا اَقْرَعَ لَهٗ زَبِیْبَتَانِ یُطَوَّقُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ثُمَّ یَاخُذُ بِلَهْزِمَتَیْهِ (یعنی شِدْقَیْهِ) ثُمَّ یَقُوْلُ اَنَا مَالُکَ اَنَا کَنْزُکَ ثُمَّ تَلَا وَلَایَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ. الایة. (رواه البخاری)

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی کو اللہ تعالیٰ نے دولت عطا فرمائی پھر اس نے اُس کی زکوٰۃ نہیں ادا کی تو وہ دولت قیامت کے دن اس آدمی کے سامنے ایسے زہریلے ناگ کی شکل میں آئے گی جس کے انتہائی زہریلے پن سے اس کے سر کے بال جھڑ گئے ہوں گے اور اس کی آنکھوں کے اوپر دو سفید نقطے ہوں گے (جس سانپ میں یہ دو باتیں پائی جائیں، وہ انتہائی زہریلا سمجھا جاتا ہے) پھر وہ سانپ اس (زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے بخیل) کے گلے کا طوق بنا دیا جائے گا (یعنی اس کے گلے میں لپٹ جائے گا) پھر اس کی دونوں باچھیں پکڑے گا (اور کاٹے گا) اور کہے گا کہ میں تیری دولت ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں، یہ فرمانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔“

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله نحمده على ما انعم وعلمنا مالم نعلم
والصلٰوة على افضل الرسل واكرم وعلى اٰله وصحبه
وبارك وسلّم ، امّابعد !
فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم.
بسم الله الرحمن الرحيم.
قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَ آتُوا الزَّكٰوةَ وَ
اَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا. (سورۂ مزمل: آیت/۲۰)
''اور قائم کرو نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ، اور قرض دو اللہ کو
اچھی طرح قرض دینا (یعنی اخلاص کے ساتھ)۔''
آج کی نشست میں فریضہ زکوٰۃ سے متعلق کچھ عرض کرنا ہے۔

دین میں زکوٰۃ کی اہمیت اور اس کا مقام

یہ ایک معلوم و معروف حقیقت ہے کہ شہادت توحید و رسالت اور اقامتِ صلوٰۃ کے بعد زکوٰۃ اسلام کا تیسرا رکن ہے۔ قرآن مجید میں ستر

سے زیادہ مقامات پر اقامتِ صلوٰۃ اور اداءِ زکوٰۃ کا ذکر اس طرح ساتھ ساتھ کیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دین میں ان دونوں کا مقام اور درجہ قریب قریب ایک ہی ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان کوئی خاص رابطہ ہے۔

زکوٰۃ کے تین پہلو

زکوٰۃ میں نیکی اور افادیت کے تین پہلو ہیں:

ایک یہ کہ مؤمن بندہ جس طرح نماز کے قیام اور رکوع وسجود کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں اپنی بندگی اور تذلل و نیازمندی کا مظاہرہ جسم وجان اور زبان سے کرتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی رضا ورحمت اور اس کا قرب اس کو حاصل ہو، اسی طرح زکوٰۃ ادا کر کے وہ اس کی بارگاہ میں اپنی مالی نذر اسی غرض سے پیش کرتا ہے اور اس بات کا عملی ثبوت دیتا ہے کہ اس کے پاس جو کچھ ہے وہ اسے اپنا نہیں بلکہ خدا کا سمجھتا ہے اور یقین کرتا ہے اور اس کی رضا اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے وہ اس کو قربان کرتا ہے اور نذرانہ چڑھاتا ہے۔

زکوٰۃ کا شمار ''عبادات'' میں اسی پہلو سے ہے۔ دین وشریعت کی خاص اصطلاح میں ''عبادات'' (جیسے کہ پہلے بھی اپنے موقع پر ذکر کیا جاچکا ہے) بندے کے انہی اعمال کو کہا جاتا ہے، جن کا خاص مقصد

وموضوع اللہ تعالیٰ کے حضور میں اپنی عبدیت اور بندگی کے تعلق کو ظاہر کرنا اوراس کے ذریعہ اس کا رحم وکرم اوراس کا قرب ڈھونڈھنا ہے۔

دوسرا پہلو زکوٰۃ میں یہ ہے کہ اس کے ذریعے اللہ کے ضرورت مند اور پریشان حال بندوں کی خدمت واعانت ہوتی ہے۔اس پہلو سے زکوٰۃ ،اخلاقیات کا نہایت ہی اہم باب ہے۔

تیسرا پہلو اس میں افادیت کا یہ ہے کہ حُبّ مال اور دولت پرستی جو ایک ایمان کش اور نہایت مہلک روحانی بیماری ہے، زکوٰۃ اس کا علاج اور اس کے گندے اور زہریلے اثرات سے نفس کی تطہیر اور تزکیہ کا ذریعہ ہے۔ اسی بنا پر قرآن مجید میں ایک جگہ فرمایا گیا ہے۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا.

(سورۃ التوبۃ: آیت/۱۰۳)

''اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ مسلمانوں کے اموال میں سے صدقہ (زکوٰۃ) وصول کیجئے، جس کے ذریعہ ان کے قلوب کی تطہیر اوران کے نفوس کا تزکیہ ہو۔''

دوسری جگہ فرمایا گیا ہے:

وَ سَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَىO الَّذِىْ يُؤْتِىْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰىO

(سورۃ اللیل: آیت/۸،۹)

''اور اس آتش دوزخ سے وہ نہایت متقی بندہ دور رکھا

جائے گا جو اپنا مال راہِ خدا میں اس لئے دیتا ہو، کہ اس کی

روح اور اس کے دل کو پاکیزگی حاصل ہو۔"

بلکہ زکوٰۃ کا نام غالباً اسی پہلو سے زکوٰۃ رکھا گیا ہے، کیونکہ زکوٰۃ کے اصل معنی ہی پاکیزگی کے ہیں۔

زکوٰۃ کا حکم اگلی شریعتوں میں

زکوٰۃ کی اس غیر معمولی اہمیت اور افادیت کی وجہ سے اس کا حکم اگلے پیغمبروں کی شریعتوں میں بھی نماز کے ساتھ ہی ساتھ برابر رہا ہے۔

سورۂ انبیاء میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے صاحبزادے حضرت اسحاق علیہ السلام اور پھر ان کے صاحبزادے حضرت یعقوب علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا ہے۔

وَ أَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَ إِقَامَ الصَّلَاةِ وَ إِيْتَاءَ الزَّكَاةِ، وَكَانُوْا لَنَا عَابِدِيْنَ. (سورة الانبياء: آیت ۷۳)

"اور ہم نے ان کو حکم بھیجا نیکیوں کے کرنے کا (خاص کر) نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کا، اور وہ ہمارے عبادت گزار بندے تھے۔"

اور سورۂ مریم میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں فرمایا گیا ہے:

وَ كَانَ يَأْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ.

(سورۂ مریم: آیت/۴)

''اور وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے۔''

اور اسرائیلی سلسلے کے آخری پیغمبر حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے متعلق ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کے لوگوں سے فرمایا:

اِنِّیْ عَبْدُاللّٰهِ اٰتَانِیَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِیْ نَبِيًّا وَّ جَعَلَنِیْ مُبَارَكًا اَيْنَمَا كُنْتُ وَ اَوْصَانِیْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّاo (سورۂ مریم: آیت/۲)

''میں اللہ کا ایک بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب عطا فرمائی ہے اور نبی بنایا ہے اور جہاں کہیں میں ہوں مجھے اس نے بابرکت بنایا ہے اور جب تک میں زندہ رہوں مجھے نماز اور زکوٰۃ کی وصیت فرمائی ہے۔''

اور سورۂ بقرہ میں جہاں بنی اسرائیل کے ایمانی میثاق اور ان بنیادی احکام کا ذکر کیا گیا ہے، جن کی ادائیگی کا ان سے عہد لیا گیا تھا، ان میں ایک حکم یہ بھی بیان کیا گیا ہے۔

وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ. (سورۂ بقرہ: ع/۱۰)

''اور نماز قائم کرتے رہنا اور زکوٰۃ ادا کیا کرنا۔''

اسی طرح جہاں سورۂ مائدہ میں بنی اسرائیل کے اس عہد و میثاق کا ذکر

کیا گیا ہے، وہاں بھی فرمایا گیا ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّی مَعَکُمْ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَیْتُمُ الزَّکٰوةَ وَ اٰمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ. (سورۂ مائدۃ: ع/۳)

''اور اللہ نے فرمایا میں (اپنی مدد کے ساتھ) تمہارے ساتھ ہوں، اگر تم قائم کرتے رہے نماز اور ادا کرتے رہے زکوٰۃ، اور ایمان لاتے رہے میرے رسولوں پر۔''

قرآن مجید کی ان آیات سے ظاہر ہے کہ نماز اور زکوٰۃ ہمیشہ سے آسمانی شریعتوں کے خاص ارکان اور شعائر رہے ہیں، ہاں ان کے حدود اور تفصیلی احکام وتعینات میں فرق ضرور رہا ہے۔ زکوٰۃ کا مطلق حکم تو یقیناً اسلام کے ابتدائی دور میں ہجرت سے کافی پہلے آچکا تھا۔ چنانچہ سورۂ مومنوں، سورۂ نحل اور سورۂ لقمان کی ابتدائی آیات میں اہل ایمان کی لازمی صفات کے طور پر اقامتِ صلوٰۃ اور ایتاء زکوٰۃ کا ذکر موجود ہے، جبکہ یہ سورتیں مکی ہیں۔ اس وقت زکوٰۃ کا مطلب یہ تھا کہ اللہ کے حاجت مند بندوں پر اور خیر کے کاموں میں اپنی کمائی صرف کی جائے۔

اُمّ المومنین حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے، جس میں انہوں نے حبشہ کی ہجرت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ کی اُس گفتگو کا ذکر کیا ہے جو

انہوں نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے سوال کے جواب میں اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعارف میں کی تھی۔ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت و تعلیم کے بارے میں ان کے یہ الفاظ بھی ہیں۔

وَ یَامُرُنَا بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ.

''اور وہ ہمیں نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے ہیں۔''

اور یہ معلوم ہے کہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے رفقاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ سے بہت پہلے اسلام کے ابتدائی دور میں حبشہ جا چکے تھے۔

اسی طرح صحیح بخاری وغیرہ کی روایت کے مطابق شاہ روم کے سوال کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق (اس وقت کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شدید دشمن) ابوسفیان کا یہ بیان کہ:

یَامُرُنَا بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ وَالصِّلَۃِ وَالْعَفَاف.

''وہ ہمیں نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے ہیں، اور صلہ رحمی اور پاکدامنی کی ہدایت کرتے ہیں۔''

اس کا واضح ثبوت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت سے پہلے مکہ معظّمہ کے زمانہ قیام میں بھی نماز اور زکوٰۃ کی دعوت دیتے تھے۔

ہاں نظام زکوٰۃ کے تفصیلی مسائل اور حدود و تعینات ہجرت کے بعد آئے

اور مرکزی طور پر اس کی تحصیل وصول کا نظام تو ۸ ھ کے بعد قائم ہوا۔

اس تمہید کے بعد زکوۃ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پڑھئے۔

زکوۃ، مال کی تطہیر اور تزکیہ کا ذریعہ ہے

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللّٰہ تعالٰی عنھما قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ ﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ﴾ الاية. كَبُرَ ذَالِكَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالَ عُمَرُ رضی اللّٰہ تعالٰی عنه اَنَا اُفَرِّجُ عَنْكُمْ فَانْطَلَقَ فَقَالَ يَانَبِيَّ اللّٰهِ اِنَّهُ كَبُرَ عَلٰى اَصْحَابِكَ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَفْرِضِ الزَّكٰوةَ اِلَّا لِيُطَيِّبَ مَابَقِيَ مِنْ اَمْوَالِكُمْ وَاِنَّمَا فَرَضَ الْمَوَارِيْثَ. وَذَكَرَ كَلِمَةً لِتَكُوْنَ لِمَنْ بَعْدَكُمْ فَقَالَ فَكَبَّرَ عُمَرُ. ثُمَّ قَالَ اَلَا اُخْبِرُكَ بِخَيْرِ مَا يَكْنِزُ الْمَرْءُ الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ اِذَا نَظَرَ اِلَيْهَا سَرَّتْهُ وَاِذَا اَمَرَهَا اَطَاعَتْهُ وَ اِذَا غَابَ عَنْهَا حَفِظَتْه. (رواه ابوداؤد)

”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب سورۂ توبہ کی یہ آیت نازل ہوئی:

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَايُنْفِقُوْنَهَا فِيْ

سَبِیْلِ اللّٰہِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ○

یَوْمَ یُحْمٰی عَلَیْھَا فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ فَتُکْوٰی بِھَا جِبَاھُھُمْ

وَجُنُوْبُھُمْ وَظُھُوْرُھُمْ ھٰذَا مَا کَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ

فَذُوْقُوْا مَا کُنْتُمْ تَکْنِزُوْنَ○ (پ/۱۰، ع/۱۱)

''اور جو لوگ سونا چاندی (وغیرہ مال و دولت) بطور ذخیرے کے جمع کرتے اور جوڑتے رہتے ہیں اور اس کو خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، تو اے پیغمبر! آپ (پرستارانِ دولت کا آخرت کے) دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے (یہ عذاب انہیں اس دن ہوگا) جس دن کہ ان کی جمع کردہ دولت کو دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر اس سے ان کے ماتھے، ان کے پہلو اور ان کی پیٹھیں داغی جائیں گی (اور اُن سے) کہا جائے گا یہ ہے (تمہاری وہ دولت) جس کو تم نے اپنے لئے جوڑا تھا اور ذخیرہ کیا تھا، پس مزا چکھو تم اپنی دولت اندوزی کا۔''

(تو جب یہ آیت نازل ہوئی جس میں ذخیرے کے طور پر مال و دولت جمع کرنے والوں کے لئے آخرت کے سخت دردناک عذاب کی وعید ہے) تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر اس کا بہت بوجھ پڑا (اور وہ بڑی فکر میں پڑ گئے) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں تمہاری اس فکر اور

پریشانی کو دور کرنے کی کوشش کروں گا۔ چنانچہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور عرض کیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے اصحاب پر اس آیت کا بڑا بوجھ ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ پاک نے زکوٰۃ تو اسی لئے فرض کی ہے کہ اس کی ادائیگی کے بعد جو مال باقی رہ جائے وہ پاک ہو جائے۔

اور (اسی طرح) میراث کا قانون اس لئے مقرر کیا ہے کہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ یہاں ایک کلمہ آپ نے کہا تھا جو مجھے یاد نہیں رہا (لیکن میراث کے بارے میں آپ نے فرمایا تھا کہ میراث کا قانون اسی لئے مقرر کیا گیا ہے کہ) تمہارے پسماندگان کے لئے سہارا ہو۔

> ''حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جواب سن کر خوشی میں) کہا اللہ اکبر! اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: میں تم کو وہ بہترین دولت بتاؤں جو اس کی مستحق ہے کہ اس کو حاصل کیا جائے، اور قدر کے ساتھ رکھا جائے، وہ نیک خصلت اور صالح زندگی والی رفیقۂ حیات ہے جس کو آدمی دیکھے تو روح اور دل خوش ہو اور اس سے کسی کام کو کہے تو وہ اطاعت کرے اور اس کو انجام دے،

اور جب شوہر کہیں باہر جائے تو اس کی عدم موجودگی میں
اس کے گھربار اور ہر امانت کی حفاظت کرے۔"

فائدہ

سورۂ توبہ کی جس آیت کا حدیث میں ذکر ہے (جس کا پیچھے ذکر بھی آچکا) جب وہ نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس کے ظاہری الفاظ اور انداز سے یہ سمجھا کہ اس کا مطلب اور مطالبہ یہ ہے کہ اپنی کمائی میں سے کچھ بھی پس انداز نہ کیا جائے اور دولت بالکل ہی جمع نہ کی جائے جو ہو سب خدا کی راہ میں خرچ کر دیا جائے، اور ظاہر ہے کہ یہ بات انسانوں کے لئے بہت ہی بھاری اور بڑی دشوار ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں استفسار کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"اس آیت کا تعلق ان لوگوں سے ہے جو مال و دولت جمع کریں اور اس کی زکوٰۃ نہ ادا کریں، لیکن اگر زکوٰۃ ادا کی جائے تو پھر باقی مال حلال اور طیب ہو جاتا ہے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر فرمایا کہ:

"اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ اسی لئے فرض کی ہے کہ اس کے نکالنے سے باقی مال پاک ہو جائے۔"

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا کہ:

"اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قانون میراث اس لئے رکھا ہے
کہ آدمی کے اٹھ جانے کے بعد اس کے پس ماندگان کے
لئے ایک سہارا ہو۔"

اس جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ اگر پس انداز کرنا اور مال و دولت کا جمع کرنا مطلقاً منع ہوتا تو شریعت میں زکوٰۃ کا حکم اور میراث کا قانون ہی نہ ہوتا، کیونکہ شریعت کے ان دونوں حکموں کا تعلق جمع شدہ مال ہی سے ہے، اگر مال و دولت رکھنے کی بالکل اجازت نہ ہوتو زکوٰۃ اور میراث کا سوال ہی پیدا نہ ہوگا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصل سوال کے اس جواب کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی ذہنی تربیت کے لئے ایک مزید بات یہ بھی فرمائی کہ مال وزر سے زیادہ کام آنے والی چیز جو اس دنیا میں دل کے سکون اور روح کی راحت کا سب سے بڑا سرمایہ ہے۔ اچھی صاحبِ صلاح، نیک سیرت اور اطاعت شعار رفیقۂ حیات ہے، اس کی قدر مال و دولت سے بھی زیادہ کرو، اور اس کو اللہ تعالیٰ کی خاص نعمت سمجھو۔

یہ بات آپ نے اس موقع پر اس لئے فرمائی کہ اس دور میں عورتوں کی بڑی ناقدری اور ان کے ساتھ بڑی بے انصافی کی جاتی تھی۔

زکوٰۃ مال میں برکت پیدا کرتی ہے

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَ اتَّقٰی وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰی.

''پس جس نے دیا اور خدا سے ڈرا اور اچھے انجام کو سچ مانا اس کے لئے ہم راہ کھولیں گے آسانی کی''

مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ کَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ کُلِّ سُنْبُلَةٍ مِّأَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ یُضَاعِفُ لِمَنْ یَّشَاءُ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ.

''ان لوگوں کی مثال جو اللہ کے راستے میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں، ایسی ہے جیسے ایک دانہ ہو جو اگائے سات بالیاں جس کی ہر بالی میں سو دانے ہوں اور اللہ جس کے لئے چاہتا ہے، بڑھاتا ہے! اور اللہ بڑی وسعت رکھنے والا اور علم والا ہے۔''

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَمَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِیْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ. (الایة)

''ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔ اللہ کی رضا جوئی کی غرض سے اور اس غرض سے کہ اپنے نفسوں میں پختگی پیدا کریں۔''

مطلب یہ ہے کہ اپنے دل کی خواہشات کے علی الرغم وہ اپنے مال اس لئے خرچ کرتے ہیں کہ ان کے لئے خدا کے احکام کی تعمیل اور اس راہ میں ہر قربانی آسان ہوجائے جو لوگ اس مقصد کے لئے مال خرچ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی مغفرت اور فضل سے نوازتا ہے اور ساتھ ہی ان کو حکمت کا وہ خزانہ بھی عطا فرماتا ہے جو کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے۔

زکوٰۃ مال کو پاک کرتی ہے

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو ارشاد فرماتے ہیں کہ:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا.

(سورة التوبة)

''(اے محبوب) ان کے مال میں سے صدقہ (زکوٰۃ) وصول کرو کہ اس کے ذریعہ سے تم ان کو پاک صاف کرسکو۔''

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ کی ادائیگی سے مال پاک صاف ہوجاتا ہے۔ (سبحان اللہ)

پہلے پیغمبر نے عقیدہ پاک کیا۔

پھر ماحول پاک کیا۔

پھر یاروں کو پاک کیا۔

پھر ازواج مطہرات کو پاک کیا۔

پھر مکہ مکرمہ کو (بتوں) سے پاک کیا۔

پھر فضائے مدینہ کو پاک کیا۔

اب حکم ہوتا ہے کہ ان کے مال بھی پاک کردیئے جائیں۔ کیونکہ پاکیزہ مال ہی عبادت میں حلاوت پیدا کرتا ہے۔

زکوٰۃ لانے والوں کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاءِ رحمت

عَنْ عَبْدُاللّٰهِ ابْنِ اَبِیْ اَوْفٰی رضی الله تعالیٰ عنه قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَاهُ قَوْمٌ بِصَدَقَتِهِمْ قَالَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی اٰلِ فُلَانٍ فَاتَاهُ اَبِیْ بِصَدَقَتِهٖ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی اٰلِ اَبِیْ اَوْفٰی. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِیْ رِوَايَةٍ اِذَا اَتَی الرَّجُلُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَصَدَقَتِهٖ قَالَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ.

''حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب کوئی جماعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی زکوٰۃ لے کر آتی (تاکہ آپ انہیں مستحقین میں تقسیم فرمادیں) تو فرماتے: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی اٰلِ فلانٍ. اے اللہ! فلاں شخص کے خاندان پر رحمت نازل فرما،

چنانچہ جب میرے والد مکرم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی زکوٰۃ لے کر حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَللّٰھُمَّ صلِّ عَلٰی اٰلِ ابی اوفیٰ اے اللہ! اوفیٰ کے خاندان پر رحمت نازل فرما۔ (بخاری و مسلم)

ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ:

''جب کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی زکوٰۃ لے کر حاضر ہوتا تو آپ فرماتے کہ: اے اللہ اس شخص پر اپنی رحمت نازل فرما۔''

فائدہ

کسی شخص کے بارے میں تنہا اس کے لئے لفظ ''صلوٰۃ'' کے ساتھ دعا کرنا یعنی اس طرح کہنا کہ:

اللھم صلّ علیٰ اٰل فلان.

درست نہیں ہے لفظ ''صلوٰۃ'' کے ساتھ دعا صرف انبیاء کرام کے لئے مخصوص ہے۔ ہاں اگر کسی شخص کو انبیاء کے ساتھ متعلق کر کے لفظ ''صلوٰۃ'' کے ساتھ دعا کی جائے تو درست ہے، جہاں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کا تعلق ہے کہ آپ زکوٰۃ لانے والوں کے لئے لفظ ''صلوٰۃ'' کے ساتھ دعاء رحمت کرتے تھے تو اس کے بارے میں کہا جاتا

ہے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے کسی اور کے لئے یہ جائز نہیں ہے۔

زکوٰۃ کے فائدے

اللہ تعالیٰ نے یہ زکوٰۃ کا فریضہ ایسا رکھا ہے کہ اس کا اصل مقصد تو اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہے، لیکن اس کے فائدے بھی بے شمار ہیں، ایک فائدہ یہ ہے کہ جو بندہ زکوٰۃ ادا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو مال کی محبت سے محفوظ رکھتا ہے، چنانچہ جس کے دل میں مال کی محبت ہوگی، وہ کبھی زکوٰۃ نہیں نکالے گا، کیونکہ بخل اور مال کی محبت انسان کی بدترین کمزوری ہے اور اس کا علاج اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کے ذریعہ فرمایا ہے۔

زکوٰۃ کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس کے ذریعہ بے شمار غریبوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ میں نے ایک مرتبہ اندازہ لگایا کہ اگر پاکستان کے تمام لوگ ٹھیک ٹھیک زکوٰۃ نکالیں اور اس زکوٰۃ کو صحیح مصرف پر خرچ کریں تو یقیناً اس پاکستان سے غربت کا خاتمہ ہوسکتا ہے، لیکن ہو یہ رہا ہے کہ بہت سے لوگ تو زکوٰۃ نکالتے ہی نہیں اور جو بہت سے لوگ زکوٰۃ نکالتے ہیں تو وہ ٹھیک ٹھیک نہیں نکالتے بلکہ اندازے سے حساب کتاب کے بغیر نکال دیتے ہیں اور پھر وہ اس کو صحیح مصرف پر خرچ کرنے کا اہتمام نہیں کرتے۔ اس زکوٰۃ کا

مصرف براہ راست غریب لوگ ہیں، اس لئے شریعت نے زکوٰۃ کو بڑے بڑے رفاہی کاموں پر خرچ کرنے کی اجازت نہیں دی، لیکن لوگ اس مسئلے کی پرواہ نہیں کرتے اور زکوٰۃ کو مختلف غیر مصارف پر خرچ کر لیتے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ زکوٰۃ سے غریبوں کو جو فائدہ پہنچنا چاہئے تھا وہ فائدہ ان کو نہیں پہنچ رہا، اگر ٹھیک ٹھیک حساب کر کے صحیح مصرف پر زکوٰۃ خرچ کی جائے تو چند ہی سال میں ملک کی کایا پلٹ سکتی ہے۔

زکوٰۃ سے مال کم نہیں ہوتا

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے تو یہ پیسے بیٹی کی شادی کے لئے رکھے ہیں، اب اگر اس میں سے زکوٰۃ ادا کریں گے تو وہ رقم ختم ہو جائے گی۔ یہ کہنا درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ زکوٰۃ تو بہت معمولی سی یعنی ڈھائی فیصد اللہ تعالیٰ نے فرض فرمائی ہے یعنی ایک ہزار پر پچیس روپے فرض کئے ہیں، لہٰذا اگر کسی کے پاس چھ ہزار روپے ہیں تو اس پر صرف ڈیڑھ سو روپے زکوٰۃ فرض ہوگی جو بہت معمولی مقدار ہے اور پھر اللہ تعالیٰ نے یہ نظام ایسا بنایا ہے کہ جو بندہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے زکوٰۃ ادا کرتا ہے تو اس کے نتیجے میں وہ مفلس نہیں ہوتا بلکہ زکوٰۃ ادا کرنے کے نتیجے میں اس کے مال میں برکت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو اور زیادہ

عطا فرماتے ہیں۔ حدیث شریف میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خوبصورت جملہ ارشاد فرمایا ہے کہ:

ما نقصت صدقة من مال.

یعنی کوئی صدقہ اور کوئی زکوٰۃ کسی مال میں کمی نہیں کرتی۔ مطلب یہ ہے کہ انسان زکوٰۃ کی مد میں جتنا خرچ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو اتنا ہی مال اور عطا فرماتے ہیں اور کم از کم یہ تو ہوتا ہی ہے کہ جتنا مال موجود ہے، اس میں اللہ تعالیٰ اتنی برکت عطا فرماتے ہیں کہ وہ کام جو ہزاروں میں نکلنا چاہتے تھا، سیکڑوں میں نکل جاتا ہے۔

زکوٰۃ کی وجہ سے کوئی شخص فقیر نہیں ہوتا

آج تک کسی شخص کا کام زکوٰۃ ادا کرنے کی وجہ سے نہیں رکا، بلکہ میں چیلنج کر کے کہتا ہوں کہ کوئی شخص آج تک زکوٰۃ ادا کرنے کی وجہ سے مفلس نہیں ہوا، کوئی شخص ایک مثال بھی پیش نہیں کر سکتا کہ کوئی شخص زکوٰۃ ادا کرنے کی وجہ سے مفلس ہو گیا ہو۔ لہٰذا یہ جو لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ جو رقم حج کے لئے رکھی ہوئی ہو، اس پر زکوٰۃ فرض نہیں، یہ بات غلط ہے، کوئی رقم کسی بھی مقصد کے لئے رکھی ہے اور وہ رقم تمہاری روزہ مرہ کی ضروریات سے فاضل ہے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔

فرشتے کی دعا کا مستحق کون؟

ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتہ مقرر ہے جو مسلسل یہ دعا کرتا رہتا ہے کہ:

اَللّٰھُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَمُمْسِکًا تلفًا.

''اے اللہ! جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والا ہو اور جو صدقہ خیرات کرنے والا ہو، اس کو اس کے مال کا دنیا ہی میں بدلہ عطا فرمایئے۔ آخرت میں اس کو عظیم ثواب ملنا ہی ہے لیکن وہ فرشتہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! اس کو دنیا میں بھی بدلہ عطا فرمایئے اور جو شخص اپنا مال کھینچ کر اور چھپا کر رکھتا ہے تاکہ مجھے خرچ نہ کرنا پڑے، اے اللہ! اس کے مال پر بربادی ڈالیئے اور اس کے مال کو ہلاک فرمایئے۔''

لہٰذا یہ سوچنا کہ ہم نے فلاں مقصد کے لئے یہ پیسے رکھے ہیں، اور وہ مقصد بھی ضروری ہے، وہ مقصد بیٹی کی شادی ہے، گھر بنانا ہے، گاڑی خریدنی ہے، اگر ہم نے زکوٰۃ دے دی تو وہ پیسے کم ہو جائیں گے۔ یہ خیال درست نہیں۔ بلکہ اگر تم نے زکوٰۃ دے دی اور اس کے ذریعہ ظاہری طور پر کچھ کمی بھی آ گئی تو یہ کمی تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی بلکہ اس کے بدلے میں

اللہ تعالیٰ اور دے دیں گے اور جو مال بچا ہے، اس میں برکت عطا فرمائیں گے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی وجہ سے ان شاء اللہ تمہارا کام نہیں رکے گا۔

زکوٰۃ ادا نہ کرنے کا عذاب

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللّٰه تعالٰی عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَا لاًفَلَمْ یُؤَدِّ زَکٰوتَهٗ مُثِّلَ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ شُجَاعًا اَقْرَعَ لَهٗ زَبِیْبَتَانِ یُطَوَّقُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ثُمَّ یَاخُذُ بِلَهْزِمَتَیْهِ(یعنی شِدْقَیْهِ)ثُمَّ یَقُوْلُ اَنَا مَالُکَ اَنَا کَنْزُکَ ثُمَّ تلاَ وَلَایَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ .الایة.(رواه البخاری)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی کو اللہ تعالیٰ نے دولت عطا فرمائی پھر اس نے اُس کی زکوٰۃ نہیں ادا کی تو وہ دولت قیامت کے دن اس آدمی کے سامنے ایسے زہریلے ناگ کی شکل میں آئے گی جس کے انتہائی زہریلے پن سے اس کے سر کے بال جھڑ گئے ہوں گے اور اس کی آنکھوں کے اوپر دو سفید نقطے ہوں گے (جس سانپ میں یہ دو باتیں پائی جائیں، وہ انتہائی زہریلا سمجھا جاتا ہے) پھر وہ سانپ اس (زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے بخیل) کے

گلے کا طوق بنا دیا جائے گا (یعنی اس کے گلے میں لپٹ جائے گا) پھر اس کی دونوں باچھیں پکڑے گا (اور کاٹے گا) اور کہے گا کہ میں تیری دولت ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں، یہ فرمانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔''

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَا اٰتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ. سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ. (سورہ اٰل عمران: ع/۱۹)

''اور نہ گمان کریں وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں، اُس مال و دولت میں جو اللہ نے اپنے فضل و کرم سے اُن کو دیا ہے (اور اس کی زکوٰۃ نہیں نکالتے) کہ وہ مال و دولت ان کے حق میں بہتر ہے، بلکہ انجام کے لحاظ سے وہ ان کے لئے بدتر ہے اور شر ہے، قیامت کے دن ان کے گلوں میں طوق بنا کے ڈالی جائے گی وہ دولت جس میں انہوں نے بخل کیا (اور جس کی زکوٰۃ ادا نہیں کی)۔''

(اور جامع ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ میں قریب قریب یہ مضمون لفظوں کے معمولی فرق کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے بھی مروی ہے)۔

فائدہ

قرآن وحدیث میں خاص خاص اعمال کی جومخصوص جزائیں یا سزائیں بیان کی گئی ہیں، ان اعمال اوران کی ان جزاؤں اورسزاؤں میں ہمیشہ کوئی خاص مناسبت ہوتی ہے۔ بعض اوقات وہ ایسی واضح ہوتی ہے جس کا سمجھنا ہم جیسے عوام کے لئے بھی زیادہ مشکل نہیں ہوتا، اورکبھی کبھی وہ ایسی دقیق اورخفی مناسبت ہوتی ہے جس کوصرف خواص علماء اورامت کے اذکیاء ہی سمجھ سکتے ہیں۔

اس حدیث میں زکوٰۃ نہ دینے کے گناہ کی جوخاص سزا بیان ہوئی ہے یعنی اس دولت کا ایک زہریلے ناگ کی شکل میں اس کے گلے میں لپیٹ جانا اوراس کی دونوں باچھوں کوکاٹنا یقیناً اس گناہ اوراس کی اس سزا میں بھی ایک خاص مناسبت ہے۔

یہ وہی لطیف مناسبت ہے جس کی وجہ سے اس بخیل آدمی کو جو حبّ مال کی وجہ سے اپنی دولت سے چمٹارہے اورخرچ کرنے کے موقعوں پر خرچ نہ کرے، کہتے ہیں کہ وہ اپنی دولت اوراپنے خزانے پہ سانپ بنا بیٹھا رہتا ہے، اوراسی مناسبت کی وجہ سے بخیل وخسیس آدمی کبھی کبھی اس طرح سے خواب میں دیکھتے ہیں۔

زکوٰۃ نہ دینے پر دوسرا مال بھی تباہ ہو جاتا ہے

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا خَالَطَتِ الصَّدَقَةُ مَالاً قَطُّ اِلَّا اَهْلَكَتْهُ. رواه الشافعی والبخاری فی تاریخه والحمیدی فی مسنده.

''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرماتے تھے کہ مالِ زکوٰۃ جب دوسرے مال میں مخلوط ہوگا تو ضرور اس کو (بھی) تباہ کر دے گا۔''

فائدہ

امام حمیدیؒ جو امام بخاریؒ کے استاد ہیں، انہوں نے اپنی مسند میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ روایت نقل کر کے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اگر کسی آدمی پر زکوٰۃ واجب ہو اور وہ اس کو ادا نہ کرے تو بے برکتی سے اس کا باقی مال بھی تباہ ہو جائے گا۔

اور امام بیہقیؒ نے شعیب الایمان میں امام احمد بن حنبلؒ کی سند سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہی روایت نقل کر کے لکھا ہے کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اس حدیث کا مطلب اور مصداق یہ ہے کہ

اگر ایک غنی آدمی (جو زکوٰۃ کا مستحق نہیں ہے) غلط طریقے پر زکوٰۃ وصول کرلے تو یہ زکوٰۃ اس کے باقی مال میں شامل ہوکر اس کو بھی تباہ کردے گی۔

حدیث کے الفاظ میں ان دونوں تشریحوں کی گنجائش ہے، اور ان دونوں میں کوئی تناقض اور منافات بھی نہیں ہے۔

مانعینِ زکوٰۃ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جہاد

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قَالَ لَمَّا تُوُفِّیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتُخْلِفَ اَبُوْبَكْرٍ رضی اللّٰه تعالیٰ عنه بَعْدَهٗ وَ كَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِاَبِیْ بَكْرٍ كَیْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَقُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَمَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ عَصَمَ مِنِّیْ مَالَهٗ وَنَفْسَهٗ اِلَّا بِحَقِّهٖ وَحِسَابُهٗ عَلَی اللّٰهِ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ رضی اللّٰه تعالیٰ عنه وَّاللّٰهِ لَاُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَیْنَ الصَّلٰوةِ وَ الزَّكَاةِ فَاِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ وَاللّٰهُ لَوْ مَنَعُوْنِیْ عَنَاقًا كَانُوْا یُؤَدُّوْنَهَآ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ لَوْ مَنَعُوْنِیْ عَنَاقًا كَانُوْا یُؤَدُّوْنَهَآ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلٰی مَنْعِهَا قَالَ عُمَرُ فَوَاللّٰهِ مَا هُوَ اِلَّا رَاَیْتُ

اَنَّ اللّٰہَ شَرَحَ صَدْرَ اَبِیْ بَکْرٍ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ.

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کہتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اور آپ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ خلیفہ قرار پائے تو اہل عرب میں سے جو کافر ہوگئے (یعنی زکوٰۃ کے منکر ہوگئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ان سے جنگ کرنے کا فیصلہ کیا) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے (یہ فیصلہ سن کر) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے عرض کیا کہ: ''آپ لوگوں (یعنی اہل ایمان) سے کیونکر جنگ کریں گے! جب کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی یہ ہے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک لڑوں جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ نہ کہیں (یعنی اسلام لے آئیں) لہٰذا جس نے لا الہ الا اللہ کہہ لیا یعنی اسلام قبول کرلیا، اس نے مجھ سے اپنی جان اور اپنا مال محفوظ کرلیا سوائے اسلام کے حق کے اور اس (کے باطن کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: ''خدا کی قسم! میں اس شخص سے ضرور جنگ کروں گا جو نماز اور روزہ کے

درمیان فرق کرے، کیونکہ جس طرح جان کا حق نماز ہے
اسی طرح) بلاشبہ مال کا حق زکوٰۃ ہے۔ اللہ کی قسم! اگر وہ
لوگ (جو منکرِ زکوٰۃ ہو رہے ہیں، مجھے بکری کا بچہ بھی نہ دیں
گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتے تھے تو میں ان
کے اس انکار کی وجہ سے ان سے جنگ کرونگا۔ حضرت
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سن کر کہنے لگے! خدا کی قسم! اس
کے علاوہ اور کوئی بات نہیں ہے کہ میں نے مان لیا ہے کہ
اللہ تعالیٰ نے جنگ کرنے کے لئے (الہام کے ذریعہ)
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دل کھول دیا ہے،
لہٰذا مجھے یقین ہوگیا کہ اب منکرین زکوٰۃ سے جنگ ہی
حق اور درست ہے۔"

فائدہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بنے تو فتنہ ارتداد نے سر اٹھایا اور ساتھ ہی کچھ قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا۔ مذکورہ بالا حدیث میں اسی فتنہ کی طرف اشارہ ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس موقع پر بڑی جرأت کے ساتھ ان کے ساتھ جنگ کرنے کا ارادہ فرمایا۔ حضرت

عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے ظاہر کو دیکھ کر ان کے کفر میں تأمل کیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنگ کرنے کے فیصلے پر اعتراض کیا۔ بعض روایات میں دوسرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم حتی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنگ کرنے سے منع کیا مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت جرأت اور بہادری کے ساتھ جواب میں فرمایا کہ ان کے ساتھ لچک نہیں دکھاؤنگا، شعائر دین کی حفاظت کے لئے ان سے تن تنہا جنگ کرونگا۔ اس سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اصابت رائے، جرأت اور بہادری کا اندازلگایا جاسکتا ہے۔

وحسابہ علی اللہ (اور اس کا حساب اللہ کے ذمہ ہے) کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص لا الہ الا اللہ کہہ لے گا اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرے گا تو ہم اس کے مسلمان ہونے کا اعلان کردیں گے اور اس سے جنگ نہیں کریں گے اور نہ ہم اس کے باطن کی تحقیق وتفتیش کریں گے کہ آیا وہ اپنے ایمان واسلام میں مخلص وصادق ہے یا نہیں؟ بلکہ اس کے باطن کا حال اللہ کے سپرد کردیں گے، اگر وہ صرف ظاہری طور پر مسلمان ہوا ہوگا اور دل سے ایمان نہیں لایا ہوگا جیسا کہ منافقین کا حال ہے تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ اپنے آپ اس سے نمٹ لے گا۔

مَنۡ فَرَّقَ بَیۡنَ الصَّلٰوۃِ وَ الزَّکَاۃِ.

''(جو شخص نماز اور روزہ کے درمیان فرق کرے گا) یعنی نماز کے وجوب کا تو قائل ہو مگر زکوٰۃ کے وجوب کا منکر ہو یا نماز تو پڑھتا ہو مگر زکوٰۃ ادا نہ کرے۔''

عَنَاق

بکری کے اس بچہ کو کہتے ہیں جو ایک برس سے کم عمر کا ہو، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ارشاد میں ''بکری کا بچہ'' فرض اور واجب حق کے طلب کرنے کے سلسلہ میں بطور مبالغہ فرمایا ہے، یہاں یہ حقیقت پر محمول نہیں ہے، کیونکہ نہ تو بکری کا وہ بچہ جو ایک سال سے کم ہو، زکوٰۃ ہی میں لیا جاتا ہے اور نہ بکری کے ایسے بچوں میں زکوٰۃ ہی واجب ہوتی ہے، زکوٰۃ میں لینے کے لئے ادنیٰ درجہ مسنّہ ہے۔ (یعنی وہ بچہ جو ایک سال کا ہو) اگر بچے بکریوں کے ساتھ ہوں گے تو پھر ان میں زکوٰۃ واجب ہوگی لیکن بہرصورت زکوٰۃ میں مُسِنّہ تو وہ ہے جس کی عمر ایک سال ہو اور گائے کا مُسِنّہ وہ ہے جس کی عمر دو سال ہو اور اونٹ کا مُسِنّہ وہ ہے جو پانچ سال کا ہو۔

اب آخر میں اتنی بات اور جان لیجئے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو یہ فرمایا کہ:

’’میں ان کے اس انکار کی وجہ سے ان سے جنگ کرونگا۔‘‘

تو ابھی اوپر ’’کفر‘‘ کے بارے میں جو تفصیل بیان کی گئی تھی، اسی طرح اس قول کے بارے میں بھی یہ تفصیل ہوگی کہ اگر وہ وجوب زکوٰۃ کے منکر ہوگئے ہیں تو میں ان کے کفر اور ان کے ارتداد کی وجہ سے ان سے جنگ کروں گا اور اگر وہ منکر زکوٰۃ تو نہ ہوئے ہوں بلکہ زکوٰۃ ادا نہ کر رہے ہوں تو پھر ان سے میری جنگ شعائر اسلام کی حفاظت اور اس فتنہ کے سدّ باب کے لئے ہوگی۔

زیورات پر زکوٰۃ کا حکم

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ اِمْرَأَةً اَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِابْنَةٍ لَهَا فِيْ يَدِ ابْنَتِهَا مُسْكَتَانِ غَلِيْظَتَانِ مِنْ ذَهَبٍ فَقَالَ اَتُعْطِيْنَ زَكٰوةَ هٰذَا؟ قَالَتْ لَا، قَالَ اَيَسُرُّكِ اَنْ يُّسَوِّرَكِ اللّٰهُ بِهِمَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ سِوَارَيْنِ مِنَ النَّارِ فَخَلَعَتْهُمَا فَاَلْقَتْهُمَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَتْ هُمَا لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ. (رواہ ابو داؤد وغیرہ من اصحاب السنن)

’’حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک خاتون اپنی ایک لڑکی کو لے کر رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس لڑکی کے ہاتھوں میں سونے کے موٹے اور بھاری کنگن تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ تم ان کنگنوں کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ اس نے عرض کیا کہ میں ان کنگنوں کی زکوٰۃ تو نہیں دیتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو کیا تمہارے لئے یہ بات خوشی کی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں کنگنوں کی (زکوٰۃ نہ دینے کی) وجہ سے قیامت کے دن آگ کے کنگن پہنائے؟ اللہ کی اس بندی نے وہ دونوں کنگن ہاتھوں سے اتار کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈال دیئے اور عرض کیا کہ اب یہ اللہ اور اس کے رسول کی (ملکیت) ہیں۔''

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا قَالَتْ كُنْتُ اَلْبَسُ اَوْضَاحًا مِنْ ذَهَبٍ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَكَنْزٌ هُوَ؟ فَقَالَ مَا بَلَغَ اَنْ تُوَدِّىَ زَكٰوتَهٗ فَزُكِّىَ فَلَيْسَ بِكَنْزٍ. (ابو داؤد)

''حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں سونے کے اَوضاح (ایک خاص زیور کا نام ہے) پہنتی تھی۔ میں نے ان کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا

یہ بھی اس کنز میں داخل ہے (جس پر سورۂ توبہ کی آیت:

وَ الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ (الاية)

میں دوزخ کی وعید آئی ہے)؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جو مال اتنا ہو جائے کہ اس کی زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم ہو، پھر حکم کے مطابق اس کی زکوٰۃ ادا کی جائے تو کنز نہیں ہے۔''

فائدہ

ان حدیثوں ہی کی بنیاد پر امام ابوحنیفہؒ سونے چاندی کے زیورات پر (اگر وہ بقدر نصاب ہوں) زکوٰۃ فرض ہونے کے قائل ہیں۔ لیکن دوسرے ائمہ امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک زیورات صرف استعمال اور آرائش کے لئے ہوں، ان ائمہ کے نزدیک ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

اس مسئلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی رائے بھی مختلف رہی ہے، لیکن احادیث سے زیادہ تائید امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہی کے مسلک کی ہوتی ہے، اسی لئے بعض شافعی المسلک علماء محققین نے بھی اس مسئلہ میں حنفی مسلک کو ترجیح دی ہے۔ چنانچہ تفسیر کبیر میں امام رازیؒ نے یہی رویہ اختیار کیا ہے اور لکھا ہے ظاہر نصوص اسی کی تائید کرتے ہیں۔ واللہ اعلم

زیور کس کی ملکیت ہوگا؟

مثلاً شادی کے موقع پر عورت کو جو زیور چڑھایا جاتا ہے، اس میں سے کچھ زیور لڑکی والوں کی طرف سے چڑھایا جاتا ہے اور کچھ زیور لڑکے والوں کی طرف سے چڑھایا جاتا ہے۔ اس کا قاعدہ یہ ہے کہ جو زیور لڑکی والوں کی طرف سے چڑھایا جاتا ہے، وہ سو فیصد لڑکی کی ملکیت ہوتا ہے اور لڑکی ہی اس پر اس کی زکوٰۃ فرض ہے اور جو زیور لڑکے والوں کی طرف سے چڑھایا جاتا ہے، وہ دلہن کی ملکیت نہیں ہوتا بلکہ وہ ایک طرح سے عاریتاً دیا جاتا ہے، اس کا مالک لڑکا ہوتا ہے، لہٰذا اس زیور کی زکوٰۃ بھی اسی پر فرض ہوگی، البتہ اگر لڑکا اپنی بیوی سے یہ کہہ دے کہ میں نے تمہیں یہ زیور دے دیا، تم اس کی مالک ہو تو اب زیور عورت کی ملکیت میں آجائے گا اور اسی کی زکوٰۃ عورت ہی پر فرض ہوگی۔ لہٰذا اس کو واضح کرنے کی ضرورت ہے کہ گھر میں جو زیور ہے وہ کس کی ملکیت ہے؟ اس کی وضاحت نہ ہونے کی وجہ سے بعد میں جھگڑے بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو زیور شوہر کی ملکیت ہے، اس کی زکوٰۃ شوہر پر فرض ہوگی اور جو زیور عورت کی ملکیت ہے، اس کی زکوٰۃ عورت پر فرض ہے۔

زیور کی زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ

زیور کی زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ زیور کا وزن کر لیا جائے،

چونکہ زکوٰۃ سونے کے وزن پر فرض ہوتی ہے، اس لئے اگر زیور میں موتی لگے ہوئے ہیں یا کوئی اور دھات اس کے اندر شامل ہے تو وہ وزن میں شامل نہیں ہوں گے، لہٰذا خالص سونا دیکھا جائے کہ اس زیور میں کتنا سونا ہے؟ پھر اس وزن کو کسی جگہ لکھ کر محفوظ کر لیا جائے کہ فلاں زیور کا اتنا وزن ہے۔ پھر جس تاریخ میں زکوٰۃ کا حساب کیا جائے مثلاً یکم رمضان کو زکوٰۃ کی تاریخ مقرر کی ہوئی ہے تو اب یکم رمضان کو بازار سے سونے کی قیمت معلوم کی جائے کہ آج بازار میں سونے کی کیا قیمت ہے؟ قیمت معلوم کرنے کے بعد اس کا حساب نکالا جائے کہ اس زیور میں کتنی مالیت کا سونا ہے، اس مالیت پر ڈھائی فیصد کے حساب سے زکوٰۃ نکالی جائے، مثلاً اگر اس سونے کی مالیت ایک ہزار روپے ہے تو اس پر ۲۵ روپے زکوٰۃ واجب ہوگی اور اگر دو ہزار ہے تو ۵۰ پچاس روپے واجب ہوگی اور اگر چار ہزار روپے ہے تو سو روپے زکوٰۃ واجب ہوگی، اس طرح حساب کر کے ڈھائی فیصد زکوٰۃ ادا کر دی جائے۔ سونے کی قیمت اس دن کی معتبر ہوگی جس دن آپ زکوٰۃ کا حساب کر رہے ہیں، جس دن آپ نے سونا خریدا تھا، اس دن کی قیمت خرید معتبر نہیں ہوگی۔

اموالِ تجارت پر زکوٰۃ

عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ كَانَ يَامُرُنَا اَنْ نُخْرِجَ الصَّدَقَةَ مِنَ الَّذِىْ نُعِدُّ لِلْبَيْعِ. (رواه ابو داؤد)

''حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم کو حکم تھا کہ ہم ہر اس چیز میں سے زکوٰۃ نکالیں جو ہم نے بیع وفروخت (یعنی تجارت) کے لئے مہیا کی ہو۔''

فائدہ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آدمی جس مال کی بھی تجارت اور سوداگری کرے، اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

مثلاً ایک شخص نے کوئی دکان کھولی ہوئی ہے، اب اس دکان میں جتنا مال رکھا ہے، اس کی قیمت لگائی جائے گی اور قیمت اس طرح لگائی جائے گی کہ اگر اس کا پورا سامان آج ایک ساتھ فروخت کیا جائے تو اس کی کیا قیمت لگے گی۔ بس قیمت کا ڈھائی فیصد زکوٰۃ میں ادا کرنا ہوگا۔

کمپنی کے شیئرز میں زکوٰۃ

اگر کسی شخص نے کسی کمپنی کے شیئرز خریدے ہوئے ہیں تو وہ شیئرز بھی مال تجارت میں داخل ہیں، لہٰذا ان شیئرز کی جو بازاری قیمت ہے، اس قیمت کا ڈھائی فیصد زکوٰۃ کے طور پر ادا کرنا ہوگا۔ آج کل کمپنیاں خود شیئرز کی زکوٰۃ کاٹ لیتی ہیں، لیکن وہ کمپنیاں شیئرز کی اصل قیمت پر زکوٰۃ کاٹتی ہیں،

بازاری قیمت پر نہیں، مثلاً ایک کمپنی کے شیئرز کی اصل قیمت دس روپے ہے اور بازار میں اس کی قیمت پچاس روپے ہے، اب کمپنی تو دس روپے کے حساب سے زکوٰۃ کاٹ لے گی لیکن درمیان میں چالیس روپے کا جو فرق ہے اس کی زکوٰۃ شیئرز ہولڈرز کو خود ادا کرنی ضروری ہے۔

مکان یا پلاٹ میں زکوٰۃ

اگر کسی شخص نے کوئی مکان یا پلاٹ فروخت کرنے کی نیت سے خریدا ہے یعنی اس نیت سے خریدا ہے کہ میں اس پلاٹ کو فروخت کر کے اس سے نفع کماؤں گا، تو اس مکان اور پلاٹ کی مالیت میں بھی زکوٰۃ واجب ہوگی، لیکن اگر کسی شخص نے کوئی مکان یا پلاٹ فروخت کرنے کی نیت سے نہیں خریدا بلکہ رہائش کی نیت سے خریدا ہے یا اس نیت سے خریدا ہے کہ میں اس مکان کو کرایہ دے کر اس سے آمدنی حاصل کروں گا تو اس صورت میں مکان کی مالیت پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، البتہ جو کرایہ آئے گا وہ نقدی میں شامل ہو کر اس پر ڈھائی فیصد کے حساب سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔

خام مال میں زکوٰۃ

بہر حال بنیادی طور پر تین چیزوں میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔

(۱) نقدی، (۲) زیور، (۳) مال تجارت۔

مال تجارت میں خام مال بھی شامل ہوگا، مثلاً اگر کسی کمپنی کے اندر خام مال پڑا ہوا ہے تو زکوٰۃ کا حساب جس دن کیا جائے گا، اس دن اس خام مال کی قیمت لگا کر اس کی زکوٰۃ بھی ادا کرنی ضروری ہوگی اور جو مال تیار ہے، اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

بیٹے کی طرف سے باپ کا زکوٰۃ ادا کرنا

اگر زکوٰۃ گھر کے تین افراد پر الگ الگ فرض ہے اور ان میں کوئی ایک دوسرے کو اجازت دے دے کہ میں آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ آپ میری طرف سے زکوٰۃ ادا کر دیں، پھر وہ دوسرا شخص اس کی طرف سے زکوٰۃ ادا کر دے، چاہے اپنے پیسوں سے ادا کر دے تب بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ مثلاً ایک شخص کے تین بیٹے بالغ ہیں اور تینوں صاحب نصاب ہیں۔ یعنی تینوں بیٹوں کی ملکیت میں ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر قابل زکوٰۃ اثاثے موجود ہیں، لہٰذا تینوں بیٹوں میں سے ہر ایک پر علیحدہ علیحدہ زکوٰۃ فرض ہے اور باپ پر صاحب نصاب ہونے کی وجہ سے علیحدہ زکوٰۃ فرض ہے۔ لیکن اگر باپ اپنے بیٹوں کی طرف سے زکوٰۃ ادا کرنا ہے چاہے تو کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ بیٹوں کی طرف سے اجازت ہو، اجازت کے بعد اگر باپ ان کی طرف سے زکوٰۃ ادا کر دے تو ان کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

باپ کی زکوٰۃ بیٹے کے لئے کافی نہیں

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ گھر کا جو بڑا اور سربراہ ہے، چاہے وہ باپ ہو یا شوہر ہو، اگر اس نے زکوٰۃ نکال دی تو سب کی طرف سے زکوٰۃ ادا ہوگئی، اب گھر کے دوسرے افراد کو زکوٰۃ ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ بات درست نہیں، اس لئے کہ جس طرح باپ کے نماز پڑھ لینے سے بیٹے کی نماز ادا نہیں ہوتی بلکہ بیٹے کو اپنی نماز الگ پڑھنی ہوگی اور جس طرح شوہر کے نماز پڑھ لینے سے بیوی کی نماز ادا نہیں ہوتی بلکہ بیوی کو اپنی نماز الگ پڑھنی ہوگی، اسی طرح زکوٰۃ کا حکم یہ ہے کہ گھر کے اندر جو شخص بھی صاحب نصاب ہے، چاہے وہ باپ ہے، بیٹا ہے، بیٹی ہے، بیوی ہے، شوہر ہے، سب پر اپنی اپنی ملکیت کے حساب سے الگ الگ زکوٰۃ واجب ہوگی۔

نابالغ کے مال کی زکوٰۃ کا مسئلہ

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ اَلَا مَنْ وَّلِيَ يَتِيْمًا لَّهٗ فَلْيَتَّجِرْ فِيْهِ وَلَا يَتْرُكْهُ حَتّٰى تَاْكُلَهُ الصَّدَقَةُ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ فِيْ اِسْنَادِ مَقَالٌ لِاَنَّ الْمُثَنّٰى ابْنَ الصَّبَّاحِ ضَعِيْفٌ.

”حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد (حضرت شعیب) سے

اور وہ اپنے دادا (یعنی عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے نقل کرتے ہیں کہ (ایک دن) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے سامنے خطبہ ارشاد کرتے ہوئے فرمایا: خبردار! جو شخص کسی یتیم کا نگہبان ہو اور وہ یتیم (بقدر نصاب) مال کا مالک ہو تو اس نگہبان کو چاہیے کہ وہ اس مال سے تجارت کرے بغیر تجارت اس مال کو نہ رکھ چھوڑے کہ اسے زکوٰۃ ہی کھا جائے (یعنی زکوٰۃ دیتے دیتے پورا مال ہی صاف ہو جائے) اس روایت کو ابوداؤد و ترمذی نے نقل کیا ہے۔ اور امام ترمذیؒ نے کہا ہے کہ اس روایت کی اسناد میں کلام کیا گیا ہے، کیونکہ روایت کے ایک راوی ''مثنیٰ ابن صباح'' ضعیف ہیں۔''

فائدہ

حضرت امام شافعیؒ، حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام احمد کا مسلک تو یہ ہے کہ نابالغ کے مال میں میں بھی زکوٰۃ فرض ہے۔ جب کہ وہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ نابالغ خواہ یتیم نہ ہو، بہرصورت اس کے مال میں زکوٰۃ فرض نہیں ہے، کیونکہ ایک دوسری روایت میں یہ ارشاد گرامی ہے کہ:

''تین اشخاص کو مکلّف کرنے سے قلم روک لیا گیا ہے

(یعنی ان تینوں کو شریعت نے مکلّف قرار نہیں دیا ہے)
ایک تو سونے والا شخص جب تک کہ وہ جاگے نہیں۔ دوسرا
نابالغ جب تک کہ وہ بالغ نہ ہوجائے اور تیسرا دیوانہ جب
تک کہ اس کی دیوانگی ختم نہ ہوجائے۔''

اس روایت کو ابوداؤد ونسائی اور حاکم نے نقل کیا ہے۔ نیز حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

بیوی کی طرف سے شوہر کا زکوٰۃ ادا کرنا

اسی طرح اگر شوہر بھی صاحب نصاب ہے اور بیوی بھی صاحب نصاب ہے، کیونکہ اس کے پاس اتنا زیور ہے جو نصاب زکوٰۃ کے برابر یا اس سے زیادہ ہے، لیکن بیوی کے پاس زکوٰۃ ادا کرنے کے لئے پیسے نہیں ہیں، اب وہ بیوی شوہر کو زکوٰۃ ادا کرنے پر مجبور تو نہیں کرسکتی لیکن اگر شوہر یہ کہے کہ تمہاری زکوٰۃ میں ادا کردیتا ہوں اور بیوی اس کو اجازت دیدے اور پھر شوہر اپنے پیسوں سے اس کی زکوٰۃ ادا کردے تو بیوی کی زکوٰۃ بھی ادا ہوجائے گی۔ البتہ اگر شوہر بخیل ہے اور بیوی کی طرف سے زکوٰۃ ادا کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا، تب بھی بیوی پر اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہوگا، چاہے زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے اس کو اپنا زیور ہی کیوں نہ فروخت کرنا پڑے۔

زکوٰۃ کا نصاب

جس شخص کی ملکیت میں سونا ساڑھے سات تولہ (۸۷۶.۷۹ گرام) یا چاندی ساڑھے باون تولہ (۶۱۲.۳۵ گرام) یا اتنی مالیت کا مالِ تجارت یا نقدی موجود ہے۔ ان چاروں یا بعض کا مجموعہ سونے یا چاندی کے وزن مذکورہ کی قیمت کے برابر ہو تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔ اگر سونے کی قیمت سے نصاب پورا نہیں ہوتا تو چاندی کی قیمت سے حساب لگایا جائے گا بشرطیکہ قرض اور حاجت اصلیہ سے زائد ہو۔

سال گزرنے پر زکوٰۃ واجب ہوگی

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنِ اسْتَفَادَ مَالاً فَلاَ زَکوٰۃَ فِیْہِ حَتّٰی یَحُوْلَ عَلَیْہِ الْحَوْلُ. (رواہ الترمذی)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کسی کو کسی راہ سے مال حاصل ہو تو اس پر اس کی زکوٰۃ اس وقت تک واجب نہیں ہوگی جب تک اس مال پر سال نہ گزر جائے۔''

مال پر سال گزرنے کا مسئلہ

ایک اور مسئلہ جس میں لوگوں کو بکثرت غلط فہمی رہتی ہے، وہ مسئلہ یہ

ہے کہ زکوٰۃ اس وقت فرض ہوتی ہے جب مال پر سال گزر جائے، سال گزرنے سے پہلے زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی۔ عام طور پر لوگ اس مسئلہ کا یہ مطلب سمجھتے ہیں کہ ہر ہر مال پر الگ الگ سال گزرنا ضروری ہے، حالانکہ یہ مطلب نہیں ہے، بلکہ سال گزرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی سارے سال صاحب نصاب رہے۔ مثلاً کسی شخص کے پاس یکم رمضان المبارک کو دس ہزار روپے آگئے، اب یہ شخص صاحب نصاب ہو گیا، اب اگر سال کے اکثر حصے میں اس کے پاس ان میں سے چھ ہزار روپے موجود رہے ہیں یا چھ ہزار روپے کی مالیت کا زیور رہا ہے، یا مال تجارت رہا ہے تو وہ صاحب نصاب ہے، اگر درمیان سال میں اس کے پاس اور روپے آگئے تو اس پر علیحدہ سے مکمل سال کا گزرنا ضروری نہیں ہے، بلکہ اگلے رمضان کی پہلی تاریخ کو جتنی رقم یا زیور یا مال تجارت ہوگا، اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

دو دن پہلے آنے والے مال میں زکوٰۃ

مثلاً یکم رمضان سے دو دن پہلے اس کے پاس دس ہزار روپے مزید آگئے تو اب یکم رمضان کو اس دس ہزار روپے میں بھی زکوٰۃ واجب ہو جائے گی، اس پر علیحدہ سے سال گزرنا ضروری نہیں ہے، کیونکہ وہ شخص پورے سال صاحب نصاب رہا ہے، اس لئے اگر درمیان میں کوئی اضافہ ہو جائے تو ان پر الگ سے سال گزرنا ضروری نہیں۔

زکوٰۃ پیشگی بھی ادا کی جا سکتی ہے

عَنْ عَلِيٍّ اَنَّ الْعَبَّاسَ سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ تَعْجِيْلِ صَدَقَتِهٖ قَبْلَ اَنْ تَحِلَّ فَرَخَّصَ لَهٗ فِىْ ذَالِكَ. (رواه الترمذی)

''حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیشگی اپنی زکوٰۃ ادا کرنے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس کی اجازت دے دی۔''

زکوٰۃ اور صدقات کے مستحقین

عَنْ زِيَادِ بْنِ الْحَارِثِ الصَّدَائِى رضى الله تعالىٰ عنه قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعْتُهٗ فَذَكَرَ حَدِيْثًا طَوِيْلاً. فَاَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ اَعْطِنِىْ مِنَ الصَّدَقَةِ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَرْضَ بِحُكْمِ نَبِيٍّ وَلَا غَيْرِهٖ فِى الصَّدَقَاتِ حَتّٰى حَكَمَ هُوَ فَجَزَّأَهَا ثَمَانِيَةَ اَجْزَاءٍ فَاِنْ كُنْتَ مِنْ تِلْكَ الْاَجْزَاءِ اَعْطَيْتُكَ. (روہ ابو داؤد)

''حضرت زیاد بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر

ہوا اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔
حضرت زیاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس موقع پر ایک طویل
حدیث ذکر کی اور اسی سلسلہ میں یہ واقعہ نقل کیا کہ آپ صلی
اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس وقت ایک شخص حاضر
ہوئے اور عرض کیا کہ: زکوٰۃ کے مال میں سے کچھ مجھے
عنایت فرمایئے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے
فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کے مصارف کو نہ تو کسی نبی کی
مرضی پر چھوڑا ہے اور نہ کسی غیر نبی کی مرضی پر، بلکہ خود ہی
فیصلہ فرمادیا ہے اور ان کے آٹھ حصے (یعنی آٹھ قسمیں
کردی ہیں تو اگر تم ان قسموں میں سے کسی قسم کے آدمی ہو تو
میں زکوٰۃ میں سے تم کو دے دوں گا۔"

فائدہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں مصارف زکوٰۃ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے جس حکم کا حوالہ دیا ہے وہ سورۂ توبہ کی اس آیت میں مذکور ہے۔

اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَ الْمَسَاكِيْنَ وَ الْعَامِلِيْنَ
عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ
وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ. (سورۂ توبہ: ع/۸)

''زکوٰۃ بس حق ہے مفلسوں اور محتاجوں کا اور اس کی تحصیل وصول کا کام کرنے والوں کا اور مؤلفۃ القلوب کا، نیز وہ صرف کی جاسکتی ہے غلاموں کو آزادی دلانے اور ان کی گلو خلاصی کرانے میں اور ان لوگوں کی مدد میں جو قرض وغیرہ کی مصیبت میں مبتلا ہوں، اور (اسی طرح) مجاہدوں اور مسافروں کی مدد میں۔''

زکوٰۃ کے یہ آٹھ مصرف ہیں جو خود قرآن مجید میں بیان فرمادیئے گئے ہیں، ان کی مختصر تشریح یہ ہے:

فقراء

یعنی عام غریب اور مفلس لوگ، فقیر عربی زبان میں غنی کے مقابلے میں بولا جاتا ہے، اس لحاظ سے وہ تمام غریب لوگ اس میں آجاتے ہیں جو غنی نہیں ہیں (یعنی جن کے پاس اتنا سرمایہ نہیں ہے جس پر زکوٰۃ واجب ہوجاتی ہے) شریعت میں غناء کا معیار یہی ہے۔

مساکین

وہ حاجت مند جن کے پاس اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے کچھ نہ ہو اور بالکل خالی ہاتھ ہیں۔

عاملین

یعنی زکوٰۃ کی تحصیل وصول کرنے والا عملہ، یہ لوگ اگر بالفرض غنی بی

ہوں جب بھی ان کی محنت اور ان کے وقت کا معاوضہ زکوٰۃ سے دیا جاسکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہی دستور تھا۔

مؤلفۃ القلوب

ایسے لوگ جن کی تالیف قلب اور دلجوئی اہم دینی وملی مصالح کے لئے ضروری ہو، وہ اگر دولت مند بھی ہوں تب بھی اس مقصد کے لئے زکوٰۃ کی مد سے ان پر خرچ کیا جاسکتا ہے۔

رقاب

یعنی غلاموں اور باندیوں کی آزادی اور گلوخلاصی، اس مد میں بھی زکوٰۃ خرچ کی جاسکتی ہے۔

غارمین

جن لوگوں پر کوئی ایسا مالی بار آپڑا ہو، جس کے اٹھانے کی ان میں طاقت وقوت نہ ہو، جسے اپنی مالی حیثیت سے زیادہ قرض کا بوجھ یا کوئی دوسرا مالی تاوان، ان لوگوں کی مدد بھی زکوٰۃ سے کی جاسکتی ہے۔

فی سبیل اللہ

اکثر علماء اور ائمہ کے نزدیک اس سے مراد دین کی نصرت وحفاظت اور اعلاء کلمۃ اللہ کے سلسلے کی ضروریات ہیں۔

ابن السبیل

اس سے مراد وہ مسافر ہیں، جنہیں مسافرت میں ہونے کی وجہ سے مدد کی ضرورت ہو۔

فائدہ

حضرت زیادہ بن حارث صدائی کی اس حدیث میں جن صاحب کے متعلق یہ ذکر کیا گیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ زکوٰۃ کے مال میں سے مجھے کچھ عنایت فرما دیجئے۔ انہیں جواب دیتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے زکوٰۃ کے یہ آٹھ مصارف خود ہی مقرر فرما دیتے ہیں، اگر تم ان میں سے کسی طبقہ میں داخل ہو تو میں دے سکتا ہوں، اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر مجھے یہ حق اور اختیار نہیں ہے کہ اس مد میں سے میں تم کو کچھ دے سکوں۔

(یہاں صرف حدیث کی تشریح اور تفہیم کے لئے مصارف کا مختصر بیان کر دیا گیا ہے۔ تفصیلی مسائل فقہ کی کتابوں میں دیکھے جائیں یا علماء واصحاب فتویٰ سے دریافت کئے جائیں)۔

مسائل زکوٰۃ کو سیکھنے کی ضرورت ہے

آج ہمارے معاشرے میں زکوٰۃ کے مسائل سے ناواقفیت بہت پھیلی ہوئی ہے، اس کی وجہ سے یہ ہو رہا ہے کہ بہت سے لوگ زکوٰۃ ادا

کرتے ہیں، لیکن بسا اوقات وہ زکوٰۃ صحیح طریقے سے ادا نہیں ہوتی اور اس کے نتیجے میں زکوٰۃ ادا نہ ہونے کا وبال سر پر رہتا ہے۔ اس لئے خدا کے لئے زکوٰۃ کے بنیادی مسائل کو سیکھ لیں۔ یہ کوئی زیادہ مشکل کام نہیں، کیونکہ انسان کے پاس جتنے اثاثے ہیں، ان میں سے صرف تین چیزوں پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، ایک سونا چاندی پر دوسرے نقد روپے پر اور تیسرے سامان تجارت پر یعنی ہر وہ چیز جو فروخت کرنے کی نیت سے خریدی گئی ہو، اس پر زکوٰۃ واجب ہے، ان کے علاوہ گھر کے اندر جو استعمال کی اشیاء ہیں مثلاً گھر کا فرنیچر، گاڑی، رہائشی مکان، استعمال کے برتن وغیرہ ان پر زکوٰۃ نہیں۔ البتہ گھر میں یا بینک میں جو رقم رکھی ہے یا گھر میں جو زیور اور سونا چاندی ہے یا کوئی مکان یا پلاٹ فروخت کرنے کی نیت سے خریدا ہے تو ان پر زکوٰۃ واجب ہے، لیکن اگر رہنے کے لئے مکان خریدا ہے تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

بہر حال زکوٰۃ کی ادائیگی کا معاملہ آسان ہے، زیادہ مشکل نہیں ہے، لیکن ذرا سمجھ لینے کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کے اس ستون کو صحیح سمجھنے کی بھی توفیق عطا فرمائے اور اس کی ٹھیک ادائیگی کی بھی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.

حج کے فضائلِ و احکام

افادات

پیرِ طریقت رہبرِ شریعت

حضرۃ مولانا عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تلمیذ رشید

شیخ الاسلام حضرۃ مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ مجاز

مرشد الموحدین قطب الاقطاب حضرۃ مولانا حماد اللہ ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب وتزئین

عاصم عبداللہ

کرملی دار الکتب کراچی

جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی 2 کراچی 75230

0333-2124384

حج کے لئے مالِ حلال کا اہتمام کریں

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَرَجَ الْحَاجُّ حَاجًّا بِنَفَقَةٍ طَیِّبَةٍ وَوَضَعَ رِجْلَهٗ فِی الْغَرْزِ، فَنَادٰی لَبَّیْکَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْکَ، نَادَاهُ مَنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ زَادُکَ حَلَالٌ وَ رَاحِلَتُکَ حَلَالٌ وَحَجُّکَ مَبْرُوْرٌ غَیْرُ مَأْزُوْرٍ، وَ اِذَا خَرَجَ بِالنَّفَقَةِ الْخَبِیْثَةِ فَوَضَعَ رِجْلَهٗ فِی الْغَرْزِ فَنَادٰی، لَبَّیْکَ، نَادَاهُ مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ لَا لَبَّیْکَ وَلَاسَعْدَیْکَ، زَادُکَ حَرَامٌ وَ نَفَقَتُکَ حَرَامٌ وَحَجُّکَ مَأْزُوْرٌ غَیْرُ مَبْرُوْرٍ. (رواہ الطبرانی فی الاوسط)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب حاجی حلال مال کے ساتھ حج کو نکلتا ہے اور سواری پر سوار ہو کر کہتا ہے: لَبَّیْکَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْکَ تو فرشتہ بھی آسمان سے (اس کی تائید اور تقویت میں) لَبَّیْکَ وَلَاسَعْدَیْکَ کہتا ہے۔ (یعنی تیرا لبیک کہنا مقبول ہے) وہ فرشتہ کہتا ہے کہ تیرا توشہ بھی حلال ہے تیری سواری بھی حلال ہے (کہ حلال مال سے حاصل ہوئے) اور تیرا حج مبرور ہے۔ اور کوئی وبال تجھ پر نہیں۔"

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ نحمدہ علٰی ماانعم وعلمنامالم نعلم والصلوٰۃ علی افضل الرسل واکرم وعلٰی اٰلہ وصحبہ وبارک وسلّم ، امّابعد !

فاعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم.
بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم.

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی : وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلاً.(اٰل عمران: آیت/۹۷)

’’اللہ تعالیٰ کے واسطے بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے ان لوگوں پر جو اس کی (طرف جانے کی) استطاعت رکھتے ہوں۔‘‘

عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: الحج المبرور لیس لہ جزاء إلا الجنۃ. (بخاری ومسلم)

’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نیکی والے حج کا بدلہ

(اللہ کے یہاں) جنت کے سوا کچھ نہیں (یعنی جنت ہے)۔"

صدق اللّٰہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم.

حج کیا ہے؟

ایک معین اور مقرر وقت پر اللہ کے دیوانوں کی طرح اس کے دربار میں حاضر ہونا، اور اس کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اداؤں اور طور طریقوں کی نقل کر کے ان کے سلسلے اور مسلک سے اپنی وابستگی اور وفاداری کا ثبوت دینا اور اپنی استعداد کے بقدر ابراہیمی جذبات اور کیفیات سے حصہ لینا اور اپنے کو ان کے رنگ میں رنگنا۔ اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اداؤں اور طور طریقوں کی نقل کر کے ان کے مسلک ومشرب اور ان کے سلسلے سے اپنی وابستگی کا اظہار کرنا حج کہلاتا ہے یہ اسلام کے پانچ ارکان میں سے آخری اور تکمیلی رُکن ہے۔

حج کی فرضیت کا حکم راجح قول کے مطابق ۹ھ میں آیا ہے، اور اس کے اگلے سال ۱۰ھ میں اپنی وفات سے صرف تین مہینے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بہت بڑی جماعت کے ساتھ حج فرمایا: جو "حجۃ الوداع" کے نام سے مشہور ہے، اور اسی حجۃ الوداع میں خاص عرفات کے میدان میں آپ پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَ اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ

وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا. (المائدہ: آیت ۳)

''آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا، اور تم پر اپنی نعمت کا اتمام کر دیا۔ اور اسلام کو بطور دین تمہارے لئے پسند کر لیا۔''

اس میں اس طرف ایک لطیف اشارہ ہے کہ حج اسلام کا تکمیلی رکن ہے۔

اگر بندہ کو صحیح اور مخلصانہ حج نصیب ہو جائے جس کو دین و شریعت کی زبان میں حج مبرور کہتے ہیں۔ اور ابراہیمی و محمدیؐ نسبت کا کوئی ذرہ اس کو عطا ہو جائے تو گویا اس کو سعادت کا اعلیٰ مقام حاصل ہو گیا، اور وہ نعمت عظمیٰ اس کے ہاتھ آ گئی، جس سے بڑی کسی نعمت کا اس دنیا میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

حج کی فرضیت عمر بھر میں ایک مرتبہ

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللّٰہ عنہ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا اَیُّھَا النَّاسُ قَدْ فُرِضَ عَلَیْکُمُ الْحَجُّ فَحُجُّوْا فَقَالَ رَجُلٌ اَکُلَّ عَامٍ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَسَکَتَ حَتّٰی قَالَھَا ثَلٰثًا فَقَالَ لَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ وَلَمَّا اسْتَطَعْتُمْ ثُمَّ قَالَ ذَرُوْنِیْ مَا تَرَکْتُکُمْ فَاِنَّمَا ھَلَکَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ بِکَثْرَۃِ سُوَالِھِمْ وَ اِخْتِلَافِھِمْ عَلٰی اَنْبِیَائِھِمْ فَاِذَا اَمَرْتُکُمْ

بِشَیْءٍ فَأْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَ اِذَا نَهَیْتُكُمْ عَنْ شَیْءٍ فَدَعُوْهُ. (رواہ مسلم)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن خطبہ دیا اور اس میں فرمایا کہ:
''اے لوگو! تم پر حج فرض کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا اس کو ادا کرنے کی فکر کرو'' ایک شخص نے عرض کیا کہ: ''یا رسول اللہ! کیا ہر سال حج کرنا ہم پر فرض کیا گیا ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں سکوت فرمایا اور کوئی جواب نہیں دیا، یہاں تک کہ اس شخص نے تین دفعہ اپنا وہ سوال دوہرایا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ناگواری کے ساتھ) فرمایا کہ:۔

''اگر میں تمہارے اس سوال کے جواب میں کہہ دیتا کہ: ہاں! ہر سال حج کی فرض کیا گیا، تو اسی طرح فرض ہوجاتا اور تم ادا نہ کر سکتے۔''

اس کے بعد آپ نے ہدایت فرمائی کہ:

''کسی معاملہ میں جب تک میں خود تم کو کوئی حکم نہ دوں، تم مجھ سے حکم لینے (اور سوال کر کر کے اپنی پابندیوں میں اضافہ کرنے کی کوشش نہ کرو، تم سے پہلی امتوں کے لوگ اسی لئے تباہ ہوئے کہ وہ اپنے نبیوں سے سوال بہت کرتے تھے اور پھر

ان کے احکام کی خلاف ورزی کرتے تھے ...... لہٰذا (میری ہدایت تم کو یہ ہے کہ) جب میں تم کو کسی چیز کا حکم دوں تو جہاں تک تم سے ہو سکے اس کی تعمیل کرو اور جب تم کو کسی چیز سے منع کروں تو اس کو چھوڑ دو۔'' (صحیح مسلم)

حج کرنے والا گناہوں سے پاک

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ اُمُّهُ. (متفق علیه، مشکوٰة)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ کے لئے حج کرے، اس طرح کہ اس حج میں نہ رفث ہو (یعنی فحش بات) اور نہ فسق ہو (یعنی حکم عدولی) وہ حج سے ایسا واپس ہوتا ہے جیسا اس دن تھا جس دن ماں کے پیٹ سے نکلا تھا۔''

فائدہ

جب بچہ پیدا ہوتا ہے وہ معصوم ہوتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ، کوئی لغزش، کسی قسم کی دارو گیر کچھ نہیں ہوتی۔ یہی اثر ہے اس حج کا جو اللہ کے واسطے کیا جائے۔

حج کرنے کی جزا جنت

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهٗ جَزَاءٌ اِلَّا الْجَنَّةَ.

(متفق علیه، مشکوٰة)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نیکی والے حج کا بدلہ جنت کے سوا کچھ نہیں۔''

فائدہ

بعض علماء نے کہا ہے کہ ''نیکی والے حج'' کا مطلب یہ ہے کہ اس میں کسی قسم کی معصیت نہ ہو، اسی واسطے اکثر حضرات اس کا ترجمہ ''حج مقبول'' سے کرتے ہیں کہ جب آداب وشرائط کی رعایت ہوگی، کوئی لغزش اس میں نہ ہوگی تو وہ حج ان شاء اللہ مقبول ہی ہوگا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حج کی نیکی لوگوں کو کھانا کھلانا اور نرم گفتگو کرنا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ حج کی نیکی کھانا کھلانا اور لوگوں کو کثرت سے سلام کرنا ہے۔

(ترغیب)

قدرت کے باوجود حج نہ کرنے پر وعیدیں

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَلَکَ زَادًا وَ رَاحِلَةً تُبَلِّغُهٗ اِلٰى بَيْتِ اللّٰهِ وَلَمْ يَحُجَّ فَلَا عَلَيْهِ اَنْ يَّمُوْتَ يَهُوْدِيًّا اَوْ نَصْرَانِيًّا وَ ذٰلِکَ اَنَّ اللّٰهَ تَبَارَکَ وَتَعَالٰى يَقُوْلُ: وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ

حَجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلاً. (رواه الترمذی)

''حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس سفر کا ضروری سامان ہو اور اس کو سواری میسر ہو جو بیت اللہ تک اس کو پہنچا سکے اور پھر وہ حج نہ کرے، تو کوئی فرق نہیں کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر، اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: ''اللہ کے لئے بیت اللہ کا حج فرض ہے ان لوگوں پر جو اس تک جانے کی استطاعت رکھتے ہوں۔''

فائدہ

اس حدیث میں ان لوگوں کے لئے بڑی سخت وعید ہے جو حج کرنے کی استطاعت رکھنے کے باوجود حج نہ کریں۔ فرمایا گیا ہے کہ ان کا اس حال میں مرنا اور یہودی یا نصرانی ہو کر مرنا گویا برابر ہے۔ (معاذ اللہ)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہ مضمون نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے تین دفعہ فرمایا کہ ایسا شخص چاہے یہودی ہو کر مرے چاہے نصرانی ہو کر مرے۔

دوسری حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ نقل کیا گیا کہ جو شخص حج کی طاقت رکھتا ہو اور حج نہ کرے قسم کھا کر کہہ دو کہ وہ نصرانی مرا ہے یا یہودی مرا ہے۔ (کنز العمال)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد ممکن ہے کہ ان کی یہی تحقیق ہو ورنہ علماء

کے نزدیک حج نہ کرنے سے کافر نہیں ہوتا، انکار سے کافر ہوتا ہے۔

ایک اور حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ میرا دل چاہتا ہے کہ تمام شہروں میں اعلان کرادوں کہ جو شخص باوجود قدرت کے حج نہ کرے اس پر جزیہ مقرر کر دیا جائے یہ مسلمان نہیں مسلمان نہیں۔ (کنز العمال)

حج کس پر فرض ہے؟

یہ حج کس پر فرض ہوتا ہے؟ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا جو ابھی میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی۔

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلاً.

"اللہ کے لئے لوگوں پر فرض ہے کہ وہ بیت اللہ کا حج کریں اور یہ ہر اس شخص پر فرض ہے جو وہاں جانے کی استطاعت اور صلاحیت رکھتا ہو، یعنی اس کے پاس اتنے پیسے ہوں کہ وہ سواری کا انتظام کر سکے۔"

فقہاء کرام نے اس کی تشریح میں فرمایا ہے کہ جس کے پاس اتنا مال ہو کہ اس کے ذریعہ وہ حج پر جا سکے اور وہاں حج کے دوران اپنے کھانے پینے اور رہنے کا انتظام کر سکے اور اپنے پیچھے جو اہل و عیال ہیں، واپس آنے تک ان کے کھانے پینے کا انتظام کر سکے، ایسے شخص پر حج فرض ہو جاتا ہے۔

آج تک حج کی وجہ سے کوئی فقیر نہیں ہوا

حج بیت اللہ کا سلسلہ ہزاروں سال سے جاری ہے، آج تک کوئی ایک

انسان بھی ایسا نہیں ملے گا جس کے بارے میں یہ کہا جاسکے کہ اس شخص نے چونکہ اپنے پیسے حج پر خرچ کر دیئے تھے، اس وجہ سے یہ مفلس اور فقیر ہو گیا، البتہ ایسے بے شمار لوگ آپ کو ملیں گے کہ حج کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کے رزق میں برکت عطا فرمائی اور وسعت اور خوشحالی عطا فرمائی، لہٰذا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ جب تک دنیا کے فلاں فلاں کام سے فارغ نہ ہو جائیں، اس وقت تک حج نہیں کریں گے۔

چند مسائل

حج کی فرضیت کے لئے مدینہ کا سفر خرچ ہونا بھی ضروری نہیں

چونکہ مدینہ منورہ کا سفر حج کے ارکان میں سے نہیں ہے اور فرض و واجب بھی نہیں ہے، اگر کوئی شخص مکہ مکرمہ جا کر حج کر لے اور مدینہ منورہ نہ جائے تو اس کے حج میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔۔ البتہ یہ بات ضرور ہے کہ مدینہ منورہ کی حاضری عظیم سعادت ہے، اللہ تعالیٰ ہر مؤمن کو عطا فرمائے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر حاضر ہو کر سلام عرض کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

چونکہ مدینہ منورہ کا سفر حج کے ارکان میں سے نہیں ہے، اس لئے فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کے پاس اتنے پیسے ہیں کہ وہ مکہ مکرمہ جا کر حج

تو ادا کر سکتا ہے لیکن مدینہ منورہ جانے کے پیسے نہیں ہیں، تب بھی اس کے ذمے حج فرض ہے، اس کو چاہئے کہ حج کر کے مکہ مکرمہ ہی سے واپس آجائے، حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کی حاضری ایسی عظیم نعمت ہے کہ انسان ساری عمر اس کی تمنا کرتا رہتا ہے۔ لہٰذا یہ خیال کہ اس حج کو اگلے سال مؤخر کر دیا جائے، یہ درست نہیں۔

والدین کو پہلے حج کرانا بھی ضروری نہیں

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جب تک ہم والدین کو حج نہیں کرا دیں گے، اس وقت تک ہمارا حج کرنا درست نہیں ہوگا۔ یہ خیال اتنا عام ہو گیا ہے کہ کئی لوگوں نے مجھ سے پوچھا کہ میں حج پر جانا چاہتا ہوں لیکن میرے والدین نے حج نہیں کیا، لوگ مجھے یہ کہتے ہیں کہ اگر والدین کے حج سے پہلے تم حج کر لو گے تو تمہارا حج قبول نہیں ہوگا۔ یہ محض جہالت کی بات ہے، ہر انسان پر اس کا فریضہ الگ ہے، جیسے والدین نے اگر نماز نہیں پڑھی تو بیٹے سے نماز ساقط نہیں ہوتی، بیٹے سے اس کی نماز کے بارے میں الگ سوال ہوگا اور ماں باپ سے ان کی نمازوں کے بارے میں الگ سوال ہوگا۔ یہی معاملہ حج کا ہے، اگر ماں باپ پر حج فرض نہیں ہے تو کوئی حرج نہیں، اگر وہ حج پر نہیں گئے تو کوئی بات نہیں، لیکن آپ پر حج فرض ہے تو آپ کے لئے حج پر جانا ضروری ہے اور یہ کوئی ضروری نہیں کہ پہلے والدین کو حج کرائے اور پھر خود کرے، یہ

سب خیالات غلط ہیں، ہر انسان اللہ تعالیٰ کے نزدیک اپنے اعمال کا مکلف ہے، اس کو اپنے اعمال کی فکر کرنی چاہئے۔

بیٹیوں کی شادی کے عذر سے حج مؤخر کرنا درست نہیں

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بیٹیوں کی شادیاں کرنی ہیں، جب تک بیٹیوں کی شادیاں نہ ہو جائیں، اس وقت تک حج نہیں کرنا، لہٰذا پہلے بیٹیوں کی شادی کریں گے پھر حج کریں گے۔ یہ بھی بیکار بات ہے، یہ بالکل ایسی ہی ہے جیسے کوئی شخص یہ کہے کہ جب بیٹی کی شادی ہو جائے گی تو اس کے بعد نماز پڑھوں گا۔ بھائی! اللہ تعالیٰ نے جو فریضہ عائد کیا ہے وہ فریضہ ادا کرنا ہے، وہ کسی اور بات پر موقوف نہیں۔

ہاں حج سے پہلے قرض ادا کریں

البتہ حج ایک چیز پر موقوف ہے، وہ یہ کہ اگر کسی شخص پر قرضہ ہے تو قرض کو ادا کرنا حج پر مقدم ہے۔ قرض کو ادا کرنے کی اللہ تعالیٰ نے بڑی سخت تاکید فرمائی ہے کہ انسان کے اوپر قرض نہیں رہنا چاہئے، جلد از جلد قرض کو ادا کرنا چاہئے، اس کے علاوہ لوگوں نے اپنی طرف سے بہت سے کام حج پر مقدم کر رکھے ہیں مثلاً پہلے میں اپنا مکان بنالوں یا پہلے مکان خرید لوں، یا پہلے گاڑی خرید لوں، پھر جا کر حج کرلوں گا، اس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں۔

حج کے لئے بڑھاپے کا انتظار کرنا بھی درست نہیں

بعض لوگ یہ سوچتے ہیں کہ جب بڑھاپا آجائے گا تو اس وقت حج کریں گے، جوانی میں حج کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ حج کرنا تو بوڑھوں کا کام ہے، جب بوڑھے ہو جائیں گے اور مرنے کا وقت قریب آئے گا تو اس وقت حج کرلیں گے۔ یاد رکھئے! یہ شیطانی دھوکہ ہے، ہر وہ شخص جو بالغ ہو جائے اور اس کے پاس اتنی استطاعت ہو کہ وہ حج ادا کر سکتے تو اس پر حج فرض ہو گیا اور جب حج فرض ہو گیا تو اب جلد از جلد اس فریضے کو انجام دینا واجب ہے، بلاوجہ تاخیر کرنا جائز نہیں، کیا پتہ کہ بڑھاپے تک وہ زندہ بھی رہے گا یا نہیں۔ بلکہ درحقیقت حج تو جوانی کی عبادت ہے، جوانی میں آدمی کے قویٰ مضبوط ہوتے ہیں، وہ تندرست ہوتا ہے، اس وقت وہ حج کی مشقت کو آسانی کے ساتھ برداشت کرسکتا ہے، لہٰذا یہ سمجھنا کہ بڑھاپے میں حج کریں گے، یہ بات درست نہیں۔

حج فرض ادا نہ کرنے کی صورت میں وصیت کردیں

یہاں یہ مسئلہ بھی عرض کردوں کہ اگر بالفرض کوئی شخص حج فرض ہو جانے کے باوجود اپنی زندگی میں حج ادا نہ کرسکا تو اس پر یہ فرض ہے کہ وہ اپنی زندگی میں یہ وصیت کرے کہ اگر میں زندگی میں حج فرض ادا نہ کرسکوں تو میرے مرنے

کے بعد میرے ترکے سے کسی کو میری طرف سے حج بدل کے لئے بھیجا جائے۔ کیونکہ اگر آپ یہ وصیت کر دیں گے تب تو آپ کے وارثین پر لازم ہوگا کہ وہ آپ کی طرف سے حج بدل کرائیں ورنہ نہیں۔

حج صرف ایک تہائی مال سے ادا کیا جائے گا

اور وارثین پر بھی آپ کی طرف سے حج بدل کرانا اس وقت لازم ہوگا جب حج کا پورا خرچہ آپ کے پورے ترکے کے ایک تہائی کے اندر آتا ہو۔ مثلاً فرض کریں کہ حج کا خرچ ایک لاکھ روپے ہے اور آپ کا ترکہ تین لاکھ روپے بنتا ہے یا اس سے زیادہ، تو اس صورت میں یہ وصیت نافذ ہوگی اور ورثاء پر لازم ہوگا کہ آپ کی طرف سے حج بدل کرائی، لیکن اگر حج کا خرچ ایک لاکھ روپے ہے اور آپ کا پورا ترکہ تین لاکھ سے کم ہے تو اس صورت میں ورثاء پر یہ لازم نہیں ہوگا کہ آپ کی طرف سے حج بدل ضرور کرائیں، کیونکہ شریعت کا یہ اصول ہے کہ یہ مال جو ہمارے پاس موجود ہے، اس مال پر ہمارا اختیار اس وقت تک ہے جب تک ہم پر مرض الموت طاری نہیں ہو جاتا، ہم اس مال کو جس طرح چاہیں استعمال کریں، لیکن جیسے ہی دم نکلنا شروع ہو جاتا ہے، اس وقت اس مال پر سے ہمارا اختیار ختم ہو جاتا ہے اور یہ مال وارثوں کا ہو جاتا ہے

، البتہ اس وقت صرف ایک تہائی مال کی حد تک ہمارا اختیار باقی رہ جاتا ہے۔

اس لئے زندگی میں حج ادا نہ کرنا بڑا خطرناک ہے، کیونکہ اگر ہم وصیت بھی کر جائیں کہ ہمارے مال سے حج ادا کرا دیا جائے لیکن ترکہ اتنا نہ ہو جس کے ایک تہائی سے حج ادا ہو سکے تو ان کے ذمے اس وصیت کو پورا کرنا لازم نہیں ہوگا، اگر حج کرا دیں تو یہ ان کا ہم پر احسان ہوگا اور اگر حج نہ کرائیں تو ان پر آخرت میں کوئی گرفت نہیں ہوگی۔

حج نفل کے بجائے قرض ادا کریں

اگر ایک شخص کے ذمے دوسروں کا قرض ہے تو قرض کی ادائیگی انسان پر مقدم ہے، اب وہ شخص قرض تو ادا نہیں کر رہا ہے لیکن ہر سال حج پر جا رہا ہے، گویا کہ فرض کام کو چھوڑ کر نفل کام کی طرف جا رہا ہے، یہ حرام اور ناجائز ہے۔ پہلے قرض کی ادائیگی ضروری ہے۔

حج نفل کے بجائے نان ونفقہ ادا کرے

اسی طرح ایک شخص خود تو نفلی حج اور نفلی عمرے کر رہا ہے، جبکہ گھر والوں کو اور جن کا نفقہ اس شخص پر واجب ہے، ان کو نفقہ کی تنگی ہو رہی ہے، یہ سب کام ناجائز ہیں، یہ افراط ہے۔

بلکہ اگر کسی شخص کو یہ محسوس ہو کہ فلاں کام میں اس وقت خرچ کی زیادہ ضرورت ہے تو ایسی صورت میں نفلی حج اور نفلی عمرے کے مقابلے میں اس کام پر خرچ کرنا زیادہ باعث ثواب ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا حج نفل چھوڑنا

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ بڑے اونچے درجے کے محدثین اور فقہاء میں سے ہیں اور صوفی بزرگ ہیں، یہ ہر سال حج کیا کرتے تھے، ایک بستی کے پاس سے گزر ہوا، بستی کے قریب ایک کوڑے کا ڈھیر تھا، ایک بچی بستی سے نکل کر آئی اور اس کوڑے میں ایک مردار مرغی پڑی ہوئی تھی، اس بچی نے اس مردار مرغی کو اٹھایا اور جلدی سے اپنے گھر کی طرف چلی گئی۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ ان کو دیکھ کر بڑا تعجب ہوا کہ یہ بچی ایک مردار مرغی کو اٹھا کر لے جا رہی ہے، چنانچہ آپ نے آدمی بھیج کر اس بچی کو بلوایا کہ تم اس مردار مرغی کو کیوں اٹھا کر لے گئی ہو؟ اس بچی نے جواب دیا کہ بات دراصل یہ ہے کہ ہمارے گھر میں کئی روز سے فاقہ ہے اور ہمارے پاس اپنی جان بچانے کا کوئی راستہ اس کے سوا نہیں ہے کہ ہم مردار مرغی کو کھالیں۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے دل پر بڑا اثر ہوا اور آپ نے فرمایا کہ ہم حج کا یہ سفر ملتوی کرتے ہیں اور تمام ساتھیوں سے فرمایا کہ اب ہم حج پر

نہیں جائیں گے، جو پیسہ ہم حج پر خرچ کرتے، وہ پیسہ ہم اس بستی کے لوگوں پر خرچ کریں گے تاکہ ان کی بھوک پیاس اور ان کی فاقہ کشی کا سد باب ہو سکے۔

حج کے چند آداب

حج کے لئے مالِ حلال کا اہتمام کریں

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَرَجَ الْحَاجُّ حَاجًّا بِنَفَقَةٍ طَیِّبَةٍ وَوَضَعَ رِجْلَهُ فِی الْغَرْزِ، فَنَادٰی لَبَّیْکَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْکَ، نَادَاهُ مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ زَادُکَ حَلَالٌ وَ رَاحِلَتُکَ حَلَالٌ وَحَجُّکَ مَبْرُوْرٌ غَیْرُ مَأْزُوْرٍ، وَ اِذَا خَرَجَ بِالنَّفَقَةِ الْخَبِیْثَةِ فَوَضَعَ رِجْلَهُ فِی الْغَرْزِ فَنَادٰی، لَبَّیْکَ، نَادَاهُ مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ، لَا لَبَّیْکَ وَلَا سَعْدَیْکَ، زَادُکَ حَرَامٌ وَ نَفَقَتُکَ حَرَامٌ وَحَجُّکَ مَأْزُوْرٌ غَیْرُ مَبْرُوْرٍ. (رواہ الطبرانی فی الاوسط)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب حاجی حلال مال کے ساتھ حج کو نکلتا ہے اور سواری پر سوار ہو کر کہتا ہے: لَبَّیْکَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْکَ تو فرشتہ بھی آسمان سے (اس کی تائید اور

تقویت میں) لَبَّیْکَ وَلَا سَعْدَیْکَ کہتا ہے۔ (یعنی تیرا
لبیک کہنا مقبول ہے) وہ فرشتہ کہتا ہے کہ تیرا توشہ بھی حلال ہے
تیری سواری بھی حلال ہے (کہ حلال مال سے حاصل ہوئے)
اور تیرا حج مبرور ہے۔ اور کوئی وبال تجھ پر نہیں۔''

اور جب آدمی حرام مال کے ساتھ حج کو جاتا ہے۔ اور سواری پر سوار ہو کر لبیک کہتا ہے تو فرشتہ آسمان سے کہتا ہے کہ نہ لبیک نہ سعد یک، یعنی تیری لبیک غیر مقبول ہے تیرا توشہ حرام ہے، تیرا خرچہ حرام ہے تیرا حج معصیت ہے، یہ حج مبرور نہیں۔

فائدہ

ایک حدیث میں ہے کہ جب آدمی حرام مال کے ساتھ حج کو جاتا ہے اور لبیک کہتا ہے کہ تو اللہ جل شانہ کا پاک ارشاد ہوتا ہے کہ تیری لبیک نہیں یہ مردود ہے، ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ جل شانہ کا پاک ارشاد ہوتا ہے کہ یہ حج تیرا مردود ہے، یعنی مقبول نہیں۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص حرام کمائی کے ساتھ حج کو جائے، اس کا سفر اللہ کی اطاعت میں نہیں ہے، اور جب وہ سواری پر سوار ہو کر لبیک کہتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے کہ نہ لبیک نہ سعد یک تیری کمائی حرام، تیرا لباس حرام (کہ حرام کمائی سے تیار ہوا) تیری سواری حرام، تیرا توشہ حرام تو ایسے حال میں لوٹ کہ تجھ پر وبال ہے اور برائی کا مژدہ اپنے ساتھ لیتا جا۔

زبان وآنکھ کی حفاظت کریں

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ کَانَ فُلَانٌ رِدْفَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ عَرَفَۃَ فَجَعَلَ الْفَتٰی یُلَاحِظُ النِّسَاءَ وَیَنْظُرُ اِلَیْھِنَّ، فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا ابْنَ اَخِیْ! اِنَّ ھٰذَا یَوْمٌ مَنْ مَّلَکَ فِیْہِ سَمْعَہٗ وَبَصَرَہٗ وَلِسَانَہٗ غُفِرَ لَہٗ. (رواہ احمد)

”حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک نوعمر لڑکا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سواری پر سوار تھا، اس کی نظر عورتوں پر پڑ گئی اور ان کو دیکھنے لگا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بھتیجے! یہ ایسا دن ہے کہ جو شخص اس دن میں اپنے کان آنکھ اور زبان کی حفاظت رکھے، اس کی مغفرت ہو جاتی ہے۔“

چونکہ مجمع ہوتا ہے، ہر قسم کے مرد وعورت ایک جگہ جمع ہوتے ہیں۔ اس لئے بہت اہتمام سے اس دن اپنی نگاہ کی حفاظت کرنا ضروری ہے، ایسا نہ ہو کہ بدنظری سے یا نامحرم کی آواز لذت سے سننے سے یا کسی ناجائز لفظ کے زبان سے نکالنے سے نیکی برباد گناہ لازم ہو جائے، اسی لئے قرآن پاک میں بھی اس

کو اہتمام سے ذکر کیا گیا۔

فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ. (سورة بقرة:١٩٧)

کہ یہ چیزیں حج میں نہیں ہونی چاہئیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ اگر آدمی کی نظر کسی اجنبی عورت پر پڑ جائے اور وہ فوراً اپنی نظر کو ہٹا لے تو حق تعالیٰ شانہ اس کو کسی ایسی عبادت کی توفیق عطا فرماتے ہیں جس کی لذت اور حلاوت اس کو محسوس ہوتی ہے۔ (مشکوٰۃ)

افعال حج وعمرہ کی اہمیت

اِحرام کا مطلب

جب یہ حج کی عبادت شروع ہوتی ہے تو سب سے پہلے اِحرام باندھا جاتا ہے۔ عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ چادریں باندھنا ہی احرام ہے، حالانکہ محض ان چادروں کا نام احرام نہیں بلکہ اِحرام کے معنی ہیں:

''بہت سی چیزوں کو اپنے اوپر حرام کر لینا۔''

جب انسان حج یا عمرہ کی نیت کرنے کے بعد تلبیہ پڑھ لیتا ہے تو اس کے بعد اس کے اوپر بہت سی چیزیں حرام ہو جاتی ہیں۔ مثلاً سلا ہوا کپڑا پہننا حرام، خوشبو لگانا حرام، جسم کے کسی بھی حصے کے بال کاٹنا حرام، ناخن کاٹنا

حرام اور اپنی بیوی کے ساتھ جائز نفسانی خواہشات پوری کرنا حرام ہے۔ اسی وجہ سے اس کا نام ''احرام'' رکھا گیا ہے۔

احرام سے پہلے غسل

عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رضی اللّٰه عنهما اَنَّهُ رَأَى النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَجَرَّدَ لِأَهْلَالِهٖ وَاغْتَسَلَ. (رواه الترمذی)

''حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے کپڑے اتارے اور غسل فرمایا احرام باندھنے کے لیے۔''

فائدہ

اس حدیث کی بنا پر احرام سے پہلے غسل کو سنت کہا گیا ہے، لیکن اگر کسی نے دوگانہ احرام پڑھنے کے لئے صرف وضو کرلیا تب بھی کافی ہے، اور اس کا احرام صحیح ہوگا۔

احرام کا لباس کیا ہو؟

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَجُلاً سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَلْبِسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتَلْبِسُوا الْقَمِيْصَ وَلَاالْعَمَائِمَ وَلَا السَّرَاوِثلات

وَلَا الْبَرَانِسَ وَ لَا الْخِفَافَ اِلَّا اَحَدٌ لَا یَجِدُ النَّعْلَیْنِ
فَیَلْبَسُ الْخُفَّیْنِ وَلْیَقْطَعْهُمَا اَسْفَلَ مِنَ الْکَعْبَیْنِ
وَلَاتَلْبِسُوْا مِنَ الثِّیَابِ شَیْئًا مَسَّهٗ زَعْفَرَانٌ
وَلَاوَرْسٌ. (رواہ البخاری)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے،
بیان کرتے ہیں کہ: ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے دریافت کیا کہ: مُحْرِم (حج وعمرہ کا احرام باندھنے والا) کیا
کیا کپڑے پہن سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ: (حالتِ احرام
میں) نہ تو کرتا قمیص پہنو اور نہ سر پر عمامہ باندھو اور نہ شلوار
پاجامہ پہنو اور نہ بارانی پہنو، اور نہ پاؤں میں موزے پہنو،
سوائے اس کے کہ کسی آدمی کے پاس پہننے کے لئے چپل جوتا
نہ ہو تو وہ مجبوراً پاؤں کی حفاظت کے لئے موزے پہن لے اور
ان کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ کے جوتا سا بنالے (آگے آپ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حالت احرام میں) ایسا بھی کوئی
کپڑا نہ پہنو جس کو زعفران یا وَرس لگا ہو۔''

فائدہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں قمیص، شلوار عمامہ وغیرہ
صرف ان چند کپڑوں کا نام لیا ہے جس کا اس وقت رواج تھا، یہی حکم ان تمام

کپڑوں کا ہے جو مختلف زمانوں میں اور مختلف قوموں اور ملکوں میں ان مقاصد کے لئے استعمال ہوتے ہیں یا آئندہ استعمال ہوں گے جن مقاصد کے لئے قمیص، شلوار، عمامہ وغیرہ استعمال ہوتے تھے۔

زعفران تو معروف ہے، ورس بھی ایک خوشبودار زرد رنگ کی پتی ہے۔ یہ دونوں چیزیں چونکہ خوشبو کے لئے استعمال ہوتی تھیں، اس لئے حالت احرام میں ایسے کپڑے کے استعمال کی بھی ممانعت کردی گئی ہے۔ جس کو زعفران یا ورس لگی ہو۔

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ رضی اللّٰہ عنھما اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنْھَی النِّسَاءَ فِیْ اِحْرَامِھِنَّ عَنِ الْقُفَّازَیْنِ وَ النِّقَابِ وَمَا مَسَّ الْوَرْسُ وَالزَّعْفَرَانُ مِنَ الثِّیَابِ وَلْتَلْبَسْ بَعْدَ ذَالِکَ مَا اَحَبَّتْ مِنْ اَلْوَانِ الثِّیَابِ مُعَصْفَرٍ اَوْ خَزٍّ اَوْ حُلِیٍّ اَوْ سَرَاوِیْلَ اَوْ قَمِیْصٍ اَوْ خُفٍّ. (رواہ ابوداؤد)

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ منع فرماتے تھے عورتوں کو احرام کی حالت میں دستانے پہننے سے اور چہرے بے نقاب ڈالنے اور ان کپڑوں کے استعمال سے جن کو زعفران یا ورس لگی ہو، اور ان کے بعد اور

ان کے علاوہ جو رنگین کپڑے وہ چاہیں پہن سکتی ہیں، کسمی کپڑا ہو یا ریشمی، اور اسی طرح وہ چاہیں تو زیور بھی پہن سکتی ہیں اور شلوار اور قمیص اور موزے بھی پہن سکتی ہیں۔"

فائدہ

اس حدیث سے یہ معلوم ہوگیا کہ احرام کی حالت میں قمیص، شلوار وغیرہ سلے کپڑے پہننے کی ممانعت صرف مردوں کی ہے، عوتوں کو پردہ کی وجہ سے ان سب کپڑوں کے استعمال کی اجازت ہے اور موزے پہننے کی بھی اجازت ہے۔ ہاں دستانے پہننے کی ان کو بھی ممانعت اور منہ پر نقاب ڈالنے کی ممانعت ہے۔

لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ اجنبی مردوں کے سامنے بھی اپنے چہرے کھلے رکھیں۔ حدیث میں ممانعت چہرے پر باقاعدہ نقاب ڈالنے کی ہے، لیکن جب اجنبی مردوں کا سامنا ہو تو اپنی چادر سے یا کسی اور چیز سے ان کو آڑ کرلینی چاہیے۔

سنن ابی داؤد میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے، فرماتی ہیں کہ:

"ہم عورتیں حج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احرام کی حالت میں تھیں (تو احرام کی وجہ سے ہم چہروں پر نقاب نہیں ڈالتی تھی) جب ہمارے سامنے سے مرد گزرتے تو ہم اپنی چادر سر کے اوپر سے لٹکا لیتی تھیں اور اس طرح پردہ

کرلیتی تھیں، پھر جب وہ مرد آگے بڑھ جاتے تو ہم اپنے
چہرے کھول دیتی تھیں۔''

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس بیان سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ احرام کی حالت میں عورتوں کو نقاب کے استعمال کی ممانعت ہے، لیکن جب اجنبی مردوں کا سامنا ہو تو چادر سے یا کسی اور چیز سے ان کو آڑ کرلینی چاہئے۔

تلبیہ احرام

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُھِلُّ مُلَبِّدًا یَقُوْلُ لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَ النِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ، لَایَزِیْدُ عَلٰی ھٰؤُلَاءِ الْکَلِمَاتِ. (رواہ البخاری ومسلم)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ کو تلبیہ پڑھتے ہوئے سنا، اس حال میں کہ آپ کے سر کے بال جمے ہوئے اور مرتب طور پر لگے ہوئے تھے (جیسا کہ غسل کے بعد سر کے بالوں کا حال ہوتا ہے) آپ اس طرح تلبیہ پڑھتے تھے:

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ، لَبَّیْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَ النِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ.

''میں حاضر ہوں خداوندا تیرا حضور حاضر ہوں، حاضر ہوں،
تیرا کوئی شریک ساتھی نہیں، میں تیرے حضور حاضر ہوں۔
ساری حمد وستائش کا تو ہی سزاوار ہے، اور ساری نعمتیں تیری ہی
ہیں اور ساری کائنات میں فرمان روائی بھی بس تیری ہی ہے،
تیرا کوئی شریک وسہیم نہیں۔''

بس یہی کلمات تلبیہ میں آپ پڑھتے تھے، ان پر کسی اور کلمہ کا اضافہ نہیں فرماتے تھے۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

تلبیہ بلند آواز سے پڑھا جائے

عَنْ خَلَّادِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ اَبِيْهِ رضى الله عنه قَالَ
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَانِيْ جِبْرَئِيْلُ
فَاَمَرَنِيْ اَنْ اٰمُرَ اَصْحَابِيْ اَنْ يَّرْفَعُوْا اَصْوَاتَهُمْ
بِالْاِهْلَالِ اَوِ التَّلْبِيه. (الترمذی)

''خلاد بن سائب تابعی اپنے والد سائب بن خلاد انصاری رضی
اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ: میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور
انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے حکم پہنچایا کہ میں اپنے
ساتھیوں کو حکم دوں کہ وہ تلبیہ بلند آواز سے پڑھیں۔''

تلبیہ کہنے والے کی فضیلت و عظمت

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُلَبِّي إِلَّا لَبّٰى مَنْ عَنْ يَمِيْنِهِ وَشِمَالِهِ مِنْ حَجَرٍ اَوْ مَدَرٍ حَتّٰى تَنْقَطِعَ الْأَرْضُ مِنْ هٰهُنَا وَهٰهُنَا.

(رواه الترمذی)

''حضرت سہل بن سعد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کا مومن و مسلم بندہ جب حج یا عمرہ کا تلبیہ پکارتا ہے (اور کہتا ہے: لَبَّيْكَ. اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ الخ) تو اس کے داہنی طرف اور بائیں طرف اللہ کی جو بھی مخلوق ہوتی ہے، خواہ وہ بے جان پتھر اور درخت یا ڈھیلے ہی ہوں، وہ بھی اس بندے کے ساتھ لَبَّيْكَ کہتی ہیں، یہاں تک کہ زمین اس طرف اور اس طرف سے تمام ہو جاتی ہے۔''

فائدہ

یہ حقیقت واضح طور پر قرآن مجید میں بیان کی گئی ہے کہ کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور حمد کرتی ہے، لیکن اس حمد و تسبیح کو انسان نہیں سمجھ سکتے۔

بس اسی طرح سمجھنا چاہئے کہ لَبَّيْكَ کہنے والے صاحب ایمان بندہ کے ساتھ اس کے داہنے اور بائیں کی ہر چیز لَبَّيْكَ کہتی ہے، لیکن ہم انسان اس لَبَّيْكَ کو نہیں سن سکتے۔

لبّیک کہتے ہی روح پرواز کر گئی

ابوعبداللہ جلاء کہتے ہیں کہ میں ذوالحلیفہ میں تھا، ایک نوجوان نے احرام باندھنے کا ارادہ کیا اور وہ بار بار یہ کہہ رہا تھا، اے میرے رب مجھے یہ ڈر ہے کہ میں لبیک کہوں اور تو لا لبیک کہہ دے، کئی مرتبہ یہ کہتا رہا۔ آخر ایک مرتبہ اس نے زور سے لبیک اللھم کہا اور اسی میں روح نکل گئی۔ (مسامرات)

آقا کے در کو کبھی نہیں چھوڑنا

ایک بزرگ مکہ میں ستر برس رہے اور برابر حج اور عمرے کرتے رہے لیکن جب وہ حج یا عمرہ کا احرام باندھتے اور لبیک کہتے تو جواب لَا لَبَّیْکَ ملتا، ایک مرتبہ ایک نوجوان نے ان کے ساتھ ہی احرام باندھا اور ان کو جب لَا لَبَّیْکَ کہا جواب ملا تو اس نے بھی سنا، تو وہ کہنے لگا چچا جان آپ کو تو لَا لَبَّیْکَ کہا گیا۔

کہنے لگے کہ بیٹا تو نے بھی سنا؟ اس نے کہا: میں نے بھی سنا ہے۔ اس پر شیخ روئے اور کہنے لگے کہ بیٹا میں تو ستر برس سے یہی جواب سنتا ہوں۔

جوان نے کہا: پھر کیوں آپ اتنی مشقت ہمیشہ اٹھاتے ہیں، شیخ نے کہا بیٹا اس کے سوا اور کون سا دروازہ ہے جس کو پکڑ لوں اور اس کے سوا اور کون میرا ہے جس کے پاس جاؤں؟ میرا کام تو کوشش ہے وہ چاہے رد کرے یا قبول کرے۔

”بیٹا! غلام کو یہ زیبا نہیں کہ وہ اتنی بات کی وجہ سے آقا کے در کو چھوڑ دے۔“

یہ کہہ کر شیخ رو پڑے حتیٰ کہ آنسو سینے تک بہنے لگے، اس کے بعد پھر لبیک کہا تو جوان نے سنا کہ جواب میں کہا گیا کہ ہم نے تیری پکار کو قبول کرلیا اور ہم ایسا ہی کرتے ہیں، ہر ایک شخص کے ساتھ جو ہمارے ساتھ حسن ظن رکھے بخلاف اس کے جو اپنی خواہشات کی اتباع کرے اور ہم پر امیدیں باندھے، جوان نے جب یہ جواب سنا تو کہنے لگا چچا تم نے بھی یہ جواب سنا؟ شیخ یہ کہہ کر کہ میں نے بھی سن لیا اتنے روئے کہ چیخیں نکل گئیں۔

مکہ معظّمہ میں داخلہ اور پہلا کام طواف

مکہ معظّمہ کو اللہ تعالیٰ نے کعبہ مکرمہ کی نسبت سے جو خاص شرف بخشا ہے اور اس کو بلد اللہ الحرام اور مرکز حج قرار دیا ہے، اس کا لازمی تقاضا ہے کہ اس میں داخلہ اہتمام اور احترام کے ساتھ ہو، اور اس کے بعد کعبہ مقدسہ کا حق ہے کہ سب سے پہلے اس کا طواف کیا جائے اور پھر اسی کعبہ کے ایک گوشہ میں جو ایک خاص مبارک پتھر (حجر اسود) لگا ہوا ہے (جس کو اللہ تعالیٰ سے اور جنت سے خاص نسبت ہے) اس کا حق ہے کہ طواف کا آغاز ادب اور محبت کا ساتھ اس کے استلام سے کیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی معمول تھا، اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ سے یہی سیکھا تھا۔

عَنْ جَابِرٍ رَضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ مَکَّۃَ اَتَی الْحَجَرَ

فَاسْتَلَمَهُ ثُمَّ مَشٰى عَلٰى يَمِيْنِهٖ فَرَمَلَ ثَلٰثًا وَّمَشٰى

اَرْبَعًا. (رواہ مسلم)

”حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ پہنچے تو سب سے پہلے حجر اسود پر آئے اور اس کا استلام کیا، پھر آپ نے داہنی طرف سے طواف کیا، جس میں پہلے تین چکروں میں آپ نے رمل کیا، اور اس کے بعد چار چکروں میں آپ اپنی عادت والی رفتار سے چلے۔“

فائدہ

ہر طواف حجر اسود کے استلام سے شروع ہوتا ہے اور استلام کا مطلب ہے حجر اسود کو چومنا یا اس پر اپنا ہاتھ رکھ کر یا ہاتھ اس کی طرف کر کے اپنے اس ہاتھ ہی کو چوم لینا۔ بس یہ استلام کر کے طواف شروع کیا جاتا ہے، اور ہر طواف میں خانہ کعبہ کے ساتھ چکر لگائے جاتے ہیں۔

رَمَل

ایک خاص انداز کی چال کو کہتے ہیں، جس میں طاقت وقوت کا اظہار ہوتا ہے، روایات میں ہے کہ ۷ ھ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ عمرہ کے لئے مکہ معظّمہ پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے آپس میں کہا کہ یثرب یعنی مدینہ کی آب وہوا کی خرابی اور بخار وغیرہ وہاں کی بیماریوں نے ان لوگوں کو کمزور اور دبا پتلا کر دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ وسلم کو جب یہ بات پہنچی تو آپ نے حکم دیا کہ طواف

کے پہلے تین چکروں میں رمل کی چال چلی جائے، اور اس طرح طاقت وقوت کا مظاہرہ کیا جائے، چنانچہ اسی پر عمل کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ کو اس وقت کی یہ ادا ایسی پسند آئی کہ اس کو مستقل سنت قرار دے دیا گیا۔ اب یہی طریقہ جاری ہے کہ حج و یا عمرہ کرنے والا جو پہلا طواف کرتا ہے، جس کے بعد اس کو صفا و مروہ کے درمیان سعی بھی کرنی ہوتی ہے، اس کے پہلے تین چکروں میں رمل کیا جاتا ہے، اور باقی چار چکر اپنی عادت والی رفتار سے کئے جاتے ہیں۔

حجر اسود

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَجَرِ وَاللّٰهِ لَيَبْعَثَنَّهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَهُ عَيْنَانِ يُبْصِرُ بِهِمَا وَلِسَانٌ يَنْطِقُ بِهٖ يَشْهَدُ عَلٰى مَنِ اسْتَلَمَهُ بِحَقٍّ. (رواہ الترمذی)

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کے بارے میں فرمایا: ''خدا کی قسم! قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو نئی زندگی دے کر اس طرح اٹھائے گا کہ اس کے دو آنکھیں ہوں گی، جن سے وہ دیکھے گا اور زبان ہوگی جس سے وہ بولے گا، اور جن بندوں نے اس کا استلام کیا ہوگا ان کے حق میں سچی شہادت دے گا۔''

فائدہ

حجر اسود دیکھنے میں پتھر کا ایک ٹکڑا ہے، لیکن اس میں ایک روحانیت ہے اور وہ ہر اس شخص کو پہچانتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی نسبت سے ادب اور محبت کے ساتھ اس کو بلا واسطہ یا بالواسطہ چومتا ہے اور اس کا استلام کرتا ہے، قیامت میں اللہ تعالیٰ اس کو ایک دیکھنے اور بولنے والی ہستی بنا کر کھڑا کرے گا اور وہ ان بندوں کے حق میں شہادت دے گا جو اللہ کے حکم کے مطابق عاشقانہ اور نیازمندانہ شان کے ساتھ اس کا استلام کرتے تھے۔

صفا و مروہ کی سعی

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضی اللّٰه عنه اَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ مَكَّةَ فَاَقْبَلَ اِلَی الْحَجَرِ فَاسْتَلَمَهٗ ثُمَّ طَافَ بِالْبَیْتِ ثُمَّ اَتَی الصَّفَا فَعَلَاهُ حَتّٰی یَنْظُرَ اِلَی الْبَیْتِ فَرَفَعَ یَدَیْهِ فَجَعَلَ یَذْكُرُ اللّٰهَ مَاشَاءَ وَیَدْعُوْ.

(رواہ ابوداؤد)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو مکہ میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے حجر اسود کے قریب پہنچ کر آپ نے اس کا استلام کیا، پھر آپ نے طواف کیا، پھر صفا پہاڑ پر آئے اور اس کے اتنے اوپر چڑھ گئے کہ بیت اللہ نظر آنے لگا، پھر آپ نے ہاتھ اٹھائے (جس طرح دعا میں اٹھائے جاتے ہیں)

اور پھر جتنی دیر تک آپ نے چاہا آپ اللہ کے ذکر و دعا میں مشغول رہے۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم صفا سے اتر کر مروہ پر آئے، وہاں بھی دعائیں مانگتے۔

صفا و مروہ کے درمیان سات چکر لگانے کا نام سعی ہے۔ ایک چکر صفا سے شروع ہو کر مروہ پر ختم ہوگا۔

حج کا اہم رکن وقوفِ عرفہ

وقوفِ عرفہ کی اہمیت اور فضیلت

حج کا سب سے اہم رکن نویں ذی الحجہ کو میدان عرفات کا وقوف ہے، اگر یہ ایک لحظہ کے لئے بھی نصیب ہوگیا تو حج نصیب ہوگیا، اور اگر کسی وجہ سے حاجی ۹/ذی الحجہ کے دن اور اس کے بعد والی رات کے کسی حصے میں بھی عرفات میں نہ پہنچ سکا تو اس کا حج فوت ہوگیا، حج کے دوسرے ارکان و مناسک طواف، سعی، رمی، جمرات وغیرہ اگر کسی وجہ سے فوت ہو جائیں تو ان کا کوئی نہ کوئی کفارہ اور تدارک ہے، لیکن اگر وقوفِ عرفہ فوت ہو جائے تو اس کا کوئی تدارک نہیں ہے۔

چونکہ وقوف عرفات پر حج کا دارومدار ہے، اس لئے اس میں اتنی وسعت رکھی گئی ہے کہ اگر کوئی آدمی نویں ذی الحجہ کے دن میں عرفات نہ پہنچ سکے (جو وقوف کا اصلی وقت ہے) وہ اگر اگلی رات کے کسی حصے میں بھی وہاں پہنچ جائے تو اس کا وقوف ادا ہو جائے گا اور وہ حج سے محروم نہ سمجھا جائے گا۔

یوم عرفہ کی فضیلت

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ یَوْمٍ اَکْثَرُ مِنْ اَنْ یُّعْتِقَ اللّٰہُ فِیْہِ عَبْدًا مِنَ النَّارِ مِنْ یَوْمِ عَرَفَةَ وَ اِنَّہٗ لَیَدْنُوْ ثُمَّ یُبَاھِیْ بِھِمُ الْمَلٰئِکَةَ فَیَقُوْلُ مَا اَرَادَ ھٰؤُلَآءِ. (رواہ مسلم).

''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی دن ایسا نہیں ہے جس میں اللہ تعالیٰ عرفہ کے دن سے زیادہ اپنے بندوں کے لئے جہنم سے آزادی اور رہائی کا فیصلہ کرتا ہو (یعنی گنہگار بندوں کی مغفرت اور جہنم سے آزادی کا سب سے بڑے اور وسیع پیمانے پر فیصلہ سال کے ۳۶۵ دنوں میں سے ایک دن یوم العرفہ میں ہوتا ہے) اس دن اللہ تعالیٰ اپنی صفت رحمت ورافت کے ساتھ (عرفات میں جمع ہونے والے) اپنے بندوں کے بہت ہی قریب ہو جاتا ہے اور ان پر فخر کرتے ہوئے فرشتوں سے کہتا ہے: مَا اَرَادَ ھٰؤُلَآءِ ؟ دیکھتے ہو! میرے یہ بندے کس مقصد سے یہاں آئے ہیں؟''

عرفہ کے دن شیطان کی رسوائی

عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَیْدِ اللّٰہِ ابْنِ کَرِیْزٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا رُأیَ الشَّیْطَانُ یَوْمًا ھُوَ فِیْہِ اَصْغَرُ وَلَا اَدْحَرُ وَلَا اَحْقَرُ وَ لَا اَغْیَظُ مِنْہُ فِیْ یَوْمِ عَرَفَۃَ وَمَا ذَاکَ اِلَّا لِمَا یَریٰ مِنْ تَنَزُّلِ الرَّحْمَۃِ وَ تَجَاوُزِ اللّٰہِ عَنِ الذُّنُوْبِ الْعِظَامِ۔ (رواہ مالک مرسلاً)

''طلحہ بن عبیداللہ کریز (تابعی) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''شیطان کسی دن بھی اتنا ذلیل، اتنا خوار، اتنا دھتکارا اور پھٹکارا ہوا اور اتنا جلا بھنا ہوا نہیں دیکھا گیا جتنا کہ وہ عرفہ کے دن ذلیل و خوار روسیاہ اور جلا بھنا دیکھا جاتا ہے اور یہ صرف اس لئے کہ وہ اس دن اللہ کی رحمت کو (موسلا دھار) برستے ہوئے اور بڑے بڑے گناہوں کی معافی کا فیصلہ ہوتے ہوئے دیکھتا ہے (اور یہ اس لعین کے لئے ناقابل برداشت ہے)۔''

مزدلفہ کی رات شبِ قدر سے افضل رات

ارشاد خداوندی ہے:

فَاِذَا اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ۔ (سورۃ البقرۃ: آیت/ ۱۹۸)

''جب تم عرفات سے واپس لوٹو تو مشعر الحرام کے پاس اللہ کا ذکر کرو۔''

عرفات کے میدان میں سورج ڈوبنے کے بعد اگلی منزل مزدلفہ ہے۔ رات یہاں گذارنی ہے۔ بڑی اہم رات ہے حدیث شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا: یہ رات شبِ قدر سے بھی افضل ہے۔

ایک دوسری حدیث میں فرمایا کہ میں نے بعض دعائیں اللہ تعالیٰ سے میدان عرفات میں مانگیں لیکن وہاں قبول نہیں ہوئیں، پھر وہی دعائیں جب میں نے مزدلفہ میں وقوفِ مزدلفہ کے وقت فجر کی نماز کے بعد مانگیں تو اللہ تعالیٰ نے فوراً قبول فرمائیں۔

لہٰذا مزدلفہ کی رات کی بھی قدر کیجئے، سونے کے لئے بہت راتیں پڑی ہیں۔ اللہ تعالیٰ قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

رَمیٔ جَمَرات ایک ایمان افروز عمل

منیٰ میں کافی فاصلے سے تین جگہوں پر تین ستون بنے ہوئے ہیں۔ انہی ستونوں کو جمرات کہا جاتا ہے، ان جمرات پر کنکریاں پھینکنا بھی حج کے اعمال اور مناسک میں سے ہے، دسویں ذی الحجہ کو صرف ایک جمرہ پر سات کنکریاں پھینکی جاتی ہیں۔

ظاہر بات ہے کہ کنکریاں پھینکنا بذاتِ خود کوئی نیک عمل نہیں ہے، لیکن اللہ کے حکم سے ہر عمل میں عبادت کی شان پیدا ہو جاتی ہے، اور بندگی یہی ہے کہ بے چون وچرا اللہ کے حکم کی تعمیل کی جائے، علاوہ ازیں اللہ کے بندے جب اللہ کے حکم سے اس کے جلال وجبروت کا دھیان کرتے ہوئے اور اس کی کبرائی کا نعرہ لگاتے ہوئے شیطانی خیالات وعادات اور نفسانی خواہشات ومعصیات کو عالم تصور میں

نشانہ بنا کر ان جمروں پر کنکریاں مارتے ہیں، اور اس طرح گمراہی اور معصیت کو سنگسار کرتے ہیں تو ان کے قلوب کی اس وقت جو کیفیت ہوتی ہے اور ان کے ایمان والے سینوں کو جو انشراح اور سرور و انبساط اس سے نصیب ہوتا ہے کہ اس کا ذائقہ بس وہی جانتے ہیں۔

بہر حال اللہ کے حکم سے اور اس کا نام لے کر جمروں پر کنکریاں پھینکنا بھی اہل بصیرت کی نگاہ میں ایک ایمان افروز عمل ہے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ رَمیٰ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْجَمْرَۃَ یَوْمَ النَّحْرِ ضُحًی وَ اَمَّا بَعْدَ ذَالِکَ فَاِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ. (رواہ البخاری)

”حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دسویں ذی الحجہ کو جمرۂ عقبہ کی رمی چاشت کے وقت فرمائی، اور اس کے بعد ایام تشریق میں جمرات کی رمی آپ نے زوال آفتاب کے بعد کی۔“

فائدہ

یہی سنت ہے کہ ۱۰/ ذی الحجہ کو جمرۃ العقبہ کی رمی دوپہر سے پہلے کر لی جائے اور بعد کے دنوں میں زوال کے بعد۔

عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَرْمِیْ عَلٰی رَاحِلَتِہٖ یَوْمَ النَّحْرِ وَیَقُوْلُ لِتَاخُذُوْا

مَنَاسِکَکُمْ فَاِنِّیْ لَا اَدْرِیْ لَعَلِّیْ لَا اَحُجُّ بَعْدَ حَجَّتِیْ هٰذِهٖ.

(رواہ مسلم)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (۱۰ر ذی الحجہ کو) اپنی ناقہ پر سے رمی کرتے ہوئے دیکھا، آپ اس وقت فرما رہے تھے کہ تم مجھ سے اپنے مناسک سیکھ لو، میں نہیں جانتا کہ شاید اس حج کے بعد میں کوئی اور حج کروں (اور پھر تمہیں اس کا موقع نہ ملے)۔''

فائدہ

دسویں ذی الحجہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ناقہ پر مزدلفہ سے روانہ ہو کر منیٰ پہنچے تو اس دن آپ نے ناقہ پر سوار ہونے ہی کی حالت میں جمرۂ عقبہ کی رمی کی، تاکہ سب لوگ آپ کو رمی کرتا ہوا دیکھ کر رمی کا طریقہ سیکھ لیں اور آسانی سے مسائل اور مناسک پوچھ سکیں، لیکن دوسرے اور تیسرے دن آپ نے رمی پاپیادہ کی۔ بہر حال رَمی سوار ہو کر بھی جائز ہے اور پاپیادہ بھی۔

یہ اشارہ حجۃ الوداع میں آپ نے بار بار فرمایا کہ: اہل ایمان مجھ سے مناسک اور دین و شریعت کے احکام سیکھ لیں، شاید اب اس دنیا میں میرا قیام بہت زیادہ نہیں ہے۔

۱۰ر ذی الحجہ قربانی کا دن

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ قُرْطٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَعْظَمَ الْاَيَّامِ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمُ النَّحْرِ ثُمَّ يَوْمُ الْقَرِّ (قَالَ ثَوْرٌ وَهُوَ الْيَوْمُ الثَّانِيْ) قَالَ وَ قُرِبَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدَنَاتٌ خَمْسٌ اَوْ سِتٌّ فَطَفِقْنَ يَزْدَلِفْنَ اِلَيْهِ بِاَيَّتِهِنَّ يَبْدَءُ. (رواہ ابوداؤد)

''حضرت عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عظمت والا دن یوم النحر (قربانی کا دن یعنی ۱۰/ذی الحجہ کا دن) ہے (یعنی یوم العرفہ کی طرح یوم النحر بھی بڑی عظمت والا دن ہے) اس کے بعد اس سے اگلا دن یوم القر (۱۱/ذی الحجہ) کا درجہ ہے۔ اس لئے قربانی جہاں تک ہو سکے ۱۰/ذی الحجہ کو کرلی جائے، اور کسی وجہ سے ۱۰/ذی الحجہ کو نہ کی جاسکے تو ۱۱/کو ضرور کرلی جائے۔ اس کے بعد (یعنی ۱۲/ذی الحجہ کو) اگر کی جائے گی تو ادا تو ہو جائے گی لیکن فضیلت کا کوئی درجہ ہاتھ نہ آئے گا) حدیث کے راوی عبداللہ بن قرط (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرنے کے بعد اپنا یہ عجیب وغریب مشاہدہ) بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ پانچ یا چھ اونٹ قربانی کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب لائے گئے تو ان میں سے ہر ایک آپ کے قریب ہونے کی کوشش کرتا تھا، تاکہ پہلے اسی کو آپ ذبح کریں۔''

فائدہ

اللہ تعالیٰ کو قدرت ہے کہ وہ جانوروں میں، بلکہ مٹی، پتھر جیسے جمادات میں حقائق کا شعور پیدا کر دیئے۔ یہ ۵، ۶ اونٹ جو قربانی کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کیے گئے تھے، ان میں اللہ تعالیٰ نے اس وقت یہ شعور پیدا فرما دیا تھا کہ اللہ کی راہ میں اور اس کے محبوب اور برگزیدہ رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے قربان ہونا ان کی کتنی بڑی خوش بختی ہے، اس لئے ان میں سے ہر ایک اس خواہش کے ساتھ آپ سے قریب ہونا چاہتا تھا کہ پہلے آپ اسی کو ذبح کریں۔

طوافِ زیارت اور طوافِ وداع

جیسا کہ پہلے بھی ذکر کیا جا چکا ہے کہ مکہ معظمہ میں حاضری کے بعد حج کا سب سے پہلا عمل طواف ہی کرنا ہوتا ہے، یہاں تک کہ مسجد حرام میں داخل ہو کر پہلے تحیۃ المسجد بھی نہیں پڑھی جاتی، بلکہ طواف پہلے کیا جاتا ہے، اور دوگانہ طواف اس کے بعد پڑھی جاتی ہے۔

حاجی کے اس پہلے طواف کا معروف اصطلاحی نام ہی ''طوافِ قُدوم'' ہے (یعنی حاضری کا طواف)۔ اس کے متعلق احادیث پہلے گزر چکی ہیں۔

اس کے بعد ۱۰ ذی الحجہ کو قربانی اور حلق سے فارغ ہونے کے بعد ایک طواف کا حکم ہے، اس کا معروف اصطلاحی نام ''طوافِ زیارت'' ہے۔ یہ وقوف

عرفات کے بعد حج کا سب سے اہم رکن ہے۔

پھر حج سے فارغ ہونے کے بعد جب حاجی مکہ معظّمہ سے اپنے وطن روانہ ہونے لگے تو حکم ہے کہ وہ آخری وداعی طواف کر کے واپس ہو، اور اس کے سفرِ حج کا آخری عمل بھی طواف ہی ہو، اس کا معروف اصطلاحی نام طواف وداع اور طوافِ رخصت ہے۔ ان دونوں طوافوں سے متعلق احادیث مبارکہ پڑھیئے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَرْمَلْ فِي السَّبْعِ الَّذِيْ اَفَاضَ فِيْهِ. (رواہ ابوداؤد)

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف زیارت کے سات چکروں میں رمل نہیں کیا (یعنی پورا طواف عادی رفتار سے کیا)۔''

فائدہ

پہلے گزر چکا ہے کہ حاجی جب مکہ معظّمہ حاضر ہو کر پہلا طواف کرے (جس کے بعد اس کو صفا و مروہ کے درمیان سعی بھی کرنی ہوگی) تو اس طواف کے پہلے تین چکروں میں وہ رمل کرے گا۔ حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے تمام صحابہ نے ایسا ہی کیا تھا، اس کے بعد ۱۰ ذی الحجہ کو آپ نے منیٰ سے مکہ معظّمہ آکر طواف زیارت کیا، اس میں آپ نے رمل نہیں کیا، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث میں تصریح ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضی اللّٰه عنها وَابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللّٰه عنهما اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَّرَ طَوَافَ الزِّيَارَةِ يَوْمَ النَّحْرِ اِلَى اللَّيْلِ. (رواه الترمذی)

"حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف زیارت کو مؤخر کیا (یعنی اس کی تاخیر کی اجازت دے دی) دسویں ذی الحجہ کی رات تک۔"

فائدہ

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ طواف زیارت کے لئے افضل دن یوم النحر (عیدالاضحیٰ) کا دن ہے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی ہے کہ اس دن کے ختم ہونے کے بعد رات میں بھی وہ کیا جاسکتا ہے اور اس رات کا طواف بھی افضیلت کے لحاظ سے ۱۰/ ذی الحجہ ہی کا طواف شمار ہوگا۔

عام عربی قاعدے کے مطابق رات کی تاریخ اگلے دن والی تاریخ ہوتی ہے اور ہر رات اگلے دن کے ساتھ لگتی ہے، لیکن حج کے مناسک اور احکام میں بندوں کی سہولت کے لئے اس کے برعکس قاعدہ مقرر کیا گیا ہے اور ہر دن کے بعد والی رات کو اسی دن کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے، اسی بناء پر جو طواف ۱۰/ ذی الحجہ کا دن گزرنے کے بعد رات میں کیا جائے گا وہ ۱۰/ ذی الحجہ ہی میں شمار ہوگا، اگرچہ عام قاعدے کے لحاظ سے وہ ۱۱/ ذی الحجہ کی رات ہے۔

طواف وداع کا اہتمام کریں

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللّٰہ عنہما قَالَ کَانَ النَّاسُ يَنْصَرِفُوْنَ فِي كُلِّ وَجْهٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلليه وسلم لَايَنْفِرَنَّ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ اٰخِرُ عَهْدِهٖ بِالْبَيْتِ اِلَّا اَنَّهٗ خَفَّفَ عَنِ الْحَائِضِ. (رواہ البخاری)

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ لوگ (حج کرنے کے بعد) اپنے اپنے وطنوں کے رُخ پر چل دیتے تھے (طواف وداع کا اہتمام نہیں کرتے تھے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک وطن کی طرف کوچ نہ کرے جب تک کہ اس کی آخری حاضری بیت اللہ پر نہ ہو (یعنی جب تک کہ طواف وداع نہ کرے) البتہ جو عورت خاص ایام کے عذر کی وجہ سے طواف سے معذور ہو وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہے (یعنی اس کو طواف وداع معاف ہے)۔''

فائدہ

جیسا کہ اس حدیث میں صراحۃً مذکور ہے، پہلے لوگ طواف وداع کا اہتمام اور پابندی نہیں کرتے تھے۔ ۱۲ یا ۱۳ ذی الحجہ تک منیٰ میں قیام کر کے اور رمی جمرات وغیرہ وہاں کے مناسک ادا کر کے اپنے اپنے وطنوں کو چل دیتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد کے ذریعہ گویا اس کے وجوب اور اہمیت کا اعلان فرمایا۔ چنانچہ فقہا نے طوافِ وداع کو واجب قرار دیا ہے، البتہ حدیث کی تصریح کے مطابق وہ مستورات جو اپنے خاص ایام کی وجہ سے طواف سے معذور ہوں، وہ اگر طواف زیارت کر چکی ہیں۔ تو بغیر طواف وداع کے مکہ معظّمہ سے وطن رخصت ہو سکتی ہیں۔

ان کے علاوہ ہر بیرونی حاجی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے ملک کی طرف روانہ ہونے سے پہلے وداع اور رخصت ہی کی نیت سے آخری طواف کرے اور یہی حج کے سلسلے کا اُس کا آخری عمل ہو۔

عَنِ الْحَارِثِ الثَّقَفِيِّ رضی اللّٰہ عنہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَجَّ هٰذَا الْبَيْتَ اَوْ اعْتَمَرَ فَلْيَكُنْ اٰخِرُ عَهْدِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ. (رواہ احمد)

''حضرت حارث ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص حج یا عمرہ کرے تو چاہئے کہ اس کی آخری حاضری بیت اللہ پر ہو اور آخری عمل طواف ہو۔''

طواف کے بعد مُلتزَم سے چمٹنا اور دعا کرنا

خانہ کعبہ کی دیوار کا تقریباً دو گز کا جو حصہ حجر اسود اور باب کعبہ کے

درمیان ہے وہ ملتزم کہلاتا ہے۔ حج کے مسنون اعمال میں سے یہ بھی ہے کہ اگر موقع ملے تو طواف کے بعد اس ملتزم سے چمٹ کے دعا کی جائے۔ مندرجہ ذیل حدیث سے معلوم ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں ایسا ہی کیا تھا۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كُنْتُ اَطُوْفُ مَعَ اَبِیْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَرَأَيْتُ قَوْمًا اِلْتَزَمُوْا الْبَيْتَ فَقُلْتُ لَهٗ اِنْطَلِقْ بِنَا نَلْتَزِمُ الْبَيْتَ مَعَ هٰؤُلَاءِ فَقَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ طَوَافِهٖ اِلْتَزَمَ الْبَيْتَ بَيْنَ الْبَيْتِ وَالْحَجَرِ وَقَالَ هٰذَا وَاللّٰهِ الْمَكَانُ الَّذِیْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلْتَزَمَهٗ. (رواہ البیھقی بھذا اللفظ)

''حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد شعیب سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں اپنے دادا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ طواف کر رہا تھا، میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ بیت اللہ سے چمٹ رہے ہیں تو میں نے اپنے دادا (حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما) سے عرض کیا کہ ہم کو یہاں لے چلئے ان لوگوں کے ساتھ ہم

بھی ان کی طرح بیت اللہ سے چمٹ جائیں؟ انہوں نے
فرمایا کہ: میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں مردود شیطان سے
(مطلب غالباً یہ تھا کہ اگر میں طواف کے درمیان ان لوگوں
کی طرح ملتزم کی خاص جگہ کا لحاظ کئے بغیر بیت اللہ کی کسی
دیوار سے چمٹ جاؤں تو یہ خلاف سنت اور غلط کام ہوگا اور
اس سے خدا راضی نہیں ہوگا بلکہ شیطان راضی ہوگا اور میں
اس مردود سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔"

شعیب کہتے ہیں کہ پھر جب میرے دادا طواف سے فارغ ہو گئے تو دیوار کعبہ کے خاص اس حصہ پر آئے جو بابِ کعبہ اور حجرِ اسود کے درمیان ہے (جس کو ملتزم کہتے ہیں) اور مجھ سے فرمایا خدا کی قسم! یہی وہ جگہ ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چمٹ گئے تھے۔ (سنن بیہقی)

اور سنن ابی داؤد کی روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو ملتزم سے اس طرح چمٹ گئے کہ اپنا سینہ اور اپنا چہرہ اس سے لگا دیا اور ہاتھ بھی پوری طرح پھیلا کے اس پر رکھ دیئے، اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا تھا۔

فائدہ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ملتزم سے چمٹنے والا یہ عمل طواف کے بعد

ہونا چاہیے اوراس کی خاص جگہ ملتزم ہی ہے۔ اللہ کے دیوانوں کو اس میں جو کیفیت نصیب ہوتی ہے وہ بس انہیں کا حصہ ہے اور حج کی خاص الخاص کیفیات میں سے ہے۔

(نوٹ) حج یا عمرہ کے طواف میں یعنی طواف قدوم اور طواف زیارت میں ملتزم سے مت چمٹیے، کیونکہ عموماً ملتزم پر خوشبو لگی ہوئی ہوتی ہے جس سے دم لازم آجاتا ہے۔

ہاں طواف وداع میں چمٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے موقع ملے تو ضرور چمٹیے اور چمٹ کر اللہ سے مانگیے۔

اللہ تعالیٰ اپنے گھر کی حاضری بار بار نصیب فرمائے۔(آمین)

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.

جنّت کے دلکش مناظر

اور

اس میں پہنچانے والے اعمال

افادات

پیرِ طریقت رہبرِ شریعت

حضرۃ مولانا عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تلمیذ رشید

شیخ الاسلام حضرۃ مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ مجاز

مرشد الموحدین قطب الاقطاب حضرۃ مولانا حماد اللہ ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب وتزئین

عاصم عبداللہ

کرملی دار الکتب کراچی

جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی 2 کراچی 75230

0333-2124384

بیٹیوں سے حسن سلوک جہنم سے بچائے گا

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم مَنِ ابْتُلِیَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَیْءٍ فَاَحْسَنَ اِلَیْهِنَّ کُنَّ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ.

(بخاری و مسلم)

”حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس بندے یا بندی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیٹیوں کی ذمہ داری ڈالی گئی (اور اس نے اس ذمہ داری کو ادا کیا) اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو یہ بیٹیاں اس کے لیے دوزخ سے بچاؤ کا سامان بن جائیں گی۔“

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ نحمدہ علیٰ ماانعم وعلمنامالم نعلم والصلوۃ علی افضل الرسل واکرم وعلیٰ اٰلہ وصحبہ وبارک وسلّم، امّابعد!

فاعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم.

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم.

وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى. فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى.

(سورۃ النازعات: آیت/ ۴۰-۴۱)

”اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا (یعنی وہاں کے حساب سے خوف زدہ ہوا) اور اپنے نفس کو خواہشوں سے روکا تو اس کا ٹھکانا جنت ہے۔“

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: قال اللہ تعالیٰ أَعْدَدْتُ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِيْنَ مَالَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ وَ أَقْرَأُوْا

اِنْ شِئْتُمْ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ. (روالبخاری ومسلم)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں نے اپنے بندوں کے لیے وہ چیزیں تیار کی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے، اور نہ کسی بشر کے دل میں کبھی ان کا خطرہ یا خیال ہی گذرا ہے، اور اگر تم چاہو تو پڑھو قرآن کی یہ آیت فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ۔ یعنی کوئی آدمی بھی ان نعمتوں کو نہیں جانتا جو ان بندوں کے لیے چھپا کے اور محفوظ کر کے رکھی گئی ہیں جن میں ان کی آنکھوں کے لیے ٹھنڈک کا سامان ہے۔''

آیت مبارکہ اور حدیث مبارکہ کے ترجمہ کے بعد آج کی نشست میں گفتگو جنت اس کی نعمتوں اور جنت والے اعمال سے متعلق کرنی ہے۔ ممکن ہے دونشستوں میں یہ گفتگو مکمل ہو۔

جنت کا معنی اور مطلب

جنت کا معنی ڈھکنا، چھپانا ہے، اس کے بعد سایہ دار درختوں کو جنت کہنے لگے پھر سایہ دار درختوں کو بھی جنت کے باغ کہنے لگے اور پھر اسلامی

اصطلاح میں جنت اس مقام کا نام رکھ دیا گیا جہاں پر اچھے عمل کرنے والے خدا کے فرمابردار بندے قیامت کے بعد ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ٹھہریں گے، جنت کو جنت کیوں کہتے ہیں؟ اس لیے کہ یہ مقام لوگوں کی نظروں سے اس دنیا میں پوشیدہ اور چھپا ہوا ہے اور ان آنکھوں سے اس کو کوئی دیکھ نہیں سکتا اور نہ کوئی شخص اپنے ان کانوں سے اس کی پوری حقیقت سن سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے وہاں کی راحتیں اور ہر قسم کی آسائشیں اور انعامات مخلوق کی نظروں سے چھپا رکھے ہیں۔

جنت میں وہ سب کچھ ہوگا جو نفسوں کی خواہش ہوگی

سورہ زخرف میں فرمایا:

وَ فِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْاَنْفُسُ وَ تَلَذُّ الْاَعْيُنُ. وَ اَنْتُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ.

''اور اُس جنت میں ہر وہ چیز ہوگی جس کی دلوں کو خواہش ہوگی، اور جس سے آنکھوں کو لذت حاصل ہوگی۔ (ان سے کہا جائے گا کہ:) ''اس جنت میں تم ہمیشہ رہو گے۔''

جب سب کچھ خواہش نفس کے مطابق ہوگا تو کسی طرح کی روحانی یا جسمانی اذیت و تکلیف کا نام بھی نہ ہوگا۔ دنیا میں کوئی شخص جتنا بھی بڑا ہو جائے بہر حال اس کو خلاف طبع باتیں پیش آتی ہیں، کوئی کیسا بھی دولت مند اور کتنا ہی بڑا بادشاہ ہو ہر خواہش پوری نہیں ہوتی، نہ یہ دنیا اس لائق ہے کہ اس

میں ہر خواہش پوری ہو جائے۔ یہ جنت ہی میں نوازش ہوگی کہ نفس کی خواہش کے خلاف کچھ بھی نہ ہوگا۔

ولکم فیھا ما تشتھی انفسکم و لکم فیھا ماتدعون.

کا اعلان کر دیا جائے گا۔

جنت کا مختصر سا نظارہ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الاھل مشمّر للجنة فان الجنة لا خطر لها ھی ورب الکعبة نوریتلالأ وریحانة تھتز وقصر مشید و نھر مطرد و ثمرة نضیجة وزوجة حسناء جمیلة و حلل کثیرة و مقام ابدا فی دار سلیمة وفاکھة و خضرة و حبرة و نعمة فی محلة عالیة بھیة. قالوا نعم یا رسول اللّٰہ نحن المشمّرون لھا. قال : قولوا ان شاء اللّٰہ فقال القوم ان شاء اللّٰہ. (صحیح ابن حبان)

''کوئی جنت کی تیاری کیلئے تیار ہے؟ کیونکہ جنت فنا ہونے والی نہیں، رب کعبہ کی قسم! یہ ایسا نور ہے جو لہلہانے والا ہے ایسا پھولوں کا دستہ ہے جو جھوم رہا ہے اور ایسا

عمل ہے جو بلند و بالا ہے اور ایسی نہر ہے جو جاری رہنے والی ہے۔ ایسا پھل ہے جو پکا ہوا تیار ہے۔ ایسی بیوی ہے جو بہت حسین و جمیل ہے، لباس ہیں جو بڑی تعداد میں ہیں۔ سلامتی کے گھر میں رہنے کی جگہ ہے ہمیشہ کیلئے، میوے ہیں، سبزہ زار ہے، خوشی ہے، نعمت ہے حسین اور بلند مقامات ہیں، صحابہ کرام نے عرض کیا ہاں اے اللہ کے رسول! ہم اس کے لئے تیار ہیں فرمایا ان شاء اللہ کہہ لو تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان شاء اللہ کہا۔"

(اللہ تعالیٰ ہم سب کو جنت نصیب فرمائے۔ آمین)

جنت کی وسعت

سورۂ حدید میں ارشاد ہے:

سَابِقُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ.

(سورۃ الحدید: آیت/ ۲۱)

"ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو اپنے پروردگار کی بخشش کی طرف اور اُس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان اور زمین کی چوڑائی جیسی ہے، یہ اُن لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اُس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں۔"

فائدہ

جنت بہت بڑی جگہ ہے اس کی وسعت کا اندازہ ادنیٰ درجہ کے جنتی کو جو کچھ ملے گا اس کی سعت کو سامنے رکھ کر لگایا جا سکتا ہے بعض روایات میں ہے کہ جنتی ایک ہزار سال کی مسافت میں اپنی نعمتوں کو دیکھے گا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ادنیٰ جنتی کو جو جگہ ملے گی پوری دنیا اور دنیا جیسی دس گناہ جگہ کے برابر ہوگی۔

سورہ حدید میں ہے عام انسانوں کے ذہن اور سمجھ کے قریب لانے کے لیے جنت کی وسعت کو آسمان وزمین کی وسعت کے برابر بتایا گیا ہے۔ اور سورۂ آل عمران میں:

عرضها السمٰوٰت والارض.

فرمایا ہے۔ جس میں آسمان کو بصیغۂ جمع لایا گیا ہے (یعنی جنت کی وسعت تمام آسمانوں اور زمین کے برابر ہے)۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت یہ کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

”جنت میں سو درجے ہیں سارے عالم اگر ان میں سے ایک میں جمع ہو جائیں تو سب سما جاویں۔“

جنت کے نام اور ان کی خصوصیات

باعتبار ذات کے ایک ہی نام جنت ہے مگر باعتبار صفات کے اس کے

کئی نام ہیں جس طرح سے اسمائے باری تعالیٰ، اسمائے قرآن، اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم اسمائے قیامت اور اسماء دوزخ بہت ہیں مگر مقصود ان میں ذات واحد ہوتی ہے۔ (مگر ہاں اس کے درجات بہت ہیں)۔

(۱) جنت کا ایک نام...... جنت

یہ جنت کا مشہور نام ہے جو اس گھر اور اس کی تمام انواع واقسام کی نعمتوں، لذتوں، راحتوں، سرور اور آنکھوں کی ٹھنڈکوں پر استعمال ہوتا ہے، جنت عربی میں باغ کو کہتے ہیں اور باغ بھی ایسے جس کے درخت اور پودے گھنے ہوں اور داخل ہونیوالا ان میں چھپ جائے۔

(۲) جنت کا ایک نام...... دارالسلام

اللہ تعالیٰ نے جنت کا ایک نام دارالسلام بھی رکھا ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

لهم دار السلام عند ربهم. (انعام:۱۲۷)

''مؤمنین کے لیے ان کے رب کے پاس دارالسلام ہے۔''

اور ایک جگہ ارشاد فرمایا:

والله يدعو الى دار السلام. (سورۂ یونس ۲۵)

''اور اللہ تعالیٰ (لوگوں کو) دارالسلام کی طرف بلاتا ہے۔''

یہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ایک نام ''سلام'' بھی ہے جس نے اس کو سلامتی والا بنایا ہے اور اس کے مکینوں کو مامون ومحفوظ بنایا ہے، یہ

جنت والے آپس میں بھی ''سلام'' کا تحفہ پیش کریں گے اور فرشتے بھی ان کے سامنے جس دروازہ سے داخل ہوں گے وہ بھی ان کو سلام علیکم کہیں گے اور رب رحیم کی طرف سے بھی سلام پیش کیا جائے گا۔

(۳) جنت کا ایک نام......دارالخلد

جنت کا یہ نام اس لیے رکھا گیا ہے کیونکہ اہل جنت اس میں ہمیشہ رہیں گے وہاں سے کبھی نہ نکلیں گے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

عطاء غیر مجذوذ. (سورۃ ھود ۱۰۸)

''عطاء ہے تیرے رب کی، ختم نہ ہونے والی۔''

(۴) جنت کا ایک نام......دارالمقامہ

اللہ تعالیٰ جنت والوں کی زبانی قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں۔

وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ. اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرٌ . الَّذِیْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ، لَايَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَالُغُوْبٌ.

(سورفاطر: آیت/ ۳۴-۳۵)

''اور وہ کہیں گے کہ: ''تمام تر تعریف اللہ کی ہے جس نے ہم سے ہر غم دور کردیا۔ بیشک ہمارا پروردگار بہت بخشنے والا، بڑا قدردان ہے۔ جس نے اپنے فضل سے ہم کو ابدی ٹھکانے کے گھر میں لا اُتارا ہے جس میں نہ ہمیں کبھی کوئی تکلیف چھوکر

گذرے گی، اور نہ کبھی کوئی تھکن پیش آئے گی۔"

(۵) جنت کا ایک نام...... جنت الماویٰ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

عندها جنة الماوى. (سورة النجم : ۱۵)

"(یعنی سدرۃ المنتہیٰ) کے پاس ہی جنت الماوی ہے۔"

عربی میں ماویٰ ٹھکانے کو کہتے ہیں یعنی رہنے کی جگہ صرف جنت ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ یہی وہ جنت ہے جہاں تک حضرت جبریل اور حضرات ملائکہ جا کر رکتے ہیں اور حضرت مقاتل اور کلبی کہتے ہیں کہ یہ وہ جنت ہے جس میں شہداء کی ارواح آ کر رہتی ہیں، کعب کہتے ہیں کہ جنت الماویٰ وہ جنت ہے جس میں سبز رنگ کے پرندے رہتے ہیں انہیں میں شہداء کی روحیں چرتی پھرتی ہیں۔

(۶) جنت کا ایک نام...... جنت عدن

یہ بھی جنت کا ایک نام ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ تمام جنتوں کا مجموعی نام ہے اور سب جنتیں جنات عدن ہیں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

جنت عدن التى وعد الرحمن عباده بالغيب.

(مريم ۶۱)

ان جنت عدن میں جن کا رحمان نے اپنے بندوں سے غائبانہ وعدہ فرمایا ہے (وہ اس کے وعدہ کی ہوئی چیز کو ضرور پہنچیں گے)۔

اور ارشاد ہے:

ومساکن طیبة فی جنّٰت عدن (الصّف: ۱۲)

''جنتی جنات عدن (ہمیشہ کی جنتوں) میں پاکیزہ گھروں
میں رہیں گے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت سعید بن المسیبؒ فرماتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے جس سے اس کا گھر سجا ہے باقی جنتیں اس کے اردگرد ہیں لیکن یہ ان سب سے افضل، بہتر اور زیادہ قریب ہے۔

(۷) جنت کا ایک نام......دارالحیوان

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وان الدار الاخرة لھی الحیوان. (سورة عنکبوت ۶۴)

''بلاشبہ دارالآخرۃ ہی دارالحیوان ہے۔''

مفسرین کے نزدیک دارالآخرت سے دارحیوان اور دارالحیاۃ مراد ہے یعنی جنت میں دائمی زندگی ہوگی موت نہیں ہوگی۔

(۸) جنت کا ایک نام......فردوس

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات کانت لھم
جنّٰت الفردوس نزلا. (سورة کھف ۱۰۷)

''بے شک جولوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام

کئے ان کی مہمانی کے لیے جنت الفردوس (فردوس کے

باغ) ہوں گے۔"

فردوس ایک ایسا نام ہے جو تمام جنت پر بھی بولا جاتا ہے اور جنت کے افضل اور اعلیٰ درجہ پر بھی بولا جاتا ہے۔

جنت الفردوس کی عظمت وشان

جناب سرورِ کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

سلوا اللّٰہ الفردوس فانھا سرۃ الجنۃ واعلیٰ الجنۃ منہ تنفجر انھار الجنۃ وان اھل الفردوس لیسمعون اطیط العرش.

"تم اللہ تعالیٰ سے جنت الفردوس کا سوال کیا کرو کیونکہ یہ جنت کا عمدہ اور اعلیٰ حصہ ہے، اسی سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں اور یہ جنت الفردوس والے (عرش کے قریب ہونے کی وجہ سے) عرش کی چرچراہٹ کی آواز بھی سنیں گے۔"

(۹) جنت کا ایک نام...... جنت النعیم

اللہ تعالیٰ نے جنات النعیم کا ذکر اس آیت میں فرمایا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَھُمْ جَنّٰتُ النَّعِیْمِ. (سورۂ لقمان: آیت/۸)

"البتہ جو لوگ ایمان لے آئے، اور انہوں نے نیک عمل کئے

اُن کے لئے نعمتوں کے باغات ہیں۔"

یہ بھی تمام جنتوں کا مجموعی نام ہے کیونکہ جنت کے کھانے، پینے، لباس اور صورتیں، پاکیزہ ہوائیں، خوبصورت مناظر، وسیع مکانات وغیرہ، ظاہری اور باطنی سب نعمتوں پر مشتمل ہے۔

(۱۰) جنت کا ایک نام......المقام الامین

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِي مَقَامٍ اَمِيْنٍ ○ فِي جَنّٰتٍ وَعُيُوْنٍ. (سورۃ الدخان: ۵۲)

"پرہیزگار لوگ یقیناً امن وامان والی جگہ میں ہوں گے، باغات میں اور چشموں میں۔"

اللہ تعالیٰ مزید فرماتے ہیں:

يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ.

(سورۃ الدخان: آیت/۵۵)

"وہ وہاں بڑے اطمینان سے ہر قسم کے میوے منگواتے ہوں گے۔"

(۱۱) جنت کا ایک نام......مقعد صدق

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ

مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ. (سورة القمر: آيت ۵۴-۵۵)

''(البتہ) جن لوگوں نے تقویٰ کی روش اپنا رکھی ہے، وہ باغات اور نہروں میں ہوں گے، ایک سچی عزت والی نشست میں! اُس بادشاہ کے پاس جس کے قبضے میں سارا اِقتدار ہے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے جنتوں کا نام مقعد صدق ذکر کیا ہے۔

جنت عدن اور دار السلام کی افضلیت

روایت میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جنة عدن أعظم من الجنة بتسع مائة الف جزءٍ، و دار السلام اعظم من عدنٍ بتسع مائة الف جزء.

''''جنت عدن'' جنت کے باقی درجات سے نو لاکھ گنا بڑی ہے اور جنت ''دار السلام'' جنت عدن سے نو لاکھ گنا بڑی ہے۔''

جنت میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کا حاصل ہونا

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَعَدَاللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِىْ جَنّٰتِ

عَدْنٍ، وَ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ، ذٰلِكَ هُوَ

الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ. (سورة التوبة: آيت/ ۷۲)

''اللہ نے مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں سے وعدہ کیا ہے اُن باغات کا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اور اُن پاکیزہ مکانات کا جوسدا بہار باغات میں ہوں گے۔ اور اللہ کی طرف سے خوشنودی تو سب سے بڑی چیز ہے (جو جنت والوں کو نصیب ہوگی) یہی تو زبردست کامیابی ہے۔''

جنت میں جو کچھ ہوگا اس سے بڑھ کر یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوں گے اور ہمیشہ کے لئے اپنی رضامندی کا اعلان فرمائیں گے۔ اللہ جل شانہ اپنی رضامندی کا اعلان فرما کر اہل جنت کو ہمیشہ کے لئے مطمئن فرمادیں گے۔ کہ ہم تم سے ہمیشہ کے لئے راضی ہیں، اس اعلان پر جو خوشی ہوگی اس عالم میں اس کی مثال نہیں دی جاسکتی (ورضوان من اللہ اکبر) قرآن شریف میں جگہ جگہ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا اعلان فرمایا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جنتیوں سے راضی ہوں گے اور جنتی اللہ تعالیٰ سے راضی ہوں گے یعنی وہاں کسی بھی چیز کی کوئی کمی نہ ہوگی۔ دلوں پر کسی بھی بات کا ذرا بھی میل نہ آئے گا، جو کچھ بھی ملا ہوگا اس سے نفس راضی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی دادودہش اور انعام واکرام پر دل وجان سے خوش ہوں گے۔ جعلنا اللّٰہ منهم (بحوالہ جنت کی عظمت وشان)

جنت میں اعزاز کے ساتھ داخلہ اور فرشتوں کا سلام

اللہ تعالیٰ نے سورۂ حجر میں فرمایا:

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ. اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ. (سورة الحجر: آیت/۴۵-۴۶)

''(دوسری طرف) متقی لوگ باغات اور چشموں کے درمیان رہیں گے۔ (اُن سے کہا جائے گا کہ) ''ان (باغات) میں سلامتی کے ساتھ بے خوف ہوکر داخل ہو جاؤ''۔''

سورۂ زمر میں ارشاد ہے:

حَتّٰى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَ قَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ.

(سورة الزمر: آیت/۷۳)

''یہاں تک کہ جب وہ اُس کے پاس پہنچیں گے، جبکہ اُس کے دروازے اُن کے لئے پہلے سے کھولے جاچکے ہوں گے، (تو وہ عجیب عالم ہوگا) اور اُس کے محافظ اُن سے کہیں گے کہ: ''سلام ہو آپ پر، خوب رہے آپ لوگ! اب اس جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے کے لئے آجائیے''۔''

یعنی اہل جنت کو جنت میں قیام کرنے کے لئے اعزاز و اکرام کے ساتھ داخل کیا جائے گا، ان کے استقبال کے لئے پہلے سے دروازے کھلے

ہوں گے، اور جنت کے محافظ فرشتے سلام کریں گے۔ اور خوش عیش زندگی کی مبارکبادی دیں گے، اور یہ سنا دیں گے کہ آپ حضرات ایسی جگہ قیام پذیر ہو رہے ہیں، جہاں امن وامان اور سلامتی ہی سلامتی ہے۔ یہاں ہمیشہ باسلامت رہو گے۔ نہ خوف و ہراس ہوگا۔ نہ کسی طرح کی گھبراہٹ ہوگی۔ رنج وغم، گھٹن اور تھکن کا نام نہ ہوگا۔

اور سورۂ رعد میں ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ صَبَرُوْا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَ اَقَامُوْا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُ وْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ. جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَ اَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ. سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ. (سورۃ الرعد: آیت ۲۲-۲۴)

”اور یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی خوشنودی کی خاطر صبر سے کام لیا ہے، اور نماز قائم کی ہے، اور ہم نے انہیں جو رزق عطا فرمایا ہے، اُس میں سے خفیہ بھی اور علانیہ بھی خرچ کیا ہے، اور وہ بدسلوکی کا دفاع حسنِ سلوک سے کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت کا انجام اچھا ہے۔

ہمیشہ رہنے کے لئے وہ باغات جن میں وہ خود بھی داخل ہوں
گے، اور ان کے باپ دادہ، بیویوں اور اولاد میں سے جو
نیک ہوں گے، وہ بھی اور (ان کے استقبال کے لئے)
فرشتے ہر دروازے سے (یہ کہتے ہوئے) داخل ہوں گے کہ
''تم نے (دنیا میں) جو صبر سے کام لیا تھا، اس کی بدولت اب
تم پر سلامتی ہی سلامتی نازل ہوگی، اور (تمہارے) اس
جہاں میں یہ تمہارا بہترین انجام ہے''۔

مفسر ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر لکھتے ہیں کہ اہل جنت کو داخلۂ جنت کی مبارک بادی دینے کے لئے ہر طرف سے فرشتوں کی جماعتیں سلام کرتی ہوئی داخل ہوں گی، ان کو اللہ کے تقرب اور انعام اور دار السلام میں اقامہ گزینی اور نبیین اور صدیقین کے پڑوس میں رہنے کا جو شرف نصیب ہوگا اس پر مبارک باد دیں گے۔

جنت میں داخل ہونے کے بعد جنتیوں کے کلماتِ شکر

سورۂ زمر میں فرمایا:

وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَ اَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَآءُ، فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ. (سورۃ الزمر: آیت ۷۴)

''اور وہ (جنتی) کہیں گے کہ: ''تمام تر شکر اللہ کا ہے جس

نے ہم سے اپنے وعدے کو سچا کر دکھایا، اور ہمیں اس
سرزمین کا مالک بنادیا کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں اپنا
ٹھکانا بنالیں۔ ثابت ہوا کہ بہترین اِنعام (نیک) عمل
کرنے والوں کا ہے''۔

''جہاں چاہیں جنت میں قیام کریں۔'' کوئی روک ٹوک نہیں ہے اور کوئی جگہ ایسی بھی نہیں ہے جو قابل قیام نہ ہو، اور اپنی جگہ سے جب کسی دوسرے جنتی سے ملنے کا ارادہ کریں گے، تو اس کا بھی (جنتیوں کو) اختیار ہوگا۔

سورۂ اعراف میں فرمایا:

وَ نَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ، وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا، وَ مَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْ لَاۤ اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ. لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ، وَنُوْدُوْۤا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ.

(سورۃ الاعراف: آیت ۴۳)

''اور اُن کے سینوں میں (ایک دوسرے سے دنیا میں) جو کوئی رنجش رہی ہوگی، اُسے ہم نکال باہر کریں گے۔ اُن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، اور وہ کہیں گے: ''تمام تر شکر اللہ کا ہے، جس نے ہمیں اِس منزل تک پہنچایا۔ اگر اللہ ہمیں نہ پہنچاتا تو ہم کبھی منزل تک نہ پہنچتے۔ ہمارے

پروردگار کے پیغمبر واقعی ہمارے پاس بالکل سچی بات لے
کر آئے تھے۔'' اور اُن سے پکار کر کہا جائے گا کہ
''لوگو! یہ ہے جنت! تم جو عمل کرتے رہے ہو، اُن کی بنا پر
تمہیں اِس کا وارث بنا دیا گیا ہے''۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جنتی جب جنت میں داخل ہو کر اپنے اپنے مقامات پر پہنچ جائیں گے تو یہ کہیں گے کہ:

الحمد لله الذی اذهب عنا الحزن.

''سب تعریفات اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہم
سے رنج وغم کر دور کیا''

اس رنج وغم سے ان کی مراد یہ ہوگی کہ ہم نے میدان حشر میں جو ہولناکیاں، زلزلے، سختیاں اور کربناکیاں دیکھی ہیں۔ (ان سے محفوظ رہنے اور جنت جیسی پر آسائش منازل میں پہنچ جانے پر ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں) اس کے بعد وہ کہیں گے:

ان ربنا لغفور شکور.

''بے شک ہمارا رب بخشش کرنے والا، قدردان ہے۔
اس نے ہمارے بڑے بڑے گناہ معاف کر دیئے اور
ہمارے نیک اعمال کی قدردانی کرتے ہوئے ہمیں آرام
وراحت عطا کی۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب سید دو عالم حضرت

محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کل اھل النار یری مقعدہ من الجنۃ فیقول لو ان اللّٰہ ھدانی، فتکون علیہ حسرۃ. قال و کل اھل الجنۃ یری مقعدہ من النار فیقول لو لا ان اللّٰہ ھدانی ، فیکون لہ شکرا.

''ہر دوزخی کو اس کا جنت کا ٹھکانہ دکھایا جائے گا تو وہ کہے گا کاش کہ اللہ تعالیٰ مجھے ہدایت دیتے (اور میں اس میں داخل ہوتا) چنانچہ اس جنت سے محرومی کی حسرت اس پر سوار رہے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (اسی طرح سے) ہر جنتی کو اس کا دوزخ کا ٹھکانہ دکھایا جائے گا تو کہے گا، اگر اللہ تعالیٰ مجھے ہدایت نہ دیتے (تو میں آج اس جگہ دوزخ میں ہوتا) پس یہ اس کے لئے شکر کا مقام ہوگا۔''

جنت کی تجارت کیلئے اللہ تعالیٰ کی دعوت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ھَلْ اَدُلُّکُمْ عَلٰی تِجَارَۃٍ تُنْجِیْکُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ تُؤْمِنُوْنَ بِا اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَتُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ، یَغْفِرْ لَکُمْ

ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنّٰتِ عَدْنٍ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ. (سورۃ الصف ۱۰، ۱۱، ۱۲)

''اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایک ایسی تجارت کا پتہ دوں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دلا دے۔ (وہ یہ ہے کہ) تم اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ، اور اپنے مال ودولت اور اپنی جانوں سے اللہ کے راستے میں جہاد کرو۔ یہ تمہارے لئے بہترین بات ہے، اگر تم سمجھو۔ اس کے نتیجے میں اللہ تمہاری خاطر تمہارے گناہوں کو بخش دے گا، اور تمہیں ان باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، اور ایسے عمدہ گھروں میں بسائے گا جو ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی جنتوں میں واقع ہوں گے۔ یہی زبردست کامیابی ہے۔''

فائدہ

اس ارشاد میں مؤمنین کو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی تجارت کے متعلق بتلایا ہے جو دوزخ سے بچا کر جنت میں لے جانے والی ہے اور وہ ہے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا اللہ کی اطاعت (جہاد وغیرہ) میں اپنے اموال اور نفوس کے ساتھ جہاد کرنا۔ اس سے معلوم ہوا کہ عذاب سے نجات اور جنت جیسی عظیم

دولت مؤمنین مجاہدین نیکوکاروں کو عطاء ہوگی۔ ان آیات میں اسی بات کی ترغیب ہے کہ انسان جنت کے حصول اور دوزخ سے محفوظ ہونے کی تجارت کو اپنا شیوہ بنائے یہی تجارت انسان کے لئے آخرت میں سودمند ہے۔

جنت کی طرف دوڑ لگانے کا حکم

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَسَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ.

(سورة آل عمران : ۱۳۳)

’’اور اپنے رب کی طرف سے مغفرت اور وہ جنت حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے سے بڑھ کر تیزی دکھاؤ جس کی چوڑائی اتنی ہے کہ اس میں تمام آسمان اور زمین سما جائیں۔ وہ اُن پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔‘‘

فائدہ

اس آیت میں مسلمانوں کو جنت کی ترغیب فرماتے ہوئے اس کی طرف دوڑنے کا حکم دیا گیا ہے اور پرہیزگار ہی جو خدا کے فرمانبردار اور گناہ سے دور رہنے والے ہیں ان کیلئے تیار کی گئی ہے۔ اعمال جنت کی قیمت نہیں ہیں لیکن عادت اللہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اسی بندے کو نوازتا ہے جو اعمال صالحہ کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ جنت کی طرف بلاتا ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاللّٰہُ یَدْعُوْٓا اِلٰی دَارِ السَّلٰمِ.(سورہ یونس: ۲۵)

''اور اللہ لوگوں کو سلامتی کے گھر کی طرف دعوت دیتا ہے۔''

فائدہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں دارالسلام سے مراد جنت ہے۔

شوق جنت میں ایک صحابی کا انتقال

حضرت ابن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

هل اتى على الانسان حين من الدهر.

تلاوت فرمائی یہ جس وقت نازل ہوئی اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سیاہ فام آدمی بیٹھا تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کر رہا تھا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے فرمایا تمہارے لئے اتنا کافی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بوجھ نہ ہو۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابن خطاب اسے چھوڑ دو۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سورۃ اس کے سامنے پڑھی اور جنت کے حالات پر پہنچے تو اس نے

ایک دم چیخ ماری جس سے اس کی روح نکل گئی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمہارے ساتھی (یا تمہارے بھائی) کی روح جنت کے شوق نے نکالی ہے۔ (قرطبی)

جنت کا طالب جنت کی محنت کرے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ما رأيت مثل الجنة نام طالبها، ولا رأيت مثل النار نام هاربها. (ترمذی شرح السنة)

"میں نے جنت کی مثال نہیں دیکھی جس کا طالب سو گیا ہے اور نہ دوزخ جیسی (مصیبت اور عذاب) دیکھا ہے جس سے بھاگنے والا بھی سو گیا ہے۔"

فائدہ

اس میں بھی طلب جنت کی خوب ترغیب دی گئی ہے۔

جنت کی امید رکھنے والا جنت میں جائے گا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

انما يدخل الجنة من يرجوها.

(مصنف ابن ابی شیبة، کنز العمال)

''جنت میں وہی داخل ہوگا جو اس کی امید رکھے گا (لہٰذا ہم
سب مسلمانوں کو اس کا امیدوار رہنا چاہئے)۔''

فائدہ

ایک حدیث میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بیان نقل فرمایا ہے کہ جنت میں اس کے حریص کے سوا کوئی نہیں جائے گا۔

اس لئے جنت میں جانے کی خوب خوب حرص کرنی چاہئے۔

دو جنتوں کا وعدہ کس سے؟

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ. (سورۃ الرحمٰن)

''اور جو شخص (دنیا میں) اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا
ہونے سے ڈرتا تھا۔ اُس کے لئے دو باغ ہوں گے۔''

جو شخص اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہونے کے منظر سے ڈرے، اور اس بات کا خوف رکھے کہ ایک دن مجھے اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونا ہے۔ اور اپنے ایک ایک عمل کا جواب دینا ہے، اس کے لئے دو جنتیں (ایک سونے کی اور ایک چاندی کی) ہیں۔

فائدہ

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے مشہور تابعی بزرگ حضرت مجاہد رحمۃ

اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں وہ شخص مراد ہے جس کے دل میں کسی برائی کے کرنے کا خیال آیا کہ فلاں گناہ کرلوں، لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے اللہ تعالیٰ کا دھیان کرلیا، اور یہ بات یاد آئی کہ مجھے ایک دن اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا ہے، اس یاددھانی کے بعد اس نے اس گناہ کے کرنے کا ارادہ ترک کردیا، اور اس گناہ کو چھوڑ دیا، اسی کا نام تقویٰ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے کا دھیان کر کے اپنی خواہش نفس کو چھوڑ دے کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے تو ایسے شخص کے لئے دو جنتوں کا وعدہ ہے۔

جنت کس کے لئے ہے

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى.

فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى. (سورۃ النازعات: آیت/۴۰-۴۱)

"لیکن وہ جو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے کا خوف رکھتا تھا، اور اپنے نفس کو بُری خواہشات سے روکتا تھا، تو جنت ہی اُس کا ٹھکانا ہوگی۔"

کیا عجیب الفاظ ارشاد فرمائے ہیں، فرمایا کہ وہ شخص جو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا کہ میں کسی دن اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہوں گا تو کس منہ سے اپنے پروردگار کے سامنے جاؤں گا۔ اور یہ خوف اتنا شدید پیدا ہوا کہ اس خوف کے نتیجے میں اس نے اپنے نفس کو ناجائز

خواہشات پر عمل کرنے سے روک لیا تو ایسے انسان کا ٹھکانہ جنت ہے اور ایسے ہی انسان کے لئے جنت تیار کی گئی ہے۔

جنت نفس کے ناپسندیدہ اعمال کے پیچھے چھپی ہوئی ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حفت الجنة بالمكاره و حفت النار بالشهوات.

جنت نفس کی ناپسندیدہ چیزوں کے پیچھے چھپائی گئی ہے اور دوزخ خواہشات اور لذات نفس کے پیچھے چھپائی گئی ہے۔

حدیث مبارکہ کا واقعہ پڑھئے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

> ”جب اللہ تعالیٰ نے جنت اور دوزخ کو پیدا کیا تو جبریل علیہ السلام کو بھیجا اور فرمایا تم جنت کو دیکھو اور جو نعمتیں میں نے اس میں جنت والوں کے لئے تیار کی ہیں ان کو دیکھو تو وہ آئے اور جنت کو دیکھا اور ان نعمتوں کو جن کو اللہ تعالیٰ نے جنت والوں کیلئے جنت میں تیار کیا تھا دیکھا تو اللہ تعالیٰ کے پاس لوٹ گئے اور عرض کیا مجھے آپ کے غلبہ کی قسم جو شخص بھی اس کا سنے گا وہ ضرور اس میں داخل ہوگا۔ تو

اللہ تعالیٰ نے جنت کو حکم کیا تو وہ (نفس کے) ناپسندیدہ اعمال (یعنی وہ اعمال جن کے کرنے سے نفس انسانی کو کوفت ہوتی ہے) میں چھپ گئی۔ اللہ تعالیٰ نے (حضرت جبریل علیہ السلام) فرمایا اب اس کے پاس پھر جایئے اور اس کو دیکھئے اور جو کچھ (تکالیف) اس کے رہنے والوں کیلئے تیار کی ہیں ان کو دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جبریل پھر گئے (اور دیکھا) تو وہ ناپسندیدہ کاموں میں چھپی ہوئی تھی تو وہ واپس اللہ میاں کے پاس لوٹ آئے اور عرض کیا مجھے آپ کی عزت کی قسم اب تو میں ڈرتا ہوں کہ اس میں کوئی ایک بھی داخل نہیں ہو سکے گا۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا دوزخ کی طرف جایئے اور اس کو (بھی) دیکھئے اور جو کچھ میں نے دوزخیون کیلئے دوزخ میں تیار کیا ہے (اس کو بھی دیکھئے) تو انہوں نے اس کو دیکھا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے دوزخ والوں کے لئے تیار کیا تھا دوزخ میں اس کو بھی دیکھا تو وہ ایسی نظر آئی کہ اس کا ایک حصہ دوسرے پر بڑھ چڑھ کر تھا تو یہ واپس آئے اور عرض کیا مجھے آپ کے غلبہ کی قسم جو بھی اس کا سنے گا اس میں داخل نہیں ہوگا۔ تو اللہ تعالیٰ نے پھر اس دوزخ کو حکم دیا تو وہ خواہشات اور شہوات میں پوشیدہ ہوگئی، اللہ تعالیٰ نے

حضرت جبرئیل کو دوبارہ دیکھنے کا حکم دیا پھر جب جبریل نے اس کی طرف پلٹ کر دیکھا تو عرض کیا۔ اے اللہ! مجھے آپ کے غلبہ کی قسم مجھے پکا خوف ہے کہ اس سے کوئی بھی نجات نہیں پا سکے گا ہر ایک اس میں داخل ہوگا۔

فائدہ

واقعی جنت اور دوزخ کی صورت حال ایسی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے ایسے حضرات بھی پیدا فرمائے ہیں جو اللہ کے فضل وتوفیق سے جنت والے اعمال کر کے دوزخ والے اعمال سے بچ کر جنت میں پہنچیں گے اللہ تعالیٰ ہم سب کو جنت میں اعلیٰ درجات پر فائز فرمائیں۔ آمین

جنت کے قریب اور جہنم سے دور کرنے والے اعمال

عَنْ اَبِیْ اَیُّوْب اَنَّ اَعْرَابِیًا عَرَضَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ فِیْ سَفرٍ فَاَخَذَ بِخِطَامِ نَاقَتِہٖ (اَوْبِزِمَامِھَا) ثُمَّ قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ (اَوْیَامُحَمَّدْ) اَخْبِرْنِیْ بِمَا یُقَرِّبُنِیْ مِنَ الْجَنَّۃِ وَیُبَاعِدُنِیْ مِنَ النَّارِ؟ قَالَ فَکَفَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ نَظَرَ فِیْ اَصْحَابِہٖ ثُمَّ قَالَ لَقَدْ وُفِّقَ (اَوْلَقَدْ ھُدِیَ) قَالَ کَیْفَ قُلْتَ؟ فَاَعَادَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَعْبُدُ اللّٰہَ وَلاَ تُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا وَتُقِیْمُ الصَّلٰوۃَ وَتُؤْتِی الزَّکٰوۃَ

وَتَصِلُ الرَّحِمَ دَعِ النَّاقَةَ. (رواہ مسلم)

''حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے، کہ ایک بدوی سامنے آ کھڑا ہوا، اور اس نے آپ کے ناقہ کی مہار پکڑ لی پھر کہا: اے اللہ کے رسول! (یا آپ کا نام لے کر کہا کہ اے محمد!) مجھے وہ بات بتاؤ جو جنت سے مجھے قریب اور آتش دوزخ سے دور کر دے؟ راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رُک گئے (یعنی آپ نے اس سوال کا جواب دینے کیلئے اپنی ناقہ کو روک لیا) پھر اپنے رفقاء کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا اور ان کو متوجہ کرتے ہوئے) فرمایا کہ اس کو اچھی توفیق ملی (یا فرمایا کہ اس کو خوب ہدایت ملی) پھر آپ نے اس اعرابی سائل سے فرمایا کہ'' ہاں! ذرا پھر کہنا تم نے کس طرح کہا؟'' سائل نے اپنا وہی سوال پھر دہرایا (مجھے وہ بات بتادو، جو جنت سے مجھے نزدیک اور دوزخ سے دور کردے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''عبادت اور بندگی کرتے رہو صرف اللہ کی اور کسی چیز کو اس کے ساتھ کسی طرح بھی شریک نہ کرو، اور نماز قائم کرتے رہو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو، اور صلہ رُحمی کرو۔ یعنی اپنے اہل قرابت کے ساتھ حسب مراتب اچھا سلوک رکھو، اور ان کے حقوق ادا کرو) یہ بات

ختم فرما کر آپ نے اس بدوی سے فرمایا کہ ''اب ہماری ناقہ کی مہار چھوڑ دو۔''

فائدہ

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت سے قریب اور جہنم سے بعید کرنے والے عمال میں سے صرف اللہ کی خالص عبادت، اقامتِ صلوٰۃ اور ادائے زکوٰۃ اور صلہ رحمی کا ذکر فرمایا۔ حتیٰ کہ روزہ اور حج کا بھی ذکر نہیں کیا، تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آدمی کے لئے بس یہی چار باتیں کافی ہیں، اوران کے علاوہ جو فرائض وواجبات ہیں وہ غیر ضروری یا غیر اہم ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت کے اقرار پر جنت میں داخلہ

عن عبادة رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال من شهد أَن لا اِلٰه اِلَّا اللّٰه وحدهٗ لا شريك له وأنّ محمدًا عبدهٗ ورسولُهٗ وَ أَنَ عيسى عبدُ اللّٰه ورسولُه وكلمتُه القاها اِلى مريم وروحٌ منه و الجنَّةُ حق والنَّارُ حق أدخله اللّٰه الجنةَ على ما كان من العمل قال الوليد فحدثنى ابن جابر عن عُميرٍ عن جنادة و زاد"من ابواب الجنةِ الثمانية أَيَّها شاء." (بخارى: ج/۱، ص/۴۸۸)

"حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی گواہی دے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس کا کلمہ ہیں جسے اللہ نے پہنچادیا تھا مریم تک اور ایک جان ہیں اس کی طرف سے اور یہ کہ جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے تو اس نے جو بھی عمل کیا ہوگا اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کریں گے بعض روایات میں یہ اضافہ بھی ہے کہ ایسا شخص جنت کے آٹھ دروازوں میں سے جس سے چاہے گا جنت میں داخل ہوگا۔"

تحیۃ الوضوء پڑھنے پر جنت میں داخلہ

عن عقبة بن عامر الجهني رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ما من أحدٍ يتوضأ فيحسن الوضوء ويصلي ركعتين. يقبل بقلبه ووجهه عليهما الا وجبت له الجنة.

(مسلم: ج/۱، ص/۱۲۲)

"حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی اچھی طرح وضوء کرے اور خشوع خضوع کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھے جنت اس کے لئے واجب ہے۔"

سنت مؤکدہ پڑھنے کا انعام جنت میں گھر

عن ام حبیبة رضی اللّٰه تعالیٰ عنها زوج النبی صلی اللّٰه علیه وسلم أنّها سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول ما من عبد مسلم یصلی لِلّٰه کل یوم ثنتی عشرة رکعة تطوعا غیر فریضة الّا بنی اللّٰه له بیتا فی الجنة. (مسلم: ج/۱، ص/۲۵۱)

"ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہتے ہوئے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان بندہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے روزانہ بارہ رکعات فرض سے زائد (سنن رواتب) پڑھے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔"

عن عائشة رضی اللّٰه تعالیٰ عنها قالت قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من ثابر علی ثنتی عشرة رکعة من السنة بنی اللّٰه له بیتاً فی

الجنة أربع ركعات قبل الظهر و ركعتين بعدها
و ركعتين بعد المغرب و ركعتين بعد العشاء
و ركعتين قبل الفجر.

بارہ رکعت سنت مؤکدہ کی تفصیل حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی درج بالا روایت میں ہے۔

''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص بارہ رکعت سنت میں مداومت کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا، چار رکعت ظہر سے پہلے دو رکعت ظہر کے بعد دو رکعت مغرب کے بعد دو عشاء کے بعد اور دو فجر سے پہلے۔''

صبر کرنے پر جنت کا انعام

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رضی اللّٰہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَقُوْلُ اللّٰہُ تبارَکَ وَ تَعَالیٰ یَا ابْنَ اٰدَمَ اِنْ صَبَرْتَ وَاحْتَسَبْتَ عِنْدَ الصَّدْمَۃِ الْاُوْلیٰ لَمْ اَرْضَ لَکَ ثَوَابًا دُوْنَ الْجَنَّۃِ.

(رواہ ابن ماجہ)

''حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے فرزندِ آدم! اگر تو نے شروع صدمہ میں صبر کیا اور میری رضا اور ثواب کی نیت کی، تو میں نہیں راضی ہوسکتا اس پر کہ جنت سے کم اور اس کے سوا کوئی ثواب تجھے دیا جائے۔"

فائدہ

جب کوئی صدمہ کسی آدمی کو پہنچتا ہے تو اس کا زیادہ اثر ابتدا ہی میں ہوتا ہے، ورنہ کچھ دن گذرنے کے بعد تو وہ اثر خود بخود بھی زائل ہوجاتا ہے، اس لئے صبر دراصل وہی ہے جو صدمہ پہنچنے کے وقت اللہ تعالیٰ کا خیال کر کے اور اس کی رضا اور ثواب کی امید پر کیا جائے، اس کی فضیلت ہے اور اسی پر ثواب کا وعدہ ہے، بعد میں طبعی طور پر جو صبر آجاتا ہے، اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کی کوئی قیمت نہیں ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَفَعَهُ مَنْ اُصِیْبَ بِمُصِیْبَةٍ فِیْ مَالِهٖ اَوْفِیْ نَفْسِهٖ فَکَتَمَهَا وَلَمْ یَشْکُهَا اِلَی النَّاسِ کَانَ حَقًا عَلَی اللّٰہِ اَنْ یَّغْفِرَلَهٗ. (رواہ الطبرانی فی الاوسط)

"حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ: جو بندہ کسی جانی یا مالی مصیبت میں مبتلا ہو، اور وہ کسی

سے اس کا اظہار نہ کرے، اور نہ لوگوں سے شکوہ شکایت
کرے تو اللہ تعالیٰ کا ذمہ ہے کہ وہ اس کو بخش دیں گے۔“

فائدہ

صبر کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ اپنی مصیبت اور تکلیف کا کسی سے اظہار بھی نہ ہو اور ایسے صابروں کے لئے اس حدیث میں مغفرت کا پختہ وعدہ کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی بخشش کا ذمہ لیا ہے۔ (اللہ تعالیٰ ان مواعید پر یقین اور ان سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے)۔

لباس پہنانے پر جنت کا لباس پہنایا جائیگا

عَنْ أَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ أَیُّمَا مُسْلِمٍ کَسَا مُسْلِمًا ثَوْبًا عَلٰی عرًی کَسَاہُ اللّٰہُ مِنْ خُضْرِ الْجَنَّۃِ. (سنن ابی داؤد : ج/ ۱، ص /۲۳۶)

”حضرت ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس مسلمان نے کسی مسلمان کو کپڑا پہنایا اس کے ننگا ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کو جنت کا لباس پہنائے گا۔“

کھانا کھلانے پر جنت کا پھل کھلایا جائے گا

عَنْ أَبِیْ سَعِیْد الْخُدْرِیِّ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ عَنْ

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَيُّهَا الْمُسْلِمِ كَسَا مُسْلِمًا ثَوْبًا عَلَى عُرًى كَسَاهُ اللّٰهُ مِنْ خُضْرِ الْجَنَّةِ وَ أَيُّمَا مُسْلِمٍ أَطْعَمَ مُسْلِمًا عَلَى جُوْعٍ أَطْعَمَهُ اللّٰهُ مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّةِ. (سنن ابی داؤد: ج/۱، ص/۲۳۶)

''حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس مسلمان نے کسی مسلمان کو کپڑا پہنایا اس ک ننگے ہونے کی وجہ سے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کا لباس پہنائیں گے۔ اور جس مسلمان نے کسی مسلمان کو کھانا کھلایا بھوک کے وقت اللہ تعالیٰ اس کو جنت کا پھل کھلائے گا۔''

چار قسم کے اعمال کرنے والے کے لئے جنت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللّٰه عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَصْبَحَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ صَائِمًا قَالَ أَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَا قَالَ فَمَنْ تَبِعَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ جَنَازَةً قَالَ أَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَا قَالَ فَمَنْ أَطْعَمَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ مِسْكِيْنًا قَالَ أَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَا قَالَ فَمَنْ عَادَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ مَرِيْضًا قَالَ أَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اجْتَمَعْنَ فِيْ امْرِئٍ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ.

(مسلم: ج/۱، ص/۳۳۰)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کون آج روزے سے ہے، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کس نے آج نماز جنازہ میں شرکت کی ہے، ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے آج کس نے غریب کو کھانا کھلایا ہے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے آج کس نے بیمار کی عیادت کی ہے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ (چار) اعمال جس شخص میں جمع ہو جائیں جنت میں داخل ہوگا۔''

مسجد کی تعمیر کرنے پر جنت میں گھر

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ بَنٰى لِلّٰهِ مَسْجِدًا بَنَى اللّٰهُ لَهُ مِثْلَهُ فِي الْجَنَّةِ. (مسلم: ص / ۲۰۱، ج / ۱)

''حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرمارہے تھے کہ جس نے اللہ کے لئے مسجد کی تعمیر کی اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں اسی طرح کا گھر بنائے گا۔''

اذان کا ادب، بخشش کا سبب بن گیا

زبیدہ خاتون اللہ تعالیٰ کی ایک نیک بندی تھی، وہ فوت ہوگئی۔ کسی نے اس کو خواب میں دیکھا کہ جنت میں سیر کر رہی ہے۔ اس نے پوچھا، زبیدہ! تیرے نیک عمل تو بہت زیادہ تھے، اسی وجہ سے تمہیں جنت کے رتبے ملے ہیں۔ وہ کہنے لگی، نہیں۔ جن کاموں کو میں نیکیاں سمجھتی تھی ان کو تو اللہ رب العزت نے دیکھا ہی نہیں، ایک کام ایسا تھا جسے میں چھوٹا سا سمجھتی تھی، اللہ تعالیٰ کو وہ پسند آ گیا جس کی وجہ سے میری بخشش ہوگئی۔ اس نے کہا وہ کون سا کام تھا؟ کہنے لگی، میری عادت تھی کہ جب بھی مسجد سے اذان کی آواز آتی تھی تو اللہ اکبر کی آواز سنتے ہی میں ادب کی وجہ سے اپنا دوپٹہ اپنے سر پر ٹھیک کر لیتی تھی، اللہ تعالیٰ نے اذان کے ادب کی وجہ سے میری مغفرت فرما دی۔

تین شخص جنت کے ٹیلوں پر ہوں گے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین شخص جنت کے ٹیلوں پر ہوں گے۔

۱۔ وہ غلام جس نے اللہ کا حق بھی ادا کیا اور اپنے آقا کا بھی۔

۲۔ وہ شخص جس نے کسی قوم کی امامت کی اور لوگ اس کی امامت سے راضی رہے۔

۳۔ وہ آدمی جس نے ہر رات دن میں پانچ نمازوں کی اذان دی۔ (ترمذی)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے خود سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے کہ:

"قیامت کے دن مؤذن سب سے زیادہ لمبی گردن والے ہوں گے۔" (مسلم)

زبان اور شرمگاہ کی حفاظت پر جنت

عَن سَھْلِ ابنِ سَعْدٍ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مَنْ یَّضْمَنْ لِیْ مَابَیْنَ لَحْیَیْہِ وَمَا بَیْنَ رِجْلَیْہِ اَضْمَنْ لَہُ الْجَنَّۃَ. (رواہ البخاری)

حضرت سہل ابن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص مجھے اس بات کی ضمانت دے کہ وہ اپنی اس چیز کی حفاظت کرے گا جو اس کے دونوں کلوں (جبڑوں) کے درمیان ہے، یعنی زبان اور دانت اور جو اس کے دونوں پاؤں کے درمیان ہے، یعنی شرمگاہ تو میں اس کی جنت کی ضمانت لیتا ہوں۔"

فائدہ

حدیث کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص مجھ سے اس بات کا عہد کرے اور عمل کے ذریعہ اس عہد کو پورا کرے گا کہ وہ اپنی زبان کو فحش گوئی و بدکلامی سے محفوظ رکھے گا۔ اور اپنی شرمگاہ کو حرام کاری سے محفوظ رکھنے پر پوری طرح عامل و کار

بند رہے گا۔ تو اس کے تئیں اس بات کا ضامن بنتا ہوں کہ وہ شروع ہی میں نجات یافتہ لوگوں کے ساتھ جنت میں داخل کر دیا جائے گا اور وہاں کے درجات عالیہ کا مستحق قرار پائے گا۔

سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ کرنے پر جنت

عن أنس بن مالک رضی اللّٰہ عنہ قال قال لی رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم یا بُنیَّ ان قدرتَ اَن تصبح و تمسِیَ لیس فی قلبک غِشٌّ لأحدٍ فافعل ثم قال لی یا بُنَیَّ و ذلک من سنتی و من أحیا سنتی فقد أحیانی و من أحیانی کان معی فی الجنۃ. (سنن الترمذی: ج/۲، ص/۹۶)

”حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے پیارے بیٹے! اگر آپ سے ہو سکے تو آپ صبح کریں یا شام کریں اس حال میں کہ آپ کے دل میں کسی کے لئے بھی بدخواہی نہ ہو تو یہ ضرور کریں پھر مجھ سے فرمایا اے پیارے بیٹے! یہ طریقہ عمل میری سنت میں سے ہے اور جس نے میری سنت کو زندہ کیا، اس نے مجھے زندہ کیا اور جس نے مجھے زندہ کیا وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔“

اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر رحم کرنے پر جنت

عن أبی هريرة رضی اللّٰه عنه عن النبی ان رجلا رأیٰ كلبا يأكل الثّریٰ من العطش فأخذ الرجل خفه فجعل يغرف له به حتیٰ أرواه فشكر اللّٰه له فأدخله الجنة. (بخاری: ج / ۱، ص / ۲۹)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک آدمی نے ایک کتے کو دیکھا جو شدت پیاس سے گیلی مٹی (کیچڑ) چاٹ رہا تھا تو اس شخص نے اپنا موزہ لیا اور اس میں چلو سے پانی بھر کر اس کتے کو پلایا، یہاں تک کہ اس کو سیراب کیا تو اللہ تعالیٰ کو اس کا یہ کام پسند آیا اور اس کو جنت میں داخل کیا۔''

ایک تاجر کی مغفرت کا عجیب قصہ

ایک حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہونے کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے روز جب حساب کتاب ہوگا تو اس وقت وہ پیش ہوگا، لیکن اس کا کوئی نمونہ ہوسکتا ہے کہ پہلے بھی کسی وقت دکھا دیا جاتا ہو۔ بہر حال، جب وہ پیش ہوا تو، اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ اس کا اعمال نامہ دیکھو کہ اس نے کیا کیا اعمال کئے ہیں، جب

فرشتوں نے دیکھا تو یہ معلوم ہوا کہ اس کا اعمال نامہ نیکیوں سے تقریباً خالی ہے۔ نہ نماز ہے نہ روزہ ہے، نہ کوئی اور عبادت ہے، بس دن رات تجارت کرتا رہتا تھا، اللہ تعالیٰ تمام بندوں کے بارے میں سب کچھ جانتے ہیں۔ لیکن دوسروں کے سامنے ظاہر کرانے کے لئے فرشتوں سے پوچھتے ہیں کہ ذرا اچھی طرح دیکھو کہ کوئی اور نیک عمل اعمال نامے میں ہے یا نہیں؟ اس وقت فرشتے فرمائیں گے کہ ہاں! اس کا ایک نیک عمل ہے، وہ یہ ہے کہ یہ شخص اگرچہ کوئی خاص نیک عمل تو نہیں کرتا تھا، لیکن یہ تجارت کرتا تھا۔ اور اپنے غلاموں کو تجارت کا سامان دے کر بھیجتا کہ جا کر یہ سامان بیچ کر اس کے پیسے لاکر دیں۔ اس شخص نے اپنے غلاموں کو یہ تاکید کر رکھی تھی کہ جب کسی کو کوئی سامان فروخت کرو۔ اور تم یہ دیکھو کہ وہ شخص تنگدست اور مفلس ہے تو اس کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنا، اگر اس کو ادھار دیا ہے تو اس سے ادھار وصول کرنے میں بہت سختی سے کام مت لینا، اور کبھی کسی کو معاف بھی کر دیا کرنا، چنانچہ ساری عمر تجارت کے اندر اس کا یہ معمول رہا کہ جب کسی تنگدست سے معاملہ کیا تو اس کو مہلت دیدی۔ اگر موقع ہوا تو اس کو معاف ہی کر دیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اچھا یہ میرے بندوں کو معاف کرتا تھا۔ تو میں اس بات کا زیادہ مستحق ہوں کہ اس کو معاف کروں، چنانچہ پھر فرشتوں کو حکم دیں گے کہ اس سے درگزر کا معاملہ کرو، اور اس کو جنت میں بھیج دو، بہر حال! بندوں کے ساتھ معافی کا معاملہ کرنا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔

یہ رحمت کا معاملہ تھا، قانون کا نہیں

لیکن ایک بات یاد رکھئے کہ یہ اوپر کا معاملہ یہ رحمت کا معاملہ ہے، یہ کوئی قانون نہیں ہے۔ لہٰذا کوئی شخص یہ نہ سوچے کہ یہ اچھا نسخہ ہاتھ آ گیا کہ نہ نماز پڑھو، نہ روزہ رکھو، نہ زکوٰۃ دو، نہ دوسرے فرائض انجام دو، نہ گناہوں سے بچو، بس میں بھی اسی طرح لوگوں کو معاف کر دیا کروں گا تو قیامت کے روز میری بھی معافی ہو جائے گی۔ یہ درست نہیں، اس لئے کہ یہ معاملہ رحمت کا ہے، اور اللہ کی رحمت کسی کسی پر اور کسی وقت ہو سکتی ہے، اس کو قانون وضابطہ نہ سمجھا جائے۔

نماز کو وقت پر پڑھنے والا جنت میں داخل ہوگا

عن ابی قتادہ رضی اللّٰہ عنہ أن رسولَ اللّٰہ صلی اللّٰہُ علیہ وسلم قال قال اللّٰہ عزوجل افترضتُ علی امتک خمس صلوات وعھدتُ عندی عھدا أنہ من حافظ علیھن لوقتھن ادخلتہ الجنّۃ و من لم یحافظ علیھن فلا عھد لہ عندی. (سنن ابن ماجہ ص / ۱۰۱)

”حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا کہ میں

نے آپ کی امت پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور میں نے اپنے ذمہ ایک عہد لیا ہے کہ جو کوئی ان نمازوں کو اپنے اوقات مقررہ میں پابندی سے پڑھے گا، میں اس کو جنت میں داخل کروں گا اور جو کوئی اس کی پابندی نہیں کرے گا اس کا میرے پاس کوئی عہد نہیں۔ (جنت میں جانے کے لئے)۔''

مریض کی عیادت پر جنت کی بشارت

عَنْ ثَوْبَان رضی اللّٰه عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّی اللّٰه علیه وسلم اِنَّ الْمُسْلِمَ اِذَا عَادَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ لَمْ یَزَلْ فِیْ خَرْفَةِ الْجَنَّةِ حَتّٰی یَرْجِعَ. (مسلم)

''حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ مومن جب اپنے صاحب ایمان بندے کی عیادت کرتا ہے تو واپس آنے تک وہ گویا جنت کے باغ میں ہوتا ہے۔''

فائدہ

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے، بیمار کی عیادت کے لیے جو وقت صرف ہوتا ہے، وہ ضائع نہیں جاتا، بلکہ اس کو اس قدر قیمتی بنا دیا جاتا ہے کہ گویا وہ جنت کے باغات میں اپنا وقت لگا رہا ہے۔ اس لیے کہ اس سے خدا کی رضا حاصل تو ان شاء اللہ ہوگی۔ مگر دنیا میں بھی اس کے ثمرات دیکھنے میں آئیں گے۔ جس مریض کے گھر جانا ہوگا، اس کا پورا کنبہ، رشتے دار احباب

ہمیشہ کے لیے عیادت کرنے والے کے لیے اچھے جذبات ومحبت وعقیدت قائم کرلیں گے۔

یہی باتیں ہیں جو معاشرہ کو سنوارتی ہیں، انہی باتوں سے معاشرے میں نکھار پیدا ہوتا ہے اور انہی سے باہمی اعتماد کی فضا قائم ہوتی ہے۔اس لیے میرا دعویٰ ہے کہ آج کے دکھ بھرے ماحول میں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان پیاری سنتوں کو زندہ کرلیا جائے، تو مسلمانوں میں محبت کا گزرا ہوا دور پھر واپس آسکتا ہے۔

مریض کی عیادت کرنے والا جنت میں گھر بنائے گا

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَة رضی اللّٰه عنه مَنْ عَادیٰ مَرِیْضًا نَادیٰ مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ طِبْتَ وَطَابَ مَمْشَاکَ وَتبَوَّأْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلاً۔ (ابن ماجه)

''حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس بندے نے کسی مریض کی عیادت کی تو اللہ کا منادی آسمان سے پکارتا ہے مبارک ہے عیادت کے لیے تیرا چلنا مبارک ہے اور تو نے یہ عمل کر کے جنت میں اپنا گھر بنالیا۔''

بیوی کے لئے خاوند کی رضا جنت کا پروانہ

ایما امرة ماتت وزوجها عنها راضٍ دخلت

الجنة. (مشکوٰۃ شریف)

''جو عورت مرجائے اور اس کا شوہر اس سے راضی ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگی۔''

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے جنتی ہونے کے لیے اس کے خاوند کی رضا کو معیار قرار دیا ہے۔ اس لیے عورت کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہر حال میں خاوند کی خوشنودی کا خیال رکھے!

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:

اَلْمَرْأَةَ اِذَا صَلَّتْ خَمْسَهَا. وَصَامَتْ شَهْرَهَا وَاَحْصَنَتْ فَرْجَهَا. وَاَطَاعَتْ بَعْلَهَا فَلْتَدْخُلْ مِنْ اَیِّ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَت . (مشکوٰۃ)

''عورت جب پانچ وقت کی نماز پڑھے۔ رمضان کے مہینے کے روزے رکھے اپنی عزت وآبرو کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی فرمانبردار ہو تو جنت کے دروازوں میں سے جس دروازہ سے چاہے داخل ہوجائے۔''

بیٹیوں سے حسن سلوک جہنم سے بچائے گا

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم مَنِ ابْتُلِیَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَیْءٍ فَاَحْسَنَ اِلَیْهِنَّ کُنَّ لَهٗ سِتْرًا مِنَ النَّارِ. (بخاری و مسلم)

''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس بندے یا بندی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیٹیوں کی ذمہ داری ڈالی گئی (اور اس نے اس ذمہ داری کو ادا کیا) اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو یہ بیٹیاں اس کے لیے دوزخ سے بچاؤ کا سامان بن جائیں گی۔''

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں وہ واقعہ بھی بیان کیا گیا ہے جس کے سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث بیان فرمائی تھی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ان کے پاس ایک نہایت غریب عورت کچھ مانگنے کے لیے آئی۔ اس کے ساتھ اس کی دو بچیاں بھی تھیں۔ اتفاق سے ان کے پاس اس وقت صرف ایک کھجور تھی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے وہی کھجور اس بیچاری کو دے دی! اس نے اس کھجور کے دو ٹکڑے کر کے دونوں بچیوں میں تقسیم کر دیے اور خود اس میں سے کچھ بھی نہیں لیا۔ حدیث کے الفاظ ہیں کہ:

فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ اِبْنَتَيْهَا وَلَمْ تَأْكُلْ مِنْهَا.

اور چلی گئی کچھ دیر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ بیان کیا۔ اس پر آپ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس بندے یا بندی پر بیٹیوں کی ذمہ داری پڑے اور وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے تو یہ بیٹیاں آخرت میں اس کی نجات کا سامان بنیں گی۔

مطلب یہ ہے کہ یہ آدمی اگر بالفرض اپنے گناہوں کی وجہ سے سزا اور عذاب کے قابل ہوگا تو لڑکیوں کے ساتھ حسن سلوک کے صلہ میں اس کی مغفرت فرمادی جائے گی اور دوزخ سے بچادیا جائے گا۔

بیٹیوں کی پرورش کرنیوالا قیامت میں حضور ﷺ کے قریب ہوگا

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم مَنْ عَالَ جَارِ یَتَیْنِ حَتّٰی تَبْلُغَا جَاءَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَنَا وَهُوَ هٰکَذَا وَضَمَّ اَصَابِعَهٗ. (مسلم)

”آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بندہ دو لڑکیوں کا بار اٹھائے اور ان کی پرورش کرے یہاں تک کہ وہ سن بلوغ کو پہنچ جائیں، تو وہ اور میں قیامت کے دن اس طرح ساتھ ہوں گے۔..... حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو بالکل ملا کر دکھایا۔“

یعنی جس طرح یہ دو انگلیاں آپس میں ایک دوسری سے ملی ہوئی ہیں اس طرح میں اور وہ شخص بالکل ساتھ ہوں گے۔

کلمہ طیبہ کی برکت سے جنت واجب، دوزخ حرام

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّة.

''جس شخص کا آخری کلام (موت کے وقت) لا الہ الا اللہ ہوگا،، جنت میں داخل ہوگا۔''

ایک اور حدیث مبارکہ میں ارشاد فرمایا کہ:

''جس شخص کی موت اس حال میں آئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو، اور کسی کے ناحق خون میں ہاتھ بھی نہ رنگے ہوں تو جنت کے دروازوں میں سے جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہوجائے۔'' (طبرانی)

اللہ تعالیٰ جنت والے اعمال کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اپنے نیک بندوں کے ساتھ جنت کی رفاقت نصیب فرمائے۔ آمین

جہنم کی تباہ کاریاں

اور

اس میں لے جانیوالے اعمال

افادات

پیر طریقت رہبر شریعت

حضرۃ مولانا عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تلمیذ رشید

شیخ الاسلام حضرۃ مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ مجاز

مرشد الموحدین قطب الاقطاب حضرۃ مولانا حماد اللہ ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب وتزئین

عاصم عبداللہ

کرامی دار الکتب کراچی

جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی 2 کراچی 75230

0333-2124384

نماز کا اہتمام نہ کرنے پر ٹھکانا جہنم میں ہوگا

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعِاص رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ ذَکَرَ الصَّلٰوةَ یَوْمًا فَقَالَ مَنْ حَافَظَ عَلَیْهَا کَانَتْ لَهُ نُوْرًا وَّبُرْهَانًا وَّنَجَاةً یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ وَ مَنْ لَّمْ یُحَافِظْ عَلَیْهَا لَمْ یَّکُنْ لَهُ نُوْرًا وَّلَا بُرْهَانًا وَّ لَا نَجَاةً وَ کَانَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مَعَ قَارُوْنَ وَفِرْعَوْنِ وَهَامَانَ وَ اُبَیِّ بْنِ خَلْفٍ.

(مشکوٰۃ شریف)

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ (ایک مرتبہ) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جس نے نماز کی پابندی کی، اس کے لئے قیامت کے دن نماز نور ہوگی اور (اس کے ایمان کی) دلیل ہوگی اور (اس کی) نجات (کا سامان) ہوگی اور جس نے نماز کی پابندی نہ کی، اس کے لئے نماز نہ نور ہوگی نہ (اس کے ایمان کی) دلیل ہوگی نہ (اس کی) نجات (کا سامان) ہوگی اور یہ شخص قیامت کے روز قارون فرعون اور اس کے وزیر ہامان اور (مشہور مشرک) ابی ابن خلف کے ساتھ ہوگا۔''

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ نحمدہ علیٰ ماانعم وعلمنامالم نعلم والصلوۃ علی افضل الرسل واکرم وعلیٰ اٰلہ وصحبہ وبارک وسلّم ، امّابعد!

فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم.

بسم اللہ الرحمن الرحیم.

فَاَمَّا مَنْ طَغٰی، وَ اٰثَرَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا، فَاِنَّ الْجَحِیْمَ ھِیَ الْمَاْوٰی. (سورۃ النازعات: آیت/۳۷-۳۹)

''تو وہ جس نے سرکشی کی، اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی، تو دوزخ ہی اُس کا ٹھکانا ہوگا۔''

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَنْذَرْتُکُمُ النَّارَ اَنْذَرْتُکُمُ النَّارَ فَمَا زَالَ یَقُوْلُھَا حَتّٰی لَوْ قَامَ فِیْ مَقَامِیْ ھٰذَا سَمِعَہٗ اَھْلُ السُّوْقِ وَحَتّٰی سَقَطَتْ خَمِیْصَۃٌ کَانَتْ عَلَیْہِ عِنْدَ رِجْلَیْہِ. (رواہ الدارمی)

''حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سُنا، آپ (اپنے ایک خطاب میں) فرمارہے تھے: میں نے تمہیں آتشِ دوزخ سے خبردار کردیا ہے، میں نے تمہیں دوزخ کے عذاب سے آگاہ کردیا ہے۔ آپ یہی کلمہ بار بار فرماتے تھے (آگے حدیث کے راوی نعمان بن بشیر کہتے ہیں کہ آپ یہ بات اتنی بلند آواز سے فرمارہے تھے کہ) اگر آپ اس جگہ ہوتے، جہاں پر اس وقت میں ہوں (اور یہاں سے فرماتے) تو بازار والے بھی آپ کے اس ارشاد کو سن لیتے، اور (اُس وقت آپ پر خود فراموشی کی ایک خاص کیفیت طاری تھی) یہاں تک کہ آپ کی کملی جو اُس وقت آپ اوڑھے ہوئے تھے، آپ کے قدموں کے پاس آگری۔''

آیت مبارکہ اور حدیث مبارکہ کا ترجمہ آپ کے سامنے بیان ہوا، اس سے پہلے جنت اس کی نعمتیں اور اس میں لے جانے والے چند اعمال کا بیان ہوا تھا، آج کی نشست میں جہنم اس کے عذابات اور اس میں لے جانے والے کچھ اعمال کا بیان ہوگا۔

جنت اور جہنم برحق ہیں، ایمان لانا ضروری ہے

جہنم کیا ہے؟ کہاں ہے؟ اس کے کتنے طبقات ہیں؟ اس میں کس قسم

کے عذاب، دکھ اور آزار ہیں؟ تو اس کے متعلق یہ سمجھ لیا جائے کہ غیب اور عالم آخرت کی جن حقیقتوں پر ایمان لانا ایک مومن کے لئے ضروری ہے اور جن پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص مسلمان اور مومن نہیں ہوسکتا، اُن ہی میں سے جہنم اور جنت بھی ہیں۔ مگر ہم اس دنیا میں اس عقل کے ساتھ دوزخ یا جنت کی اصل کیفیت اور اصل حقیقت پورے طور پر نہیں سمجھ سکتے۔ بس اس پر قرآن وحدیث کے فرمان کے مطابق عقل سے بالاتر قلبی ایمان رکھنا ضروری ہے، اور جو کچھ قرآن وحدیث میں جہنم یا جنت کے متعلق فرمایا گیا ہے اور بتلایا گیا ہے، اُس کا مقصد یہ نہیں کہ جو کچھ وہاں پیش آنے والا ہے، اس کو ہم یہاں پوری طرح سمجھ لیں، جان لیں اور وہاں کے حالات کا صحیح اور اصل نقشہ ہمارے سامنے آجائے۔ بلکہ اس بیان کا اصل مقصد تبشیر اور انذار ہے یعنی جنت کا شوق اور دوزخ کا خوف دلا کر اللہ کی رضا والی اور دوزخ سے بچا کر جنت میں پہنچانے والی زندگی پر اللہ کے بندوں کو آمادہ کرنا۔ اور ایسی احادیث اور آیات قرآن کا حق یہی ہے کہ اُن کے پڑھنے اور سننے سے شوق اور خوف کی کیفیتیں پیدا ہوں۔ اسی حصول مقصد کے لئے قرآن اور حدیث میں جو جہنم کے متعلق بتلایا گیا ہے اس کو مختصراً یہاں بیان کیا جاتا ہے۔

جنت اور جہنم ہماری سوچ کے برعکس ہے

جس طرح جنت کے متعلق قرآن پاک کی آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں اعلیٰ درجے کی ایسی لذتیں اور

راحتیں ہیں کہ دنیا کی بڑی سے بڑی لذتوں اور راحتوں کو ان سے کوئی نسبت نہیں، اور پھر وہ سب ابدی اور غیر فانی ہیں، اسی طرح دوزخ کے متعلق قرآن وحدیث میں جو کچھ بتلایا گیا ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں ایسی تکلیفیں اور ایسے دُکھ ہیں کہ دنیا کے بڑے سے بڑے دُکھوں اور بڑی سے بڑی تکلیفوں کو ان سے کوئی نسبت نہیں۔

بلکہ واقعہ یہ ہے کہ قرآن حدیث کے الفاظ سے جنت کے عیش وراحت اور دوزخ کے دُکھ اور عذاب کا جو تصور اور جو نقشہ ہمارے ذہنوں میں قائم ہوتا ہے، وہ بھی اصل حقیقت سے بہت ناقص اور کمتر ہے۔

جہنم سے ہمیشہ ڈرتے رہیے

مختلف آیات مبارکہ ملاحظہ کریں۔

اس سلسلے میں بہت سی آیات قرآن واحادیث مبارکہ وارد ہیں۔ یہاں چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ. (سورة التحريم: آيت / ٦)

"اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اُس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔ اُس پر سخت کڑے مزاج کے فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کے کسی حکم میں اُس کی نافرمانی نہیں کرتے،

اور وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔"

ایک روایت میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو جہنم سے بچانے کی فکر تو سمجھ میں آگئی (کہ ہم گناہوں سے بچیں اور احکام الٰہیہ کی پابندی کریں) مگر اہل وعیال کو ہم کس طرح جہنم سے بچائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو جن کاموں کے لئے منع فرمایا ہے، ان کاموں سے ان سب کو منع کرو اور جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے تم ان کے کرنے کا اہل وعیال کو حکم کرو تو یہ عمل ان کو جہنم کی آگ سے بچا سکے گا۔ (روح المعانی)

اتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ، اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ. (سورۃ البقرۃ: آیت/۲۴)

"تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے، وہ کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔"

وَ اتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ.

(سورہ آل عمران: آیت/۱۳۱)

"اور اس آگ سے ڈرو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔"

فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى. (سورۃ اللیل: آیت/۱۴)

"لہٰذا میں نے تمہیں ایک بھڑکتی ہوئی آگ سے خبردار کر دیا ہے۔"

جہنم سے ڈرنے سے متعلق احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بلاشبہ میری اور میری امت ایسے آدمی کی طرح ہے جس نے آگ جلائی، بس جانور اور پتنگے اس میں گرنے لگ گئے۔ پس میں تمہیں جہنم سے بچانے کے لئے تمہارے دامن سے پکڑ رہا ہوں اور تم اس میں دھڑا دھڑ گرے جا رہے ہو'' (بخاری و مسلم)

یہ روایت مختلف الفاظ سے مسند احمد، مسند بزار، طبرانی وغیرہ میں بھی مروی ہے۔

حضرت ابو ہریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب آیت:

وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ.

(سورۃ الشعراء: آیت/۲۱۴)

نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو جمع کیا، جب وہ جمع ہوگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمومی اور خصوصی طور پر قبیلوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے بنو کعب! اپنے نفسوں کو آگ سے بچاؤ، اے بنو مرہ بن کعب! اپنے نفسوں کو آگ سے بچاؤ، اے بنو عبد شمس! اپنے نفسوں کو آگ سے بچاؤ، اے بنو ہاشم! اپنے نفسوں کو آگ سے بچاؤ، اے بنو عبد المطلب! اپنے نفسوں کو

آگ سے بچاؤ، اے فاطمہ بنت محمد! اپنے نفسوں کو آگ سے بچاؤ۔ بلاشبہ میں اللہ سے کسی شئے کا تمہارے لئے مالک نہیں ہوں۔ (مسلم)

جنت مشقتوں اور جہنم شہوات ولذات میں گھری ہے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حُفَّتِ النَّارُ بَالشَّهْوَاتِ وَ حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ. (رواه البخاری ومسلم)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزخ شہوات ولذّات سے گھیر دی گئی ہے، اور جنت سختیوں اور مشقتوں سے گھری ہوئی ہے۔''

فائدہ

مطلب یہ ہے کہ معاصی یعنی جو اعمال انسان کو دوزخ میں پہنچانے والے ہیں، اُن میں عموماً نفس کی شہوت ولذّت کا بڑا سامان ہے، اور طاعات یعنی جو اعمال انسان کو جنت کا مستحق بنانے والے ہیں وہ عموماً نفس انسانی کے لئے شاق اور گراں ہیں، پس جو شخص نفس کی خواہشوں سے مغلوب ہو کر معاصی کا ارتکاب کرے گا، اُس کا ٹھکانا دوزخ ہوگا، اور اللہ کا جو بندہ اللہ کی فرمانبرداری کی مشقتوں کو برداشت کرے گا، اور خواہشات والی ''خوشگوار اور لذیذ'' زندگی کے بجائے احکام الٰہی کی اطاعت والی مجاہدہ کی زندگی گذارے گا، وہ جنت میں اپنا مقام حاصل کر لے گا۔

جہنم میں جانے والوں کا مختصر حال واحوال

اور اس احوال کو حضرت شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب قیامت نامہ جو اصل میں فارسی میں ہے اور جس کے مضامین کی بنیاد آیات قرآنیہ اور صحیح احادیث پر ہے، اس کا ترجمہ اور خلاصہ عرض کیا جاتا ہے۔

لکھا ہے کہ دوزخ کی آگ یہاں دنیا کی آگ سے ستر (۷۰) حصے زیادہ گرم ہے۔ اس کا رنگ شروع میں سفید تھا۔ پھر ہزار برس بعد سرخ ہو گیا۔ اب سیاہ ہے، اس کے سات طبقہ ہیں، جن میں ایک ایک بڑا پھاٹک ہے۔ اول طبقہ گنہ گار مسلمانوں اور اُن کفار کے لئے ہے جو باوجود شرک کے پیغمبروں کی حمایت کرتے تھے۔ دوسرے طبقات مشرکین، آتش پرست، دھریئے، یہود، نصاریٰ، منافقین وغیرہ کے لئے مقرر ہیں۔ ان طبقوں کے نام جو قرآن مجید میں جابجا مذکور ہیں۔ یہ ہیں۔ پہلا جحیم، دوسرا جہنم، تیسرا سعیر، چوتھا سقر، پانچواں لظی، چھٹا ہاویہ، ساتواں حطمہ۔ ان طبقات میں سے ہر ایک میں نہایت وسخت قسم قسم کے عذاب اور رنگ برنگ کے مکانات ہیں۔ مثلاً ایک مکان ہے جس کا نام غی ہے جس کی سختی سے باقی دوزخ بھی ہر روز ۴۰۰ مرتبہ پناہ مانگتی ہے، ایک اور مکان ہے جس میں بے انتہا سردی ہے جس کو زمہریر کہتے ہیں۔ ایک مکان ہے جس کو جب الحزن کہتے ہیں یعنی غم کا کنواں۔ اور ایک کنواں ہے جس کو طینۃ الخبال یعنی لہو اور پیپ کی کیچڑ کہتے ہیں۔ ایک پہاڑ ہے جس کو صعود کہتے ہیں اس کی بلندی ستر سال

کی مسافت کے برابر ہے جس پر کفاروں کو چڑھا کر دوزخ کی تہہ میں پھینکا جائے گا۔ ایک تالاب ہے جس کا نام حمیم ہے جس کا پانی اتنا گرم ہے کہ لبوں تک پہنچنے سے اوپر کا ہونٹ اس قدر سوج جائے گا کہ ناک اور آنکھیں تک ڈھک جائے گی اور نیچے کا لب سوج کر سینہ اور ناف تک پہنچے گا۔ زبان جل جائے گی اور منہ تنگ ہوجائے گا۔ حلق سے نیچے اترتے ہی معدہ اور انتڑیوں کو پھاڑ دے گا۔ ایک اور تالاب ہے جس کو غسّاق کہتے ہیں۔ اس میں کفاروں کا پسینہ، پیپ اور لہو بہ کر جمع ہوگا۔ ایک چشمہ ہے جس کا نام غسلین ہے اس میں کفاروں کا میل کچیل جمع ہوگا۔ یہ جہنمیوں کو کھانے اور پینے کو ملے گا۔ اہل دوزخ کے جسم بہت لمبے چوڑے بنادئے جائیں گے تاکہ سختی عذاب زیادہ ہو اور ہر ایک رگ وریشہ کو ظاہراً و باطناً طرح طرح کے عذاب پہنچائے جائیں گے۔ مثلاً جلانا، گلنا، سانپ اور بچھوؤں کا کاٹنا، کانٹوں کا چبھونا، کھال کا چیرنا، مکھیوں کا زخم پر بٹھانا وغیرہ وغیرہ بسبب شدت گرمی کے آگ کے پہنچتے ہی ان کے جسم جل کر نئے جسم پیدا ہوجایا کریں گے یہاں تک کہ ایک گھڑی میں ۷۰۰ جسم بدلتے رہیں گے۔ مگر جسم کے اصلی اجزاء برقرار رہیں گے صرف گوشت اور پوست جل کر دوبارہ پیدا ہوتا رہے گا۔ غم اور حسرت ناامیدی وغیرہ کی تکالیف علیحدہ برداشت کریں گے۔ بعض کافروں کی کھال ۴۲۔ ۴۳ گز موٹی ہوگی۔ دانت پہاڑوں کی مانند، بیٹھنے میں تین تین منزل کی مسافت گھیریں گے۔ دیگر عذابوں کے علاوہ بھوک کا عذاب اس قدر سخت کردیا جائے گا کہ جو تمام عذابوں کے مجموعہ کے برابر ہوگا۔ جب نہایت بے چین

اور بے قرار ہو کر غذا طلب کریں گے تو درخت زقوم کے پھل جو نہایت تلخ، خاردار اور سخت ہے اور جو جحیم کی تہہ میں پیدا ہوتا ہے، ان کو کھانے کو دیا جائے گا۔ جب اس کو کھانا شروع کریں گے تو گلے میں پھنس جائے گا، لہٰذا طالب آب ہوں گے ،حکم ہوگا کہ جحیم میں سے پانی پلا دو۔ پانی کے منہ تک پہنچتے ہی ہونٹ جل کر سوج جائیں گے۔ زبان سکڑ جائے گی۔ حلق ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ انتڑیاں پھٹ کر پاخانہ کے رستہ سے نکل پڑیں گی۔ اس حالت سے بے قرار ہو کر داروغۂ جہنم جن کا نام مالک ہے اُن کے سامنے آہ وزاری کریں گے کہ ہم کو تو مار ڈال تا کہ ان مصائب سے نجات پالیں۔ ہزار سال کے بعد وہ جواب دیں گے کہ تم تو ہمیشہ اسی میں رہو گے۔ پھر ہزار سال کے بعد خداوند کریم سے دعا کریں گے کہ اے خدائے قدوس ہماری جان لے لے اور اس عذاب سے نجات دے دے۔ ہزار سال کے بعد بارگاہ ایزدی سے جواباً ارشاد ہوگا کہ خبردار خاموش رہو۔ ہم سے استدعا نہ کرو۔ تم کو یہاں سے نکلنا نصیب نہ ہوگا۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِکَ مِنْ غَضَبِکَ وَ النَّار.

یہ مختصر سا کچھ حال ہے جو قرآن وحدیث سے دوزخ کے بارے میں بتلایا گیا ہے۔

اگر ہمیں اللہ کی اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کا یقین آجائے تو ہمارے لئے ان اعمال سے بچنا بہت آسان ہو جائے جو جہنم میں لے جانے والے ہیں۔

آیئے جہنم میں لے جانے والے اعمال کو ایک نظر مختصراً دیکھتے ہیں۔

شرک کرنے والے پر جنت حرام ہے، ٹھکانا جہنم ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰهُ النَّارُ، وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ.

(سورۂ مائدہ: آیت/۷۲)

''یقین جانو کہ جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے، اللہ نے اس کے لئے جنت حرام کر دی ہے، اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے، اور جو لوگ (یہ) ظلم کرتے ہیں، ان کو کسی قسم کے یار و مددگار میسر نہیں آئیں گے۔''

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئَانِ مُوْجِبَتَانِ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْمُوْجِبَتَانِ قَالَ مَنْ مَاتَ يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ وَ مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ. (رواه مسلم)

''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دو چیزیں (جنت و نار کو) واجب کرنے والی ہیں۔ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) واجب کرنے والی دو چیزیں کیا ہیں؟ ارشاد فرمایا: جو شخص مرجائے اور وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک کرتا تھا (یعنی حالت

شرک پر مر جائے) تو وہ نار جہنم میں داخل ہوگا، یعنی یہ شرک نار جہنم کو واجب کرنے والا ہے اور جو اس حالت میں مرے کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراتا تھا (یعنی اس کا انتقال ایمان کی حالت میں ہو) تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔"

توحید اسلام کا پہلا اور اساسی عقیدہ

اسلام کا پہلا اور اساسی عقیدہ توحید ہے۔ دوسرے سارے عقائد اور سارے اعمال اسی پر مبنی ہیں۔ اگر توحید اپنی حقیقی صورت میں موجود ہے تو رسالت، وحی اور آخرت وغیرہ پر ایمان بھی درست ہے اور نماز، روزہ، حج، زکوۃ جیسے اعمال بھی نتیجہ خیز اور ثمر آفرین ہیں۔

قرآن کریم کا بڑا واضح اعلان ہے۔

وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ.

(سورۃ البقرۃ: آیت/۱۶۳)

"تمہارا خدا ایک ہی خدا ہے، اُس کے سوا کوئی خدا نہیں جو سب پر مہربان، بہت مہربان ہے۔"

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

اَتَانِیْ جِبْرَائِیْل عَلَیْهِ السَّلَام فَبَشَّرَنِیْ اَنَّهٗ مَنْ مَاتَ مِنْ اُمَّتِکَ لَا یُشْرِکُ بِاللّٰهِ شَیْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ.

(مسلم شریف)

''حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھے بشارت دی کہ تیری امت میں سے جو اس حال میں مرے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو، وہ جنت میں داخل ہوگا۔''

مَنْ مَاتَ یُشْرِکُ بِااللّٰہِ شَیْئًا دَخَلَ النَّار. (مسلم شریف)

''جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرا کے مرا وہ جہنم میں داخل ہوگا۔''

سب سے بڑا گناہ شرک ہے

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا:

اَنْ تَجْعَلَ لِلّٰہِ نِدّاً وَھُوَ خَلَقَکَ. (بخاری شریف ج ۲)

''تو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے، حالانکہ اسی نے تجھے پیدا فرمایا ہے۔''

فائدہ

احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''تباہ کن'' گناہوں کا تذکرہ فرمایا تو سب سے پہلے ''شرک'' ہی کا ذکر کیا۔

ایک مرتبہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے دریافت فرمایا کہ:

''کیا میں تم کو سب سے بڑے گناہ نہ بتادوں؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات تین دفعہ دہرائی۔ ہم نے عرض کیا:

''ضرور ضرور! آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

''اللہ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا۔''

(یہ بات کرتے ہوئے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگائے ہوئے تھے، اٹھ کر بیٹھ گئے اور مسلسل فرمانے لگے۔ خبردار ہوجاؤ اور توجہ سے سن لو کہ جھوٹی گواہی دینا اور جھوٹ بولنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات اتنی بار دہرائی کہ ہم دل میں تمنا کرنے لگے کہ اے کاش آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموشی اختیار فرمالیں۔ (بخاری شریف)

مشرک کا سارا عمل بے کار اور اکارت ہوجاتا ہے۔ اللہ کے یہاں اس کا کوئی عمل مقبول نہیں ہوگا اور ٹھکانا جہنم ہوگا۔

نماز کا اہتمام نہ کرنے پر ٹھکانا جہنم میں ہوگا

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو بْنِ الْعاص رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ ذَكَرَ الصَّلٰوةَ يَوْمًا فَقَالَ مَنْ حَافَظَ عَلَيْهَا كَانَتْ لَهُ نُوْرًا وَّبُرْهَانًا وَّنَجَاةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ مَنْ لَّمْ يُحَافِظْ عَلَيْهَا لَمْ يَكُنْ لَهُ نُوْرًا وَّلَابُرْهَانًا وَّ لَانَجَاةً وَكَانَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَعَ قَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَ اُبَيِّ بْنِ خَلْفٍ.

(مشکوٰۃ شریف)

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ

(ایک مرتبہ) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جس نے نماز کی پابندی کی، اس کے لئے قیامت کے دن نماز نور ہوگی اور (اس کے ایمان کی) دلیل ہوگی اور (اس کی) نجات (کا سامان) ہوگی اور جس نے نماز کی پابندی نہ کی، اس کے لئے نماز نہ نور ہوگی نہ (اس کے ایمان کی) دلیل ہوگی نہ (اس کی) نجات (کا سامان) ہوگی اور یہ شخص قیامت کے روز قارون فرعون اور اس کے وزیر ہامان اور (مشہور مشرک) ابی ابن خلف کے ساتھ ہوگا۔''

فائدہ

اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے اور توحید ورسالت کی گواہی دینے کے بعد سب سے پہلا اور سب سے بڑا فرض اسلام میں نماز ہے۔ نماز اللہ تعالیٰ کی خاص عبادت ہے جو تمام عبادات کی جامع ہے جو دن میں پانچ دفعہ ہر مسلمان پر لازم کی گئی ہے۔ قرآن کریم کی پچاسوں آیتوں میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سینکڑوں احادیث میں نماز کی بڑی سخت تاکید فرمائی گئی ہے اور اس کو دین کا ستون اور دین کی بنیاد کہا گیا ہے۔

ایمان لانے کے بعد شریعت نے سب سے زیادہ زور نماز پر ہی دیا ہے اور یہی وہ محبوب عبادت ہے جس کی برکتوں اور سعادتوں سے خداوند کریم نے کسی بھی نبی کی شریعت کو محروم نہیں رکھا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے

کر نبی آخر الزماں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام رسولوں کی امت پر نماز فرض تھی۔

قیامت کے روز بے نمازیوں کا یہ انجام بھی

جس طرح دنیا میں کاروبار زندگی چلانے کے لئے آنکھوں کی بینائی کا روشن ہونا ضروری ہوتا ہے۔ اسی طرح آخرت میں روز قیامت ہر انسان کو روشنی کی ضرورت ہوگی۔ وہاں اجتماعی روشنی کے بجائے انفرادی روشنی کام آئے گی۔ اسی لئے اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ. (سورۃ الحدید: آیت/ ۱۲)

"اس دن جب کہ تم مومن مردوں اور عورتوں کو دیکھو گے کہ ان کا نور ان کے آگے آگے اور ان کے دائیں جانب دوڑ رہا ہوگا۔"

البتہ تارکین نماز اس نور سے بالکل محروم ہوں گے۔

اور ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترک صلوٰۃ کو کفر سے تعبیر فرمایا ہے۔

عن جابر رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال بین الکفر والایمان ترک الصلوٰۃ. (جامع الترمذی)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کفر اور ایمان کے درمیان فرق کرنے والی چیز نماز نہ پڑھنا ہے۔"

قیامت میں سب سے پہلے نماز کا ہی حساب ہوگا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ نے میری امت پر سب چیزوں سے پہلے نماز فرض کی
اور قیامت میں سب سے پہلے نماز ہی کا حساب ہوگا۔''

(مشکوٰۃ شریف)

فرض زکوٰۃ ادا نہ کرنے پر وعید جہنم

عن ابن مسعود رضی اللّٰہ عنہ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال : مامن رجل لایؤدی زکاۃ مالہ الا جعل اللہ یوم القیامۃ فی عنقہ شجاعاً ثم قرا علینا مصداقہ من کتاب اللہ :''ولا یحسبن الذین یبخلون بما آتا ھم اللہ من فضلہ.'' (ابن ماجہ)

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا ہو تو وہ مال قیامت کے دن اس کے لئے ایک گنجے (انتہائی زہریلے) سانپ کی شکل کا بنا دیا جائے گا پھر وہ سانپ اس کی گردن میں طوق کی طرح ڈال دیا جائے گا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کا مصداق بیان کرنے کے لئے آیت تلاوت فرمائی (ترجمہ آیت) جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے نوازا ہے اور وہ اس میں

بخل کرتے ہیں وہ ہرگز یہ خیال نہ کریں کہ ان کا یہ طرزِ عمل ان
کے لئے بہتر ہوگا نہیں! بلکہ یہ بات ان کے لئے بہت ہی بری
ہے۔ قیامت کے دن ان کو انہی چیزوں کا طوق پہنایا جائے گا
جن میں انہوں نے بخل کیا تھا۔"

فائدہ

زکوٰۃ کی اس غیر معمولی اہمیت کی وجہ سے قرآن مجید نے زکوٰۃ نہ دینے والوں کو انتہائی دردناک سزاؤں اور لرزہ خیز عذابوں کی خبر دے کر متنبہ کیا ہے کہ وہ فنا ہونے والے مال ومتاع کی محبت میں گرفتار ہوکر اپنی عاقبت خراب نہ کریں اور اس عذاب سے بچیں، جس کے تصور سے ہی رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔

قرآن مجید میں ایک جگہ ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ.

(سورۃ توبۃ: آیت ۳۵)

"اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور خدا کی راہ میں اس کو خرچ نہیں کرتے تو انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو، ایک دن آئے گا کہ اسی سونے اور چاندی پر جہنم

کی آگ دھکائی جائے گی۔ اور پھر اسی سے ان لوگوں کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا (اور کہا جائے گا) یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لئے جمع کر رکھا تھا، لو اب اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزہ چکھو۔"

امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اسی طرح زکوٰۃ فرض کی گئی جس طرح سابقہ امتوں پر فرض تھی، اگرچہ کیفیت زکوٰۃ ہر امت کے لئے علیحدہ علیحدہ رہی۔

زکوٰۃ ایک مالی عبادت

زکوٰۃ دین اسلام کا تیسرا عظیم رکن ہے۔ دین میں نماز کے بعد زکوٰۃ کا ذکر کیا گیا ہے، جس سے ایک طرف تو یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ دین میں نماز اور زکوٰۃ کی حیثیت اور مقام کیا ہے، دوسری طرف یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ نماز کے بعد زکوٰۃ کا ہی مرتبہ ہے۔ قرآن کریم میں کثرت سے زکوٰۃ ادا کرنے کے حکم نے زکوٰۃ کی اہمیت اور افادیت کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔

نماز اور زکوٰۃ دراصل پورے دین کی ترجمانی کرنے والی دو اہم عبادتیں ہیں۔ بدنی عبادات میں نماز پورے دین کی ترجمانی کرتی ہے اور مالی عبادات میں زکوٰۃ پورے دین کی ترجمانی کرتی ہے۔ نماز بندے کو خدا کے حقوق ادا کرنے کے لئے تیار کرتی ہے اور زکوٰۃ بندگان خدا کے حقوق ادا کرنے کا گہرا شعور پیدا کرتی ہے اور ان دونوں حقوق کو ٹھیک ٹھیک ادا کرنے کا ہی نام اسلام ہے۔

حج نہ کرنے پر سخت وعید

عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یمنعہ من الحج حاجۃ ظاہرۃ اوسلطانٌ جائر او مرض حابس فمات ولم یحج فلیمت ان شاء یہودیًا وان شاء نصرانیا۔

''حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص کو کوئی بہت مجبوری (مثلا تنگدستی) یا سفر سے روکنے والا مرض یا صاحب حکومت کا ظلم حج کو جانے سے نہ روکے اور پھر بھی حج نہ کرے تو اسے چاہیئے کہ چاہے وہ یہودی ہو کر مر جائے اور چاہے تو نصرانی ہو کر مر جائے۔''

فائدہ

اسلام کے پانچ ارکان میں سے آخری رکن حج ہے، حج جہاں ایک طرف اسلام کا بہت بڑا اہم رکن ہے، اس کے ساتھ ساتھ یہ کام اہل ایمان کے لئے بہت بڑی نعمت وسعادت بھی ہے۔

جب یہ حج کی اس قدر اہمیت وفضیلت ہے تو پھر بھی اگر کوئی مسلمان مادی وسائل اور فراغت رکھنے کے باوجود اس کا اہتمام نہ کرے تو یقیناً وہ بدنصیب انسان ہے جیسا کہ حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے۔

استطاعت کا مطلب

حج کے فرض ہونے میں جو قدرت اور استطاعت کی شرط ہے اس کی

تفصیل یہ ہے کہ جس مسلمان، عاقل، بالغ، صحت مند، غیر معذور کے پاس اس کی اصلی اور بنیادی ضروریات سے زائد اور فاضل مال اتنا ہو کہ جس سے وہ بیت اللہ شریف تک آنے جانے اور وہاں کے قیام اور طعام کا خرچ برداشت کر سکے اور اپنی واپسی تک اُن اہل وعیال کے خرچ کا انتظام بھی کر سکے جن کا نان ونفقہ اس کے ذمہ واجب ہے۔ اور ساتھ ہی راستہ بھی مامون ومحفوظ ہو تو ایسے ہر مسلمان پر حج فرض ہے۔

عورت کے لئے چونکہ بغیر محرم کے سفر کرنا شرعاً جائز نہیں اس لئے وہ حج پر اس وقت قادر سمجھی جائیگی جب اس کے ساتھ کوئی محرم حج کرنے والا ہو، خواہ وہ محرم اپنے خرچ سے حج کر رہا ہو یا عورت ہی اس کا سفرِ خرچ برداشت کرے۔

(از معارف القرآن: ج ۲)

اللہ تعالیٰ فریضہ حج کی اہمیت ہمارے دلوں میں بیٹھا دے۔ آمین

ریاکاری کا عمل جہنم میں لے جائے گا

عن محمود بن لبید رضی الله عنه أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال اِنّ أخوَفَ ما أخاف علیکم الشرک الأصغر قالوا وما الشرک الأصغر یا رسول الله قال الریاء یقول الله عزوجل لهم یوم القیامة اذا جزی الناس بأعمالهم اذهبوا الی الذین کنتم تراؤن فی الدنیا فانظروا هل تجدون عندهم جزاء.

(مسند احمد)

''حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے تمہارے بارے میں سب سے زیادہ خطرہ، شرک اصغر کا ہے۔ بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ شرک اصغر کا کیا مطلب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یعنی کوئی نیک کام لوگوں کے دکھاوے کے لئے کرنا، (قیامت کے دن) جب لوگوں کو ان کے (اچھے) اعمال کا بدلہ دے دیا جائے گا تو اللہ تبارک و تعالیٰ ان (ریاکاروں) سے فرمائیں گے کہ جاؤ ان لوگوں کے پاس جن کو دکھانے کے لئے تم یہ (نیک) اعمال کرتے تھے پس دیکھو کیا تم ان کے پاس (اچھے) اعمال کا بدلہ پاتے ہو۔''

اور حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے:

''جس نے دکھاوے کے لئے نماز پڑھی، اس نے شرک کیا اور جس نے دکھاوے کے لئے روزہ رکھا، اس نے شرک کیا اور جس نے دکھاوے کے لئے صدقہ خیرات کیا اس نے شرک کیا۔''

(مسند احمد)

فائدہ

اس حدیث میں حصر مقصود نہیں بلکہ بطور تمثیل تین چیزوں کو بیان فرمایا، جس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی عبادت مالی ہو یا بدنی اگر لوگوں کے دکھاوے کے لئے یا ان سے کوئی دنیوی فائدہ حاصل کرنے کے لئے ہو تو وہ ایک درجہ کا

شرک ہی ہوگا اور اس کا کرنے والا بجائے ثواب کے سخت عذاب کا مستحق ہوگا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرہ مبارک سے نکل کر ہمارے پاس تشریف لائے۔ اس وقت ہم لوگ مسیح دجال کا کچھ تذکرہ کر رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا:

''کیا میں تم کو وہ چیز بتاؤں جو میرے نزدیک تمہارے لئے دجال سے بھی زیادہ خطرناک ہے؟''

ہم نے عرض کیا: حضور ضرور بتائیں وہ کیا چیز ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شرک خفی ہے (جس کی ایک مثال یہ ہے) کہ آدمی نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہو پھر اپنی نماز کو اس لئے لمبا کر دے کہ کوئی آدمی اس کو نماز پڑھتا دیکھ رہا ہے۔ (سنن ابن ماجہ)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم لوگ جب الحزن (غم کے کنوئیں یا غم کے خندق) سے پناہ مانگا کرو۔ بعض صحابہ نے عرض کیا:

''حضرت جب الحزن کیا چیز ہے؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جہنم میں ایک وادی (یا خندق) ہے خود جہنم ہر دن چار سو مرتبہ اس سے پناہ مانگتی ہے۔''

عرض کیا گیا:

''یارسول اللہ اس میں کون لوگ جائیں گے؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''وہ بڑے عبادت گزار اور یا وہ زیادہ قرآن پڑھنے والے جو دوسروں کو دکھلانے کے لئے اچھے اعمال کرتے ہیں۔''

(جامع ترمذی)

تکبر وغرور اور فخر کرنے پر جہنم میں داخلہ

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَایَدْخُلُ النَّارَ اَحَدٌ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ حَبَّۃٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ اِیْمَانٍ وَ لَایَدْخُلُ الْجَنَّۃَ اَحَدٌ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ حَبَّۃٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ کِبْرٍ. (رواہ مسلم)

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہے وہ جہنم میں داخل نہیں ہوگا (یعنی ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا)۔ اور جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر (غرور) ہوگا، وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا (یعنی سزا کے لئے جہنم میں ضرور داخل ہوگا)۔''

فائدہ

دوسروں پر اپنے آپ کو بڑا سمجھنے کا نام تکبر ہے، نیز حق کی تردید کرنا، حق کو ٹالنا اور دفع کرنا، اور حق کو باطل سمجھنا بھی تکبر ہے، جیسا کہ آنے والی روایت میں اس کی وضاحت ہوگی۔ تکبر، نفس کی مہلک بیماریوں میں سے ایک ہے اور ایک انتہائی قبیح اخلاقی خرابی ہے، دل میں اگر یہ خرابی موجود ہے تو اس سے انسان کے بڑے بڑے نیک اعمال ضائع ہوجاتے ہیں اور اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوجاتا ہے تکبر کرنے والے پر حق تعالیٰ کو غصہ آتا ہے، کیونکہ بڑائی اور کبریائی اللہ تعالیٰ کا لباس ہے: (کما یلیق بشانہ) اور تکبر کرنے والا گویا اللہ تعالیٰ سے اس کا لباس چھیننے کی کوشش کرتا ہے، چنانچہ ایک حدیث پاک میں یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ:

> ''کبریائی (بڑائی) میری چادر ہے۔ پس جو آدمی اس میں میرے ساتھ الجھے گا تو میں اس کو منہ کے بل جہنم میں ڈال دوں گا۔''

والدین کو ناراض کرنے پر ٹھکانا جہنم ہے

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ رَجُلاً قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا حَقُّ الْوَالِدَیْنِ عَلٰی وَلَدِھِمَا قَالَ ھُمَا جَنَّتُکَ وَنَارُکَ.

(معارف الحدیث: ج/۲ از ابن ماجہ)

''حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اولاد پر ماں باپ کا کتنا حق ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: وہ تمہاری جنت اور دوزخ ہیں۔''

والدین کی نافرمانی کی سزا دنیا میں ہی ملتی ہے

عن ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ کل الذنوب یؤخر اللہ ماشاء منا الی یوم القیامۃ الا عقوق الوالدین فان اللہ یعجلہ لصاحبہ فی الحیاۃ الدنیا قبل الممات. (جامع الاحادیث، للسیوطی: ۱۵۵۹۷)

''حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ گناہوں میں سے جس گناہ کو چاہے اس کی سزا کو قیامت تک مؤخر فرمادیتے ہیں، سوائے والدین کی نافرمانی کے، پس بیشک اللہ تعالیٰ اس کی سزا مرنے سے پہلے دنیا ہی میں دے دیتے ہیں۔''

ماں باپ کو ستانے والا جنت میں نہیں جائے گا

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں احسان جتانے والا اور ماں باپ کو ستانے والا اور شراب کی عادت رکھنے والا داخل نہ ہوگا۔'' (مشکوٰۃ شریف)

والدین کے ساتھ حسن سلوک کی کوئی انتہاء نہیں

والدین کی پوری راحت رسانی تو انسان کے بس کی بات نہیں ، اپنی مقدور بھر راحت رسانی کی فکر کرے اور یہ بات یاد رکھنا چاہئے کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کی کوئی انتہاء نہیں ہے۔ والدین کا جو عظیم حق اور ان کی عظمت واحترام اللہ نے رکھا ہے وہ اسلام کے سوا کسی مذہب میں نہیں ہے۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک کا بہترین نتیجہ اللہ تعالیٰ دنیا میں دکھاتے ہیں۔ اور برالوالدین (والدین کے ساتھ بہتر برتاؤ) اسلام کا ایک مستقل حکم ہے۔ اور بموجب حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مسلمان کے لئے جنت میں جانے کا آسان ترین راستہ ہے۔

پڑوسیوں کو تکلیف دینا، جہنم میں جانے کا سبب ہے

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رجل يا رسول الله! ان فلانة تذكر من كثرة صلاتها وصيامها و صدقتها غير انها تؤذی جيرانها بلسانها قال هی فی النار قال يا رسول الله ! ان فلانة تذكر من قلة صيامها و صدقتها وصلوتها و انها تصدق لآ وار من الاقط ولاتؤذی بلسانها جيرانها قال هی فی الجنة.

(رواه احمد و البيهقی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! بلاشبہ فلاں

عورت ایسی ہے کہ اس کی نماز اور روزہ اور صدقہ کی کثرت کا (لوگوں میں) تذکرہ رہتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے ایذا دیتی ہے، یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ عورت دوزخ میں (جانے والی) ہے پھر اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیشک فلاں عورت کے بارے میں لوگوں کا تذکرہ رہتا ہے کہ (نفل) روزے اور (نفل) صدقہ اور (نفل) نماز کم ادا کرتی ہے اور پنیر کے کچھ ٹکڑے صدقہ کر دیتی ہے اور اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے ایذاء نہیں دیتی، یہ سن کر آنحضرت فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جنت میں (جانے والی) ہے۔"

مومن ہونے کی پہچان

اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

واللّٰہ لایؤمن، واللّٰہ لایؤمن، واللّٰہ لایؤمن قیل من یا رسول اللّٰہ قال الذی لایامن جارہ بوائقہ. (متفق علیہ)

"اللہ کی قسم مومن نہیں ہے، اللہ کی قسم مومن نہیں ہے، اللہ کی قسم مومن ہے۔ دریافت کیا گیا کون شخص (مومن نہیں) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص جس کا پڑوسی اس کی ایذا رسانی سے محفوظ نہیں ہے۔"

اور مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ:

لایدخل الجنة من لایامن جاره بوائقه.

''وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا جس کا پڑوسی اس کی تکلیف دہ باتوں سے محفوظ نہیں ہے۔''

فائدہ

یہ احادیث ان لوگوں کے لئے ایک تازیانہ سے کم نہیں جو بظاہر صلاح وتقویٰ کے پیکر تو ہیں اور اوراد ونوافل کے عادی اور تلاوت واذکار کا اہتمام کرنے والے ہیں لیکن پاس پڑوس والوں کے ساتھ ان کے معاملات اچھے نہیں اور پڑوسی ان کی تکلیف دہ باتوں سے محفوظ نہیں۔

ایک حدیث مبارکہ میں ارشاد ہے کہ وہ شخص مومن نہیں جو خود سیر ہو کر کھائے اور اس کا ہمسایہ بھوکا رہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

یتیم کا مال ظلماً کھانے پر جہنم ٹھکانا ہے

إِنَّ الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ أَمْوَالَ الْيَتَامىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا، وَ سَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا.

(سورۃ النساء: آیت/ ۱۰)

''یقین رکھو کہ جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں، وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں، اور انہیں جلد ہی ایک دہکتی آگ میں داخل ہونا ہوگا۔''

آیتِ مذکورہ میں یتیموں کے مال کو ناحق کھانے والے کے بارے میں بتلایا گیا ہے، ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

یتیم کون ہے؟

یتیم انسانوں میں وہ ہے جس کا باپ اس کے بالغ ہونے سے پہلے انتقال کر جائے۔ یہ معاشرے کا بدنصیب ہے جو اپنے باپ سے محروم ہو چکا ہے۔

فائدہ

کوئی بھی معاشرہ جس کے اندر ذرا سی بھی انسانیت زندہ ہو، وہ کمزور، لاچار اور محتاج افراد کے لئے بے پناہ ہمدردی اور تعاون کا ذمہ دار ہوتا ہے اور پھر اسلامی معاشرہ جس کی بنیاد ہی خیر خواہی، شفقت اور ایثار پر رکھی گئی ہے، فی الواقع ہر کمزور کے لئے ''دارالامان'' ہے اور پھر یتیم جیسا ''بے بس اور ناتواں'' فرد انسانیت میں سب سے زیادہ عنایت، شفقت اور ہمدردی کا مستحق ہے۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيْمِ فِي الجنة هكذا واشار بالسبابة و الوسطیٰ و فَرَّج بينهما.

''میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت والی انگلی اور ساتھ والی درمیانی انگلی سے اشارہ کیا اور دونوں کے درمیان تھوڑی سی کشادگی فرمائی (یعنی دونوں

انگلیاں ملی ہوئی نہیں تھیں) جس طرح یتیم کی پرورش اس کی نگہداشت اور اس کے ساتھ حسن معاملہ عظیم نیکی ہے، اسی طرح اس کے ساتھ ظلم، زیادتی اور اس کے مال پر ہاتھ صاف کرنا انتہائی گھٹیا حرکت اور آخرت کی شدید باز پرس کا موجب ہے۔

ناحق قتل کرنے والا جہنم میں جائیگا

عن ابی سعید الخدری و ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنهما عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال: لو ان اهل السماء و اهل الارض اشتر کوا فی دم مؤمن لا کبّهم اللّٰه فی النار. (رواه الترمذی)

”حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ اگر آسمان زمین والے سب کے سب کسی مومن کے قتل کرنے میں شریک ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ان سب کو اوندھے منہ جہنم میں ڈال دیں گے۔“

فائدہ

انسان بحیثیت انسان انتہائی محترم مخلوق ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے خود اپنے ہاتھوں سے بنایا۔ انتہائی خوبصورت جسم، ساخت اور شکل عطا فرمائی، فرشتوں سے سجدہ کرایا اور دنیا جہان کی نعمتیں اس کی خدمت اور فائدے

کے لئے پیدا کیں۔ لہٰذا ہر انسان کی عزت، مال اور جان لائق احترام اور قابل حفاظت ہے۔ الا یہ کہ انسان خود اپنے اس مقام واحترام کو ضائع کردے۔

قرآن کریم اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی قتل شرک کے بعد سب سے بڑا جرم ہے۔

جب مؤمن کا یہ مقام اور اس کے خون کی حرمت کا یہ عالم ہے تو اس کا ناحق خون بہانا اللہ تعالیٰ کے نزدیک انتہائی سنگین بلکہ حقوق العباد میں سب سے بڑا جرم ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قتل مؤمن پر شدید ترین الفاظ میں ناراضگی کا اظہار کیا ہے۔ جیسا کہ اوپر احادیث سے معلوم ہوا۔

مسلمان کی جان ومال کعبہ کی حرمت سے بھی زیادہ ہے

سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا اور فرماتے سنا:

> ’’(اے کعبہ) تو کتنا عمدہ ہے اور تیری خوشبو کتنی پیاری ہے، تو کتنا عظیم المرتبت ہے اور تیری حرمت کتنی زیادہ ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! مومن کی جان ومال کی حرمت اللہ کے نزدیک تیری حرمت سے زیادہ ہے اور ہمیں مومن کے بارے میں نیک گمان ہی رکھنا چاہیے۔‘‘

فائدہ

دنیا میں نوع انسانی کی حیات کی بقا اس پر منحصر ہے کہ ہر انسان کے دل میں دوسرے انسانوں کی جان کا احترام موجود ہو اور ایک دوسرے کی زندگی کی بقا وتحفظ میں مددگار بننے کا جذبہ رکھتا ہو۔ جو شخص کسی کی ناحق جان لیتا ہے، وہ صرف ایک فرد پر ظلم نہیں کرتا بلکہ یہ بھی ثابت کرتا ہے کہ اس کا دل حیات انسانی کے احترام سے اور ہمدردی کے جذبے سے خالی ہے، لہٰذا وہ پوری انسانیت کا دشمن ہے۔ انسانیت کی حیات اور بقا کا احترام نہ کرنے والوں کے لئے سخت وعید ہے۔

قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا

عَنْ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَایَدْخُلُ الْجَنَّۃَ قَاطِعٌ.

(رواہ بخاری ومسلم)

''حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔''

فائدہ

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد گرامی کی یہ مراد بیان کی ہے کہ جو شخص یہ جاننے کے باوجود کہ قطع رحمی کرنا یعنی ناتے داری کا حق ادا نہ کرنا حرام ہے، نہ صرف یہ کہ بغیر کسی سبب وعذر کے قطع رحمی کرے اور بغیر کسی شبہ و وجہ کے قطع رحمی

کرنے کو حلال بھی جانے تو وہ جنت میں داخل نہیں کیا جائے گا یا یہ مراد ہے کہ قطع رحمی کرنے والا نجات یافتہ اور اولین لوگوں کے ساتھ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

اقرباء کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا کامل ترین جذبہ

عن ابْنِ عُمَرَ رضی الله تعالیٰ عنهما قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُکَافِیْءِ وَلٰکِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِیْ اِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهٗ وَصَلَهَا.

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

''حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(کامل) صلہ رحمی کرنے والا وہ شخص نہیں ہے جو بدلہ چکائے بلکہ کامل صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب اس کی قرابت کو منقطع کیا جائے تو وہ اس قرابت کو قائم رکھے۔''

فائدہ

مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے اس قرابت دار کے ساتھ بدلہ کے طور پر احسان اور نیک سلوک کرنا چاہے جس نے اس کے ساتھ احسان اور نیک سلوک کیا ہے تو اس کو حقیقی معنی میں صلہ رحمی نہیں کہیں گے۔ بلکہ احسان چکانا کہیں گے۔ ہاں اگر اس نے ایسے قرابتدار کے ساتھ احسان اور نیک سلوک کیا جس نے خود اس کی قرابت کا کوئی لحاظ نہیں رکھا ہے۔ اور کبھی اُن کے ساتھ کوئی

احسان اور نیک سلوک نہیں کیا تو اس کا احسان و نیک سلوک بے شک کامل صلۂ رحمی کہلائے گا۔ چنانچہ علماء نے لکھا ہے کہ جوانمرد وہی شخص ہے جو اپنا حق کسی سے طلب نہ کرے اور خود دوسروں کا حق ادا کرے۔

شراب پینے پر جہنم کی سزا

عن جابر رضي الله عنه ان رجلاً قدم من اليمن فسأل النبي صلى الله عليه وسلم عن شراب يشربونه بارضهم من الذرة يقال له المزر فقال النبي صلى الله عليه وسلم او مسكر هو قال نعم قال كل مسكر حرام ان على الله عهدًا لمن يشرب المسكر ان يسقيه من طينة الخبال قالوا يارسول الله وماطينة الخبال قال عرق اهل النار او عصارة اهل النار. (مظاهر حق: ص/۶۴۸)

”حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص یمن سے آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک خاص قسم کی شراب کے بارے میں سوال کیا جو اس علاقے میں پی جاتی تھی جس کو ”مزر“ کہا جاتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی سے پوچھا کہ کیا وہ نشہ آور ہے؟ اس نے کہا: ہاں اس سے نشہ ہوتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ (اصولی بات یہ ہے) ہر نشہ آور چیز حرام ہے، مزید آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ سنو نشہ پینے والے کے لئے اللہ کا یہ عہد ہے جس کا پورا کرنا اپنے اوپر لازم کرلیا ہے کہ وہ آخرت میں اس کو ''طینۃ الخبال'' ضرور پلائے گا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ''طینۃ الخبال'' کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ دوزخیوں کے جسم سے نکلنے والا پسینہ یا فرمایا کہ دوزخیوں کے جسم سے نکلنے والا لہو و پیپ۔''

فائدہ

یہ بات بہت ہی قابل افسوس ہے کہ ہمارے معاشرہ میں دیگر گناہوں کی طرح شراب نوشی، اس کی خرید و فروخت اور اس کا استعمال عام ہوتا جارہا ہے۔ حالانکہ شرعاً جس طرح شراب نوشی حرام ہے۔ شراب کا کاروبار کرنا بھی حرام ہے۔ اور اس کاروبار میں کسی طرح کا حصہ دار بننا بھی حرام ہے۔ اور اس سے حاصل ہونے والی آمدن بھی حرام ہے۔

عن انس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال لعن رسول اللّٰہ علیه وسلم فی الخمر عشرۃ عاصرھا ومعتصرھا وشاربھا وحاملھا والمحمولة إلیه وساقیھا وبائعھا وأکل ثمنھا والمشتری لھا والمشتری له. (رواہ الترمذی)

''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے شراب کے معاملہ میں دس آدمیوں پر لعنت فرمائی ہے:۔

(۱) شراب کا بنانے والا

(۲) شراب کشید کروانے والا

(۳) شراب نوشی کرنے والا

(۴) شراب کو ایک جگہ سے دوسری جگہ اٹھا کے پہچانے جانے والا

(۵) اور شراب اٹھوانے والا یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے والا

(۶) شراب فروخت کرنے والا

(۷) شراب پلانے والا

(۸) شراب کی قیمت کھانے والا

(۹) شراب کا تاجر، ڈیلر

خودکشی کرنے یعنی اپنی جان کو ہلاک کرنے پر جہنم

عَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رضی اللّٰه تعالیٰ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِيْمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ بِهٖ جُرْحٌ فَجَزِعَ فَاَخَذَ سِكِّيْنًا فَجَزَّ بِهَا يَدَهٗ فَمَا رَقَأَ الدَّمُ حَتّٰى مَاتَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى بَادَرَنِيْ عَبْدِيْ بِنَفْسِهٖ فَحَرَّمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ.

(بخاری ومسلم)

''حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم سے پہلے

لوگوں میں ایک زخمی شخص تھا، جس نے بے صبری کی اور چھری لے کر اپنا (زخمی) ہاتھ کاٹ ڈالا جس سے خون نہ رکا (برابر بہتا رہا) یہاں تک کہ وہ مرگیا، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا جلدی کی مجھ سے میرے بندہ نے اپنے نفس کو ہلاک کرنے میں پس میں نے اس پر جنت کو حرام کر دیا۔"

عن ابی هریرہ رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من تردّی من جبلٍ فقتل نفسه، فهو فی نار جهنم يَتَرَدّٰی فیها خالدًا مُخلدًا فیها ابداً ومن تحسّٰی سمًّا فقتل نفسه فسمّه فی یدہٖ یتحسّاہ فی نار جهنم خالدًا مخلّدا فیها ابدًا ومن قتل نفسه بحدیدة فحدیدتُه فی یده یَجَأُبها فی بطنه فی نارِ جهنم خالدًا مخلّدًا فیها ابدًا. (مظاہر حق: ج۳/ص۵۱۵)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا کر خودکشی کر لی وہ شخص ہمیشہ دوزخ میں گرایا جائے گا اور وہاں ہمیشہ رہے گا اور کبھی اس سے نہیں نکلے گا۔ اور جو شخص زہر پی کر خودکشی کرے گا اور اس کا زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا جسے وہ دوزخ کی آگ میں پیئے گا وہ دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا اس سے کبھی نہیں نکلے گا۔ اور جس

شخص نے لوہے کے (کسی) ہتھیار (جیسے چھری وغیرہ) سے اپنے آپ کو مارڈالا اس کا وہ ہتھیار دوزخ کی آگ میں اس کے ہاتھ میں ہوگا جس کو وہ اپنے پیٹ میں چبھوئے گا اور دوزخ میں ہمیشہ رہے گا اس سے کبھی نہیں نکلے گا۔''

فائدہ

کوئی شخص کسی تکلیف میں مبتلا ہوتو اس پر صبر کرنا چاہئے، ان شاء اللہ اس کے بدلہ میں جنت کی دائمی راحت نصیب ہوگی، بہت ممکن ہے کہ یہ تکلیف عارضی ہواور دنیا میں بھی جلد راحت مل جائے، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا تو کفر ہے، رحمت خداوندی کی امید رکھے، اللہ کی طرف رجوع کرے اپنے اعمال سیئہ سے توبہ کرے، اللہ تعالیٰ پر توکل واعتماد کرکے دعاء مانگے خودکشی کا غلط قدم کبھی بھی نہ اٹھائے ایک مسلمان کو ایسی بات سوچنی بھی نہیں چاہیے کہ اتنے بڑے جرم کا ارتکاب کرے۔اور سزا پھر جہنم ہو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ عطا فرمائے اور اس پر چلنے کی توفیق دے۔

(آمین)

تہمت لگانا، سوسال کی عبادت ضائع کردیتی ہے

عن حذیفة رضی الله عنه قال ان قذف المحصنة یهدم عمل مائة سنة. (کنزالعمال : ۸۱۰۴)

”حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک پاک دامن عورت پر تہمت لگانا سو سال کی عبادت کو مٹا دیتا ہے۔“

فائدہ

تہمت اور بہتان یہ ہے کہ کسی کی طرف ایسی برائی کی نسبت کی جائے جو اس میں نہ ہو۔ بہتان تراشی جھوٹ بھی ہے، خیانت بھی ہے اور انتہائی درجے کی کمینگی بھی ہے۔ نہ صرف یہ کہ خود کسی پر بہتان تراشی کرنا جرم ہے بلکہ کسی کی اڑائی ہوئی بات کو بغیر تحقیق کے پھیلانا بھی جرم ہے۔

کسی مسلمان کو معمولی تکلیف پہنچانا بھی بری بات ہے، لیکن کسی پر جھوٹا الزام رکھ کر اسے دلی تکلیف پہنچانا، یہ تو بہت ہی بری بات ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِیْنًا. (سورۃ الاحزاب: آیت/۵۸)

”اور جو لوگ مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو اُن کے کسی جرم کے بغیر تکلیف پہنچاتے ہیں، اُنہوں نے بہتان طرازی اور کھلے گناہ کا بوجھ اپنے اُوپر لاد لیا ہے۔“

اسلام میں تہمت لگانے کی سزا

اسلام میں مومن مرد و عورت کے آبرو کی بڑی حیثیت ہے۔ اگر کوئی مرد

یا کوئی عورت کسی پاک دامن مرد وعورت کو صاف لفظوں میں زنا کی تہمت لگادے۔ مثلاً یوں کہہ دے کہ ''اے زانی'' اے رنڈی، اے فاحشہ اور جسے تہمت لگائی ہے وہ قاضی کے یہاں عدالت میں مطالبہ کرے کہ فلاں شخص نے مجھے ایسے ایسے کہا ہے تو قاضی اسے اسّی (۸۰) کوڑوں کی سزا دے گا۔ فقہاء کی اصطلاح میں اس کو حدف قذف کہتے ہیں۔ یہ شرعی سزا ہے جس کا ذکر قرآن میں ہے یہ تو جسمانی سزا ہوئی، اس کے علاوہ ایک سزا اور بھی ہے اور وہ یہ کہ جس شخص کو یہ حد قذف کی سزا لگائی گئی تہمت لگانے پر اس شخص کی گواہی کبھی بھی کسی کے بارے میں مقبول نہ ہوگی۔ اگر اس نے توبہ کرلی تو توبہ سے گناہ تو معاف ہوجائے گا لیکن گواہی کے قابل پھر بھی نہ مانا جائے گا۔ اس کی عزت کا یہ مقام ہمیشہ کے لئے چھین لیا گیا کہ وہ کبھی کسی معاملے میں گواہ بنے۔ گواہ بننے کے بلند مقام سے ہمیشہ کے لئے محروم ہوگیا۔ (از تفسیر انوا البیان: ج/۶)

اپنے کہے پر عمل نہ کرنے پر وعید جہنم

عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُجَآءُ بِالرَّجُلِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فَیُلْقٰی فِی النَّارِ فَتَنْدَلِقُ اَقْتَابُہٗ فِی النَّارِ فَیَطْحَنُ فِیْھَا کَطَحْنِ الْحِمَارِ بِرَحَاہُ فَیَجْمَعُ اَھْلُ النَّارِ عَلَیْہِ فَیَقُوْلُوْنَ اَیْ فُلَانِ مَاشَاْنُکَ اَلَیْسَ کُنْتَ تَامُرُنَا بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَانَا عَنِ الْمُنْکَرِ قَالَ کُنْتُ اٰمُرُکُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَا اٰتِیْہِ وَ اَنْھَاکُمْ عَنِ الْمُنْکَرِ وَ

اٰتِیْہِ. (رواہ مسلم)

''حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا اور جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ پس جلدی سے اس کی انتڑیاں جہنم میں نکل پڑیں گی۔ پس وہ اپنی انتڑیوں کے ساتھ گھومے گا یعنی ان کے گرد چکر لگائے گا جیسے گدھا اپنی چکی کے ساتھ چکر لگاتا ہے (چکی کے اردگرد گھومتا ہے)۔ پس سب جہنم والے اس پر جمع ہو کر کہیں گے یہ تیری کیا حالت ہے؟ کیا تو ہم کو اچھائیوں کا حکم نہیں کرتا تھا اور کیا تو ہم کو برائیوں سے نہیں روکتا تھا؟ وہ کہے گا کہ تم کو اچھائی کا حکم کرتا تھا اور خود اس پر عمل نہیں کرتا تھا اور تم کو بری بات سے روکتا تھا اور خود اس کو کرتا تھا۔''

بے عمل واعظ کی مذمت قرآن میں

سورہ بقرہ کی بڑی اہم آیت مبارکہ ہے:

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَکُمْ وَ اَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْکِتٰبَ ، اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ. (سورہ بقرہ: آیت ۴۴)

''کیا تم (دوسرے) لوگوں کو تو نیکی کا حکم دیتے ہو، اور خود اپنے آپ کو بھول جاتے ہو؟ حالانکہ تم کتاب کی تلاوت بھی کرتے ہو! کیا تمہیں اتنی بھی سمجھ نہیں؟''

فائدہ

اس آیت مبارکہ میں خطاب اگرچہ علماء یہود کو ہے، ان کا حال یہ تھا کہ یہ لوگ قرآن کریم کو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق جانتے تھے اور پوشیدہ طور پر اپنے رشتہ داروں، دوستوں کو یہ تلقین کرتے تھے کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے رہو اور دین اسلام کو قبول کر کے اس پر قائم رہو (یہ علامت ہے اس بات کی کہ علماء یہود دینِ اسلام کو یقینی طور پر حق سمجھتے تھے) مگر خود نفسانی خواہشات سے اتنے مغلوب تھے کہ اسلام قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔

بے عمل واعظوں اور مقرروں کی سزا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

> ''میں معراج کی رات میں ایسے لوگوں پر گذرا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے، میں نے دریافت کیا کہ اے جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا کہ یہ آپ کی امت کے خطیب ہیں جو وہ باتیں کہتے ہیں ان پر عمل نہیں کرتے۔'' (مشکوٰۃ المصابیح از ترمذی)

زبان اور شرمگاہ کے غلط استعمال پر جہنم میں داخلہ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَكْثَرِ مَا

يُدْخِلُ النَّاسَ الْجَنَّةَ قَالَ تَقْوَىٰ اللّٰهِ وَ حُسْنُ الْخُلُقِ"
وَسُئِلَ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ النَّارَ فَقَالَ" اَلْفَمُ وَ الْفَرْجُ.

(رواه الترمذی)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کس سبب سے لوگ زیادہ جنت میں داخل ہوں گے۔ ارشاد فرمایا: اللہ کا خوف اور عمدہ اخلاق نیز دریافت کیا گیا کہ کس سبب سے زیادہ تر لوگ جہنم میں داخل ہوں گے۔ تو ارشاد فرمایا: منہ اور شرمگاہ (کے باعث)۔"

فائدہ

انسان کے اعضاء میں زبان ایک ایسا عضو ہے جو ہے تو چھوٹا لیکن بہ نسبت دوسرے اعضاء کے اس کو خاص قسم کی اہمیت حاصل ہے۔ گو عضو چھوٹا سے ہے لیکن اس کے کرشمے بڑے بڑے ہیں۔ اس کی خوبیاں بھی بہت ہیں اور خرابیاں بھی بہت ہیں۔ اس کی وجہ سے آخرت کے بڑے بڑے درجات بھی نصیب ہوتے ہیں، کیونکہ اس سے بڑی بڑی نیکیاں صادر ہوتی ہیں اور دوسرے اعضاء جو نیک کام کرتے ہیں، عموماً ان میں بھی زیادہ کی معاونت اور شرکت ہوتی ہے اور دوسرا رخ یہ ہے کہ زبان سے بہت سے گناہ ہوتے ہیں اور دوسرے اعضاء کے گناہوں میں بھی اس کی معاونت اور شرکت ہوتی ہے۔ کفر وشرک کے کلمات زبان ہی سے نکلتے ہیں۔ جھوٹی قسم اسی سے کھائی جاتی ہے۔ جھوٹی گواہی اسی کے ذریعہ دی جاتی ہے۔

غیبت، بہتان، چغلی، کسی کا مذاق بنانا، کافروں وفاسقوں کی تعریف کرنا اور اسی طرح کے بڑے بڑے گناہ اس سے صادر ہوتے ہیں۔

ان سب گناہوں کی آلہ کار زبان ہی بنتی ہے۔ اسی لئے زبان کو ہر وقت قابو میں رکھنے کی تاکید ہے۔ اگر زبان پر گرفت ڈھیلی پڑ جائے تو یہ چھوٹی سی چیز قابو سے باہر ہو جاتی ہے جو دنیا میں بھی پچھتاوے کا باعث بنتی ہے اور آخرت میں بھی باعث نقصان ہوگی۔ بعض اوقات انسان اپنی زبان سے کوئی بات نکالتا ہے اور اس کو اپنے نزدیک بہت معمولی درجے کی بات سمجھتا ہے۔ اگر وہ بات حق ہوتی ہے تو یہ معمولی سی بات جنت میں اس کی بلندی کا سبب بن جاتی ہے اور اگر وہ بات باطل ہو تو وہی انسان کو دوزخ میں لے جانے کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

تمام اعضاء کی زبان کے آگے فریاد

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب صبح ہوتی ہے تو انسان کے سب اعضاء زبان کے آگے عاجزی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے معاملے میں اللہ سے ڈر کیونکہ ہم تیرے ساتھ بندھے ہوئے ہیں، اگر تو ٹھیک رہی تو ہم بھی ٹھیک رہیں گے تو نے غلط روی اختیار کی تو ہم بھی غلط روی اختیار کر لیں گے اور پھر اس کا خمیازہ بھگتیں گے۔

حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کو ہم پر سب سے زیادہ کس چیز کا خوف ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مبارک زبان پکڑی اور فرمایا کہ سب سے زیادہ اس کا خوف ہے۔ (ترمذی)

دوغلہ پن اختیار کرنے پر وعید جہنم

وَعَنْ عَمَّارٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ ذَا وَجْهَيْنِ فِي الدُّنْيَا كَانَ لَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِسَانٌ مِّنْ نَّارٍ.

(مشکوٰۃ شریف)

''حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دنیا میں جس کے دو چہرے تھے قیامت کے دن اس کی زبان آگ کی ہوگی۔''

فائدہ

حدیث مذکورہ میں دوغلہ پن یعنی منافقت کا رول ادا کرنے والے کی سزا بتلائی گئی ہے کہ قیامت کے دن ایسے شخص کی زبان آگ کی ہوگی۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ایسے شخص کی آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔

لگائی بجھائی منافقت ہے

افراد اور ان کے باہمی تعلقات بسا اوقات بہت پیچیدہ اور نازک مرحلے پر آجاتے ہیں۔ ایسے حالات میں نہایت سنجیدگی اور دوراندیشی واحتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ عین ممکن ہے کہ دو اشخاص کے درمیان کسی مسئلے پر

اختلاف رائے ہو جائے یا ان دونوں کو ایک دوسرے سے کچھ شکایتیں پیدا ہو جائیں اور ایک تیسرا شخص جو ان دونوں سے تعلق رکھتا ہو ایسے موقع پر اس تیسرے شخص کا طرز عمل بڑی اہمیت اور قابل آزمائش ہوتا ہے۔

عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ اس پیچیدہ موقع پر تیسرا شخص خلوص وصداقت کے تقاضوں کو نظر انداز کرتے ہوئے، ایک کو دوسرے شخص کی بات پہنچانے کی کوشش کرتا ہے اور دونوں فریق کو یہ یقین دلاتا ہے کہ وہ ان کا حقیقی بہی خواہ ہے۔ اس ریشہ دوانی کے نتیجے میں دونوں کے تعلقات میں مزید خرابی اور ابتری پیدا ہونے لگتی ہے اور باہمی کشیدگی نزاع کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔ اس نزاع کا سبب عام طور پر یہی تیسرا شخص ہوتا ہے۔ یہ صورت افراد کے ساتھ بھی ہوتی ہے اور اقوام کے ساتھ بھی۔ اسلام اس طرز عمل اور اس کردار کو دورخا پن یعنی نفاق سے تعبیر کرتا ہے۔ یہ چغل خوری سے زیادہ مذموم حرکت ہے، کیونکہ چغل خور تو صرف ایک فرد کی بات پہنچاتا ہے اور منافق دونوں تک ایک دوسرے کی بات پہنچاتا ہے۔

چغل خوری کرنے والا جنت میں نہیں داخل ہوگا

عن حذیفة رضی الله عنه قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لایدخل الجنة قتات.

”حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے کوئی چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا۔“

فائدہ

قرآن وحدیث میں اس چغلی کی بہت زیادہ مذمت و برائی بیان ہوئی ہے اور یہ چغلی غیبت سے بھی زیادہ خطرناک اور شدید گناہ ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ غیبت میں نیت کا برا ہونا ضروری نہیں ہے کہ جس کی غیبت کی جارہی ہے، اس کو کوئی تکلیف اور صدمہ پہنچے، صرف دوسروں کی برائی مقصود ہوتی ہے لیکن چغلی میں برائی کے ساتھ ساتھ یہ بھی مقصود ہے کہ ان دونوں میں لڑائی ہو اور ان دونوں کے درمیان جو دوستی محبت اور تعلق ہے وہ ختم ہو جائے۔

چغل خوری عذاب قبر کا سبب ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر دو قبروں پر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ جو دو آدمی ان قبروں میں مدفون ہیں، ان پر عذاب ہو رہا ہے اور کسی ایسے گناہ کی وجہ سے یہ عذاب نہیں ہو رہا ہے کہ جس کا معاملہ بہت مشکل ہوتا (یعنی جس سے (بچنا بہت دشوار ہوتا بلکہ یہ دونوں کے لئے بچنا مشکل نہ تھا) ان میں سے ایک صاحب کا گناہ تو یہ تھا کہ وہ پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتے تھے اور دوسرے صاحب کا گناہ یہ تھا کہ وہ چغلیاں بہت کیا کرتے تھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کی ایک تر شاخ لی اور اس کے بیچ سے دو ٹکڑے کئے پھر ہر ایک کی قبر پر ایک ایک ٹکڑا گاڑ دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ نے یہ کس مقصد کے لئے کیا ہے؟ آپ نے فرمایا

امید ہے کہ جب تک یہ شاخ کے ٹکڑے خشک نہ ہوجائیں، ان دونوں کے عذاب میں تخفیف کردی جائے گی۔ (از معارف الحدیث: ج ۳/۲)

فائدہ

اس حدیث مبارکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات کے عذاب قبر کا ان کے دو خاص کام بتلائے ہیں۔ ایک کے متعلق بتلایا وہ پیشاب کے چھینٹوں اور اس کی گندگی سے بچاؤ اور پاک صاف رہنے میں بے احتیاطی برتتے تھے۔

اور دوسرے کے متعلق بتلایا کہ وہ چغل خوریاں کرتے تھے (جو سنگین اخلاقی جرم ہے اور منافقانہ عادت ہے) لہٰذا دونوں باتوں سے بچا جائے ورنہ یہ بے احتیاطی کی سزا آدمی کو قبر میں بھگتنی پڑے گی۔ (اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے آمین)

جھوٹ بولنا جہنم میں لے جانے والا عمل ہے

عن عبدالله ابن مسعود رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال اِن الصدق یهدی اِلی البر واِن البر یهدی اِلی الجنة ومایزال الرجل یصدق ویتحری الصدق حتی یکتب عند الله صدیقا، و ان الکذب یهدی الی الفجور و ان الفجور یهدی اِلی النار، ومایزال الرجل یکذب ویتحری الکذب حتی یکتب عند الله کذابا . (رواه مسلم)

”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک سچائی بھلائی کی طرف لے جاتی ہے اور بھلائی جنت کی طرف لے

جاتی ہے اور آدمی سچائی کی طرف گامزن ہوتا ہے اور اس کو تلاش کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور بے شک جھوٹ برائی کی طرف لے جاتا ہے اور برائی جہنم کی طرف لے جاتی ہے اور آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ کا راستہ تلاش کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ کے نزدیک وہ جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔''

سچ اور جھوٹ دو متضاد چیزیں

سچ اور جھوٹ یہ دونوں آگ اور پانی کی طرح متضاد ہیں اور یہ دونوں ایک مسلمان میں آگ و پانی کی طرح جمع نہیں ہو سکتیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کو سچائی اختیار کرنے پر بہت زور دیا ہے اور اس کی اہمیت اور افادیت کو بہت اجاگر فرمایا اور اُخروی انجام کی خوشخبری دی، جبکہ جھوٹ کو منافقت کی نشانی بتلائی اور اخروی انجام جھوٹوں کا جہنم بتلایا۔

جاندار کی تصویر کشی پر وعیدِ جہنم

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كُلُّ مُصَوِّرٍ فِي النَّارِ يُجْعَلُ بِكُلِّ صُوْرَةٍ صَوَّرَهَا نَفْسًا فَيُعَذِّبُهُ فِي جَهَنَّمَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَاِنْ كُنْتَ لَابُدَّ فَاعِلًا فَاصْنَعِ الشَّجَرَ وَ مَا لَارُوْحَ فِيْهِ. (بخاری ومسلم)

’’حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر تصویر بنانے والا دوزخ میں ہوگا، جو بھی کوئی تصویر اس نے بنائی ہوگی، اس کو ایک جاندار چیز بنادی جائے گی جو جہنم میں اُس کو عذاب دے گی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر تصویر بنانی ہی ہے تو کسی درخت کی بنالو جس میں کوئی روح نہ ہو۔‘‘

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللّٰهِ الْمُصَوِّرُوْنَ. (بخاری ومسلم)

’’حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عذاب والے تصویر بنانے والے ہیں۔‘‘

فائدہ

ان دونوں احادیث مذکورہ میں تصویر جو جاندار کی ہو، اس کے بنانے والے کو قیامت کے دن جہنم میں داخل کیا جائے گا اور سب سے زیادہ سزا انہیں دی جائے گی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی شریعت میں جانداروں کی تصاویر بنانا اور ان کا استعمال کرنا حرام نہیں تھا مگر چونکہ پچھلی امتوں میں اس کا مشاہدہ ہوا کہ

لوگوں کی تصاویر ان کی یادگار کے طور پر بنائیں اور ان کو اپنے عبادت خانوں میں اس غرض کے لئے رکھا کہ ان کو دیکھ کر ان کی عبادت گذاری کا نقشہ سامنے آئے تو خود ہمیں بھی عبادت کی توفیق ہو جائے گی، مگر رفتہ رفتہ ان لوگوں نے اِن تصویروں کو اپنا معبود بنالیا اور بت پرستی شروع ہوگئی۔ اور یہ تصاویر جانداروں کی پچھلی امتوں میں بت پرستی کا ذریعہ بن گئیں۔

شریعت اسلامیہ کا چونکہ قیامت تک قائم اور باقی رکھنا تقدیر الٰہی ہے، اس لئے اس میں اس کا خاص اہتمام کیا گیا ہے کہ جس طرح اصل حرام چیزوں اور معاصی کو ممنوع کیا گیا ہے، اسی طرح ان کے ذرایع اور اسباب قریبہ کو بھی اصل معاصی کے ساتھ ملحق کر کے حرام کر دیا گیا ہے۔ اصل جرم عظیم شرک و بت پرستی ہے۔ اس کی ممانعت ہوئی تو جن راستوں سے بت پرستی آسکتی تھی، ان راستوں پر بھی پہرہ بٹھا دیا گیا اور بت پرستی کے ذرائع اور اسباب قریبہ کو بھی حرام قرار دیدیا۔

یہ چند جہنم میں لے جانے والے اعمال تھے، جن کا اختصار کے ساتھ تذکرہ ہوا۔

اللہ تعالیٰ ان سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اصلاحی دروس
حضرۃ مولانا عبدالواحد صاحب
عاصم عبداللہ

اصلاحی دروس
حضرۃ مولانا عبدالواحد صاحب
عاصم عبداللہ

اسٹاکسٹ